

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر و نگرار
اور معرکہ آرا کتاب ”مثنوی معنوی“ کی جامع اور لاجواب شرح

کلیدِ مثنوی

حکیمُ الامّت مجددِ الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

10

یہ وہ مقبول خاص عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس کو چسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ معنی کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت السامع و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے، حضرت حکیمُ الامّت نے اشعارِ مثنوی کو واضح کر کے اور مسائلِ تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس و ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی کوئی اور شرح نہیں لکھی گئی

بیرون بوہڑ گیٹ
ملتان

اِذَا رَأَيْتَ الْقَائِلَ يُقَادُّ الشَّرَفِيَّةَ

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی ریویج کی نادر ریکارڈ
اور معرکہ آرا کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

از:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

جلد ۱۰

یہ وہ مقبول خاص کام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے
دلچسپی لیتے ہیں، مگر مضامین عالیہ ہونے کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی قوت
پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندہ تک پہنچ جاتی ہے۔
حضرت حکیم الامت نے شعاع مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام
فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معجز اور
شریعہ طریقت کا پاس ادب لکھ کر مضامین کو حل کر نیوالی اور کوئی شرح
نہیں بھی گئی۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ
بیرون بوہڑ گیٹ . ملتان

قَالَ الْحَكِيمُ ارْزُقْنَا بِرُوحِكَ وَسَيُكَلِّمُكَ وَتُعَلِّمُكَ
الْكَلِمَةَ الْحَكِيمَةَ وَتُعَلِّمُكَ مِثْلَ مَنْ وَرَاكَ عَالِمٌ

چوں وکرید صدر قوله تلوی علیکم الکلیت فیصل علم نظم معنی تولیہ یکیم ثم شرف علم کلام
و عقائد علم سلوک قوله الحکمة بزرگ علم از علم اصول ان با صغیر بیان است بزرگ و بزرگ
تقصیر که شمس سلوک اسرار است از علم دین نمیکشایان است با اتفاق اهل انثنوی که کتب
این فاضل شان است لکن ان معلاش محتاج تبیان است + بنابر علیہ شرح او که غرض از

کلیات

عنوان است این رایج ثالث فرسودم ازل است از الفاظ و عبارات مولوی شمس
و مولوی حبیب احمد علیا الله که هر یک از ایشان بجله صاحبانی یعنی مولانا
اشرف علی حبیب و ام غلام نبیر الله السان ترجمان است (دو اصل متن را چنان حل کرده
که غایت امکان است مسائل رابطه سے تقریر نموده که هم موافق تحقیق اهل تقان و هم
مطابق حدیث قرآن است) نکالات اغلاط رابطه سے دور ساخته موش الطینان
وامان است عجایب لطوفات سیدنا الحلاج محمد بن اسماء الله که مظهر کمال
منشط از دین است هم در مطاویز پیروزه حبیب انش

محمد بن عثمان تاجر کتب ما لک کتب خانة الله

حاملہ و مصلیٰ و مسلماً
رابع ثالث من کلیش نوی شرح دفتر ثالث
بسم الله الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

حاملہ او مصلیٰ۔ اما بعد۔ واضح ہو کہ مولانا نے اس سے پیشتر گائے کی بابت دو
شخصوں کا تذکرہ اور ان کا مقدمہ بیان کیا تھا اب مولانا اس قصہ کا منظر اور اس کی حقیقت
بیان فرماتے ہیں۔

خواجہ راکش است اور بندہ کن
خوشتن را خواجہ کرست و نہیں
بر کشندہ گا و تن منکر مشو
روز ی بے رنج و نعمت پر طبق
آنکہ یکشد گا و را کا صل بدست
زانکہ گا و نفس باشد نقش تن
نفس خونی خواجہ گشت پیشوا
وقت ابوح است از اذقانی است

نفس خود راکش چہاں زندہ کن
مدعی گا و نفس تست بین
آن کشندہ گا و عقل تست رو
عقل اسیر ست بھی خواہد حق
روز ی نے رنج او موقوف حبست
نفس گوید چونکہ گشتی گا و من
خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا
روز ی بے رنج میدانی کہ حبست

لیک موقوف است بر قربان کاؤ
دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام
دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است
چشم بر اسباب از چو خستم
ہست بر اسباب اسبابے وگر
انبیا در قطع اسباب آمدند
بے سبب مہجر را بشکافتند
ریگہا ہم آردش را سعی شان
جملہ قرآن ست در قطع سبب
مرغ با پیلے دو سنگ افگند
پیل را سوراخ سوراخ افگند
دوم کاؤ گشتہ بر مقتول زن
حلق بریدہ جہد از بجائے خویش
ہمچنین ز آغاز قرآن تا تمام
کشف این نر عقل کارافر شود
بند معقولات آمد فلسفی
عقل عقلت مغز و عقلت پوست

کنج اندر گاوداں اے کنج کاؤ
داوے در دست نہسم تو زمام
ہر صدمی آید ز پنهان خانہ است
کہ ز خوش چشمان کہ شتم آموختم
در سبب منکر در اں میکن نظر
معجزات خویش بر کیوان روند
بے زراعت چاش کند میافتند
پشم بر آب ریشم آمد کشکان
عز درویش و ہلاک بولہب
شکر زفت حبش را بشکند
سنگ مرغے کو ببالا پرزند
تا شود زندہ ہما نا در کفن
خون خود جوید ز خون بالائے خویش
رفض اسباب ست علت السلام
بندگی کن تا ترا سپر شود
شہسوار عقل عقل آمد صفی
معدہ حیوان ہمیشہ پوست جوت

مغز جو از پوست دارد صد طلال
چونکہ قشر عقل صدر برہان وہد
عقل دفتر ہاگت دیکر سیاہ
از سیاہی و ز سفیدی فلح است
ایں سیاہ و آن سفید از قدیافت
قیمت میان و کسی اندر ز دست
ہیچناں کہ قدرت از جان بود
گر بُدے جان زندہ بے پرو تو کنوں
ہین بگو کہ ناطعت جو می کند
گر چہ ہر قرنہ سخن آئے بود
نہ کہ ہم تو ریت و انجیل زبور
روزی بے ریخ جو دے حسیب
بلکہ رزق از خداوند بہشت
زانکہ نفع نان در ان نان وادوست
ذوق پنہاں نقش ناچن سفر است

مغز لغز انرا جلال آمد حلال
عقل کل کے گام بے ایقان ہند
عقل عقل آفاق دارد پیر زماہ
نور ماہش بردن جان باوخ است
ز ان شب قدرت کلختر وارتافت
بے زری ہمیاں و کیستہ ترست
قدر جان از پرو جانان بود
ہیچ گفتے کا فر ان میتوں
تالفقر نے بعد ما آئے رسد
لیک گفتہ ایقان یا آئے بود
شد گواہ صدق قرآن ای شکور
لکڑشتت آورد جہیز سیب
بے صدراع باغبان نے ریخ کشت
بدہشتان نفع بے توسیط پوست
نان بے سفرہ و لے راہبر است

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کہ ایک عالم کو زنہ کردو (عالم سے مراد یا خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو) نقشہی سے اپنا زندہ ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زندہ ہونا اسلئے ہی

کہ عالم میں جو موت اور فساد پر وہ نفس کے سبب جب وہ مر جاوے گا تو عالم زندہ ہو جاوے گا
 رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مر گیا تو اور نفس کیونکر
 مرجائیں گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے۔
 جب ہر فرد کا نفس مرجائے گا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر افراد ہی ملحوظ رکھا جاوے تب
 بھی جواب ہو سکتا ہے کہ ایک خاص نفس کے مرجانے سے وہ موت مرتفع ہو جائے گی جو اس
 خاص نفس کے ذریعے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے کو مطلق موت مرتفع نہو گی چنانچہ مولانا دوسروں
 میں فرماتے ہیں نفس نشت آل مادر بد خاصیت بد کہ فساد و موت در ہر ناحیت پس
 بخش اور اگر بہر آن دنی بد ہر زمان قصہ عزیزے میکنی = اور تا ئید اس توجیہ کی مولانا کے
 اس شعر سے بھی ہو سکتی ہے جو قصہ گاؤ میں فرمایا گیا ہے یعنی کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد
 ہر یک از مآخذ را بستہ شد = جتنا شبہ یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ
 موت مرتفع ہوئی تھی جو اس کی حیثیت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت اس لئے کہ اُس نے اپنی آقا پر
 کو مارا ہے اور اُس کو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤ تھا اور نفس ہے جس نے اپنے کو آقا اور
 سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو مار نیوالی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح
 اس کے فعل پر اعتراض نہ کرنا نیز عقاب البتہ ہے کہ وہ اپنی جد جہد سے قرب حق سبحانہ اور
 غذائے روحانی حاصل نہیں کر سکتی اس لئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا متعدبہ مشقت
 کے روزی اور نعمت سے بہرا ہوا خواں ملجاوے لیکن اُس کی روزی اُس کو کیوں نہیں ملتی اس کی وجہ
 یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل
 شبہ اس لئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تو نے میری
 گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ صاحب نفس کی گائے کو کسی ہے جس کو عقل مار سکے
 تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیوں نہ مارتی ہے جس پر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات
 یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات میں اور عقل سلیم ان کو فنا کرتی ہے اس پر
 نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ غیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا و روح کو مار ڈالا تو اس کا
 بچہ عقل فقیر رہ گیا اور نفس غنی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ پچہ بے مشقت اپنی روزی

حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جسکو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے یعنی غذائے معارف و حقائق لیکن چونکہ اسکا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤں میں مستور ہے اسلئے وہ اُسکو مارتی ہے زیادہ کہو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤں کشی ہے یعنی ملک و قن کو مارنا چاہئے کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شے کھالی تھی اُس سے طبیعت میں انشراح نہیں ہوا اور مضمون کی آمد بند ہو گئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھ جوتنا یہ جو میں نے کہلے کہ کل میں نے ایک شے کھالی تھی اس سے ایسا ہو گیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ بھی اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو بھروسہ صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہ دنیا کہ خدا نے ایسا کر دیا سو میں تمکو اسکی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے یعنی انبیاء و اولیاء کا ملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو اُنکو نظر انداز بھی نہیں کرتے پس اُنکے تیج کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن اُنکو موثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ کرے کیونکہ ان اسباب سے اوپر اور اسباب غفیشہ ل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہذا صرف اتنی پر نظر کو مقصود نہ کرنا چاہئے بلکہ اُنپر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء اسی بات کی تعلیم کیلئے قشر لیلانے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جاوے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹا دیا کہ اپنی معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا سبب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ اور اسلئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گہیوں بلایوئے جو تے حاصل کر لئے نیز ریت اُنکی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آنا ہو گیا جیسا کہ ابلیس علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے اور بھیڑ کی اُدن ابرہیم ہو گئی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زوہ مطہرہ کی کر امتشہور ہے نیز تمام قرآن اسباب کے موقوف علیہ ہونیکا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور الوہاب سے معزز اور دوئلتمند کی ہلاکی اسسبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو ہر بندے ہاتھ پیوئے کہنگریاں پھینکتے ہیں اور حبش کے بڑے بھاری

لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اس پر ندے کی لنگری جو ہوا میں اڑتا ہے ہاتھی کو چیلنی کر
 ڈالتی ہے۔ علی بذات حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گائے کی دم مقبول کے اوپر
 مارو تاکہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ عقل بریدہ اپنی جگہ سے اچھل پڑتا ہے
 اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے یہ امور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علی بذات القیاس
 قرآن اول سے آخر تک ترک اسباب و علل علی الوجه الخصوص سے علی وجہ اعتقاد موثر تھا الحقیقہ
 سے پر ہے الحمد للہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سو کہ یہ امور تہمت دہری کی ہیں اگر کہنے والے
 عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرنا کہ اس سے یہ امور تہمت منکشف ہو جائیں
 معقولات میں تو فلسفی مجبوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اس نور حق پر جو عقل کو مینش خلقا
 ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور
 اصل شے ہے اور عقل اسکا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر جو نیک حیوانیت اور ہیئت کا غلبہ ہے
 اسلئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ مدہ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہے
 جو کہ بہتر لوہ پوست کے ہیں اور حافی کی طرف اسکو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بہتر لوہ مغز کے ہیں اور
 اہل شہ پر جو نیک روحانیت کا غلبہ ہے اسلئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف
 رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اسے پوست سے سخت نفرت ہے اسلئے
 لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال و طیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفہ کو تو عقل حاصل ہے
 اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل تو اب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن یا این ہم
 جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اس پر سیکڑوں دلیلیں قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل
 یعنی عقل اہل البدو سراسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت
 ادنیٰ ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اسلئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی
 نور حق سبحانہ) عالم کو پر نور کرتی ہے وہ لتوید و تمییز سے فارغ ہے اور اسکو عقل کی طرح
 لتوید و تمییز کی ضرورت نہیں بلکہ اسکا چاند تولد و جان پر چمکتا اور انکو منور کر کے محدث علوم
 بناتا ہے اور اس مسودہ و بیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر
 یعنی نور الہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل و جان پر چمکی کیونکہ ان میں جب قدر و اہمیت

وہ اسی کا فیض ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کسی
 وہمیا کی مادہ نور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے سونا مادہ ہمیائی اور کیسے کی قدر سوئے نکلتے ہے وہ نہ
 بلا سونے کے ہمیائی و کیسے کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ
 عقل کل کے احکام اور مدارکات نہایت صحیح ہیں پس تکوین حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش
 نہ کرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل
 یعنی نور حق سبحانہ سے لہذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے نیز اس کا حاصل کرنا اسلئے بھی ضروری
 ہے کہ جس طرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جس طرح روح کو ذری کے کام کا بھی نہیں یوں
 ہی جان کی قدر پر نور حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جس طرح حیات جسم بدون روح کے متحقق نہیں ہوسکتی
 یوں ہی حیات روح بدون اس پر نور کے حاصل نہیں ہوسکتی اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح
 بدون نور حق سبحانہ کے صحیح متحقق ہوسکتی تو کافر بھی زندہ کہلاتے انکو مردہ کون کہتا۔ حالانکہ
 قرآن میں انکو مردہ کہا گیا ہے۔ یہاں تک چھو نکچر مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ
 یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے اسکے بعد اسکا خود ہی
 جواب دیتے ہیں ادہ کہتے ہیں۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر
 بکود رہی ہے تاکہ کسی زمانہ میں اس نہر میں پانی ہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہوں۔ اب
 پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اسمیں اہل فہم ہو گئے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہیں پھر
 بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ
 میان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات انکے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہیں
 تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کو
 ایک خاص قوت حاصل ہو گئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر منہوں سابق کی طرف خود فرماتے
 ہیں اور سلسلہ گفتگو کو مشرور کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تہائے ذہن نشین ہو گئے
 تو اب تم اسی فقیر کی طرح بے مشقت ادبے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم
 و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تاکہ جبریل تمہارے پاس بہشت کے سیب
 یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا تو شرط روح القدس وغیرہ کے

تکو غذا چھوٹ جائیں، تکو باغبات کی دروسری کرنی پڑے اور نہ جو تنے ہونے کی زحمت اٹھانی پڑے اور حق سبحانہ کا بلا واسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تکو تو روٹی کے ذریعے نفع چھوٹ سبب مگر روٹی کو نفع کی صفت کسے بخشی ہے بلا واسطہ حق سبحانہ نے بس جسطرح اُسے بلا واسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یوں ہی وہ نفع بلا توسط پوسٹ نان کے تکو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اس وقت صورت نان بہتر نہ دسٹر خوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہو اپس جسطرح روٹی بدون دسٹر خوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدون روٹی کے حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدون توسط نان کے حاصل ہو سکتا ہے بس اسی سے سمجھ لو کہ اہل شدہ کے غذائے روحانی یوں ہی بلا توسط دسٹر خوان یعنی وسائط فیض حاصل ہوتی ہے

شرح شبیری

مولانا نے نصف ثانی کے اخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جس کا خلاصہ ہے کہ ایک شخص ساہماں سال تک دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلا محنت و مشقت کے مجھے امیر بنائے لوگ اسکی اس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اُسکے گھر میں ایک گائے گھس آئی اُسے اسکو پکڑ کر ذبح کر لیا مالک گائے نے دعویٰ کیا حضرت داؤد کے یہاں دعویٰ پیش ہوا آپنے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اُسے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی ہیں قیمت کیسی دوں حضرت داؤد نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تکو قیمت دینا ہوگی اُسے اسقدر آہ و زاری کی کہ داؤد کا دل بھرا آیا اور انکو یہ خیال ہوا کہ اسکا لب دلچسپ جھوٹوں کا نہیں ہے تب انہوں نے مقدمہ ملتوی کر دیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرمادیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر دیا ہے اور مدعا علیہ اس وقت بچہ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اسی مال میں سے تھی لہذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت

داؤد نے سارا مال اُس شخص کو دلایا اور اُس قاتل غلام کو قتل کر دیا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں اول اُس کا بھی عامل سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اُس خوبی کی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح اُسے اپنے آقا و کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات و لذات کو حاصل کیا ہے) جسے کھائے گا دعویٰ کیا تھا اور کھائے شہوات و لذات تیرا عقل اُس مدعا علیہ ذائع گائے کی طرح ہے (اسلئے کہ جس طرح کہ یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت و مشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم و معارف کو بے کسب و مشقت کے طلب کرتی ہے) تو جس طرح اُسے کھائے گا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اسنے میری گائے کو ذبح کر لیا ہے اسی طرح نفس عقل پر دعویٰ کرتا ہے کہ اسنے میری لذات و شہوات کو فنا کر دیا ہے اور شیخ کامل داؤد علی طرح کہ جس طرح انہوں نے حق دار کو حق دلا دیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو غلبہ دلا دیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان ہیں اسلئے کہ نفس انسان کا بجائے اُس خوبی کی جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذائع گائے عقل ہوا
داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ ناسب حق ہے کہ اُسکی قوت اور مدد
دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب فوجی کا مالک ہو سکتا ہے
نفس خود را کش جہان ز زندہ کن خواہم را کش است اور بندہ کن

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اُسے آقا و کو قتل کر دیا ہے اُسکو غلام بنائے
جہاں سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کرے اور جہاں اسلئے کہد یا کہ بعض
نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے ہذا یہ عالم صغیر ہے تو مطلب ہے کہ اپنے نفس کو مار تو
تجہ حیات اہلی میر ہوگی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اسکو مغلوب
کر کے غلام بنا لو۔

معنی گاہ و نفس تست ہیں خلیشتن را خواجہ گردست زمین

یعنی ۔ معنی گاہے تیرا نفس ہے کہ اسنے اپنے کو آقا اور بڑا بنا رکھا ہے ۔

آن کشند گاہ و عقل تست رو بر کشند گاہ و تن منکر مشو

یعنی وہ ذابح گاہے تمہاری عقل ہے جاؤ اس کشند گاہ و تن پر منکر مت ہو۔ گاہ و تن سے مراد لذات و شہوات۔ مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات و شہوات کو مار لیا ہے تو اس پر انکار مت کر۔ اسلئے کہ ان کا توفیق ہونا ہی بہتر ہے ۔

عقل اسیر بہت مہمی خواہد ز حق روزی بے رنج و نعمت پر مطبق

یعنی عقل مطیعِ راجع ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبق مانگتی ہے

روزی بے رنج سے مراد علوم و معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم و معارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم و معارف عنایت فرما یہ علوم و معارف قرب حق کیلئے علت نہیں ہیں ہاں میں ہیں تو جسطرح کہ وہ شخص روزی بے رنج و تقب کا طالب تھا۔ اسطرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج و تقب مانگتی ہے ۔

روزی بے رنج او موقوف چیست آنکہ بکشد گاہ و را کا اصل نیست

یعنی روزی بے رنج وہ موقوف کس شے کی ہے اسکی کہ گاہے کو مار دے کہ یہی اصل جو بدی کی (گاہے سے مراد لذات و شہوات) مطلب یہ کہ علوم و معارف کا حصول موقوف ہو لذات و شہوات نفسانیہ کے فنا کرتے ہو ۔

نفس گوید چوں کشی تو گاہ و تن آنکہ گاہ و نفس باشت نقش تن

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گاہے کیوں ماری اسلئے گاہ و نفس نقشِ تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانیہ کو نہ کر دے تو نفس اس غلام کی طرح تمپر گاہے کا دعویٰ کرے گا ۔

خواجہ زاد عقل ماندہ بینوا نفس خونی خواجہ پشت و پیشوا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے ۔ وہ تو بینوا رہی ہوئی ہے اور نفس خونی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے ۔

روزی بے رنج میدانی کہ چیست قوت ارواح است اذاق نبی است

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوتِ ارواح اور اذاقِ نبی کے ہیں ۔

لیکھتے قوت مست بر قربان کاؤ گنج قتل کاؤ دل کاؤ گنج و کاؤ

یعنی لیکن اُس روزی کا حصول اگر کسی قربانی پر موقوف ہو قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو گے کاوش کرنا والے مطلب یہ کہ لذات و شہوات نفسانیہ کو ترک کر دو۔ اور انکو فنا کر دو اسی سے تمکو علم و معارف کا خزانہ ملیگا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیزے خوردہ ام و تنہا دام دست فہم تو زمام

یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے وہ نہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لگام دیدیتا۔ مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرتا مگر مجھ کو اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کہلی ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں آگے اس قصہ سے انتقال فرماتے ہیں کہ

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ ہر چہ می آید ز بہر ہاں است

یعنی میں نے کل ایک چیز کہا لی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گہر سے ہے یعنی میرا بیان سے عجیب بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کہنا تو ایک ظاہری پہانہ ہے اب کی ٹی کہتا ہے کہ یہ تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اُس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب از چہ دو چشم کہ ز خوش چشماں کرشم امونم

یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں سی لیا اسلئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ کیا ہے خوش چشم سے مراد انبیاء (علیہم السلام) ہیں اسباب پر نظر کرنا انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہے کہ باوجودیکہ انکے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر بھی وہ اسباب ہی پر نظر رکھتے تھے اور اہل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسیکو فرماتے ہیں کہ

ہست بر اسباب اسباب دگر در سبب منگر در اقلن نظر

یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اُس سبب سبب میں نظر ڈالو یعنی اُس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو

انبیاء قطع اسباب آمدند معجزات خویش بر کیواں زند

یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کیلئے آئے اور اپنے معجزات کو انہوں نے کیوں

پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے مجرے ان اسباب ظاہری کے بغیر انہوں نے ظاہر کئے۔

بے سبب مر حبس را بشکافند نے زراعت چاش گندم یافتند

یعنی بے سبب کے انہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔

ریگہا ہم آردش دار سعی شال پشتم بڑا بریشتم آمد کشکشان

یعنی ریختے انکی سعی کی وجہ سے آئے ہو گئے اور بکری کی اُون گھنچتی ہوئی باریشتم ہو گئی (یہ سب

موجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

جملہ قرآن ہست در قطع سبب عز و درویش و ہلاک بولہب

یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے عزت و درویش کی اور ہلاکی بولہب کی یعنی تمام قرآن

شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو

عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات و کرامات ظاہر ہوئے اور بولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا کہ

اُسے اُن کا انکار کیا اُسے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کہ۔

مرغ با پیلن و سنگ افگند لشکر زفت حبش را بشکند

یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکر یاں مارے اور حبشہ کے لشکر عظیم کو شکست دیدے

پیل را سوراخ سوراخ افگند سنگ مرغے کو بہالا پرزند

یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔ کنکر ایسے جاتور کا جو اوپر کویرا مارتا ہے۔ یعنی دیکھو

ایک ذرا سے جاتور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی

اسباب ظاہر کے بر خلاف تھا۔

دم گاؤ کشتمہ بر مقتولان تاشود ز زندہ ہماندم در کفن

یعنی گائے مذکورہ کی دم کو مقتول پر مارو تاکہ وہ اُس وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔

حلق ببریدہ جہد از جا و خویش خون خود جوید ز خون پالا و خویش

یعنی مقتول اپنی جگہ سے کودے گا اور اپنے خون کو اپنے خوریز سے دھونڈے گا (تو دیکھو اس طرح

ایک مقتول کا زندہ ہونا کوئی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)

بہچین ز آغاز قرآن تا تمام بفضل اسباب است علت السلام

یعنی ہر طرح ابتداء قرآن سے ختم تک ترک اسباب و علت ہے والسلام مطلب یہ کہ جس طرح کہ دو قصے پہنچے یہاں بیان کئے اسی طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے پہرا پڑا ہے تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور سبب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ کشف این نور عقل کار افزا شود بندگی کن تا ترا پیدا شود
یعنی اسکا کشف عقل کار افزا سے نہ ہو گا بندگی کرو تاکہ تم کو ظاہر ہو جاوے یعنی اس کا کشف کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل معاش سے نہ ہو گا بلکہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو اس سے حق تعالیٰ منکشف فرماتے ہیں۔

بند معقولات آمد فلسفہ شہسوار عقل عقل آمد صفی

یعنی فلسفی تو مقید معقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل است پوست معدہ حیوان ہمیشہ پوست جوتا

یعنی تیری عقل الحقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدہ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا تاشی ہے تو چونکہ تم ایسی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہذا تم بھی پوست کے متلاشی اور اس عقل کے بندے ہو رہے ہو

مغز نواز پوست در و صد طلال مغز نغز آنرا حلال آمد حلال

یعنی مغز کو تلاشی کرو پوست سے تو سوا طلال آتے ہیں اور مغز اصل اسکے لئے حلال ہے حلال

چونکہ قشر عقل صندیر ہاں دہر عقل کل کے کام ہے یقیناً نہد

یعنی جبکہ پوست عقل صیر بان دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکھے گی یعنی جب عقل

سود لال بیان کرتی ہے تو ہر عقل کل تو بالکل مشابہ اور عین یقین کرادگی پس نہ اسی کو حاصل کرو۔

عقل دفتر ہاں کند کیسیاہ عقل عقل آفاق دلدرد پڑ زماہ

یعنی عقل معاش تو ایک طرف سے دفتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل آفاق چاندوں

سے پڑ رہتی ہے یعنی اس عقل معاش میں تو دفتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ شاہد ہو فاسکر

اس زمانہ میں کہ ایک حکم کی اسل گد ہے کا بوجھ اور عقل الحقل میں نور ہی نور ہے وہاں یہ

خوافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہوا سکی یہ حالت ہے کہ

از سیاہی و ز سپیدی فارغ است نور ماہش بر دل و جان بازغ است

یعنی سیاہی اور سفیدی سب سے فارغ ہے اور اس کے چاند کا نور دل و جان پر چک رہا ہے۔

اِس سیاہ و اُس سفید از قدرت زائل شیب قدرت کا قہر مٹتا

یعنی اس سیاہ اور اس سفید سے اگر قدر پالی تو یہ اُسی قدرت کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی طرح بجی یعنی اس عقل و اس کے اقبال میں جو رہے یہ اُسی عقلِ عقل کا پر تو ہے اُسے مثال ہے کہ۔

قیمت ہمایاں و کیسہ زردست بے زدی ہمایاں و کیسہ تہمت

یعنی ہمایاں اور تہمت کی قیمت روپیہ کی دیت ہے اور بے روپے کے ہمایاں اور کیسہ تہمت پر مطلب یہ کہ ایک سوت کی تھیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ اُس کے اندر روپیہ بہا ہوا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اس کے اقبال کو جو کہ قدرت ہے وہ اُس عقل کا عقل کی بدولت ہے ورنہ اسکو پوچھتا ہی کون تھا

ہچمنانکہ قدر تن از جاں بود قدر جان از پر تو جانال بود

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پر تو کی وجہ سے ہوتی ہے

گریدر جان زندہ ہے پر تو کنول بیچ گفتے کافراں را یتوں

یعنی اگر جان بے پر تو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو میتوں کیون کہتے یعنی کافروں کو

قرآن شریف میں جا بجا مردہ ہو جا گیا ہے اسکی ہی وجہ سے کہ اُن پر پر تو جانان نہیں پس معلوم ہوا

کہ بے پر تو جانان کے جان اہل میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ

مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اسلئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اُسکے مضامین

کی سماعت اُسکے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا

جواب فرماتے ہیں کہ

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند تا بقرنے اجد ما بے رسد

یعنی بیان کہدو کہ ناطقہ ندی کہود رہا ہے تلک ہما ہے اجد ایک قرن پاتی پھونچے مطلب یہ کہ

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو اور اس سے مستفیض ہو تو گو یا کہ ندی تو ہم کہو دے دیتے ہیں پانی چلانا رہا ویگا یہ کوئی دوسرا ہمارے بعد کر لیگا اب کوئی کہتا ہے کہ جب بعد والوں کیلئے ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے اس زمانہ والے خود بیان کر دیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

گرچہ ہر قرنہ سخن آئے بود لیک گفتہ لکان یائے بود

یعنی اگرچہ ہر قرنہ سخن آکر ہوتا ہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مدگار ہوتا ہے یعنی پہلے لوگ جو کچھ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاویں گے تو اور چیمپلوں کیلئے اگرچہ وہ بھی سخن آکر ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے انکو مدد ملے گی آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

لے کہ ہم توریت انجیل و زبور شد گواہ صدق قرآن و شکور

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں اے شاکر۔ تو جس جسطرح کہ وہ منسوخ کتب بوجہ البقیث کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا کلام بھی چیمپلوں کیلئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج و کسب کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ

روزی بے رنج جوئی و حبیب کو بہشت اور جبریل سیب

یعنی روزی بے رنج و بے حبیب تلاش نہ کرو کہ بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لاویں سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی کے کسب و رنج کے متلاشی رہو اور وہ علوم و معارف ہیں تو وہ انشاء اللہ تمکو بے رنج و بے کسب میسر ہو جاوے گی۔ اسلئے کہ جبریل علیہ السلام لائے ہیں وہ تمکو میسر ہو گی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بلکہ رزقے از خداوند بہشت بے صداع باغبان بے رنج و کشت

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (میٹھا) بے باغبان کے محنت اور بے رنج کشت کے یعنی نہ بونے کی ضرورت نہ باغبان کے کام کی ضرورت حق تعالیٰ بے رنج و تعب روزی عطا فرمادیں گے۔

زائکہ نفع نان دران نان دوست بدین آن نفع بے توسط پوست

یعنی اسلئے کہ روئی کا نفع روئی میں اُسکی دین ہے تو جبکہ وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرما دیں گے مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت اور اُسکا جو نفع بے یعنی شکم سیری یہ کہنے اُس میں رکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اُسکے اندر اسکو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اُسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روئی کے مرتب فرمایا تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے تو بس ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغبان عنایت فرما سکتے ہیں۔

ذوق بہمان نقش ناچیں سفر ہست نان بوسفرہ ولی را بہرہ است

یعنی ذوق تو بہمان ہے اور روئی کا نقش مثل سفر کے ہے اور روئی بے دسترواں کے ولی کا حصہ مطلب یہ کہ روئی میں جولڈت ہو وہ تو پوشیدہ ہو اور روئی کا جسم اُسکے لئے مثل دسترواں کے ہے تو جبکہ حق تعالیٰ نے اُس جسم میں وہ لطف و ولایت فرما دیا تو وہی اُس لطف کو بے اُس جسم کے بھی عطا فرما سکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء الدنیا کی خوراک ہوتی ہے

شرح حبیبی

جز بعدل شیخ کو داؤد تست
از بن دندان شود اورام تو
کز دم داود ۲۰ او اگاہ شد
بر سنگ نفست کہ باشد شیخ یار
روح شیخ اور پو مرد دیدہ کن
دستش از داماں مکن یکم رہا

رزق جانی کے بری با سچی ہست
نفس چوں باشی بیند گام تو
صاحب این گاؤرام انگاہ شد
عقل گاہے غالب آید در شکار
نفس از در ہاست با صد زور و فن
گر تو خواہی ایمنی از اثر دہا

خاک شود پیش شیخ با صفا
اگر تو صاحب گاو و اخواهی ز بول
صد زبانی در هر زبان صد نعت
چون به نزد یک ولی الله شود
مدعی گاو و نفس آید فصیح
شهر البغریب الا شاه را
نفس را تسبیح و مصحف در بین
مصحف سالوس او باور مکن
سوئے عرضت آ در و بهر وضو
عقل نورانی و نیکو طالب است
زانکه او خسته عقل تو غریب
باش تا شیران سوئے میشه روند
مگر نفس و تن نداند عام شهر
هر که جنس او ست یارا و شود
کو مبدل گشت جنس تن نماند
خلق جمله عسلی اند از کین
بر خسته دعوی داود کی کند

تا از خاک تو بروید کیمیا
چون خراش بخش کن از سوئے درون
زرق و دستانش نیاید در صفت
آن زبانی صد گزشت کو تم شود
صد هزاران حجت آرد تا صحیح
ره نتانند زوشه آگاه را
اخگر و شمشیر اندر استین
خویش با او همسر و هم کن
واندر اندازد ترا در قفس و جو
نفس ظلمانی بر او چون غالب است
بر در خود سگ بود شیر مهیب
وین سگان کور آنجا بگردند
او نگر و جز بوحی القلب قهر
جز مگر داود که شیخت بود
هر که راحی در مقام خود نشانند
یار علت می شود علت یقین
هر که بے تمیز کف در دے زند

پونہ میا دے شنید آواز طیر	مرع ابلہ میکند آں سے سیر
نقدرا از قلب شناسد غوی ست	ہیں از و بگریز اگرچہ معنوی است
رستم و ہرستہ پیش او یکست	اگر یقین دعوے کند او در شکست
این چنین کس گرد کی مطلق است	چونش اس تمیز بنود احمق است
ہیں از و بگریز چوں آہو ز شیر	سوئے او مشتاب اسے دانا دلیر

اوپر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اُس کا طعنے بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود گوشت کھانے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ جب شیخ جو کہ تیرا داد و دے ہے نفس و عقل کے درمیان انصاف کرے گا اور عقل کو غالب اور نفس کو مغلوب کرے گا اس وقت مل سکتی ہو اس لئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایت پر عمل کرتے دیکھے گا اس وقت وہ عاجز ہو کر تیرا مطیع ہو گا جس طرح کہ وہ گائے والا اس وقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قطعی سن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اس وقت غالب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اڑدہا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرہ جاسکی آنکھیں پھیر کر اُسکو انداز دیتا ہے بس اگر تو اڑدہے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اُس کا دامن ہرگز نہ چھوڑو۔ اس کے سامنے خاک ہو جا تاکہ اُس خاک سے کیا وی بوئی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہو کر تو انسان کامل بن جائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدہوں کی طرح اُسکے اندھ لکڑی کر تاکہ وہ پریشان ہو کر مطیع ہو جاوے۔ یہ بڑا بد مویشی ہے سوزنا میں رکھتا ہے اور ہر زبان میں سوسو بولیاں رکھتا ہے خرشک اُسکے کمر فریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکو تیرے شیخ کا مل ہی مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ جب شیخ کا مل کے پاس چھونچتا ہے تو اُسکی دہتو گزرنی زبان کٹ جاتی ہے اور کچے چوں و چرا نہیں کر سکتا۔ گو یہ مائی گاؤ (نفس) نہایت انسان ہے اور فسطاط میں

سیکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو دھوکہ نہیں دی سکتا اور ہزنی کر کے اسکو راہ راست سے نہیں جھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا چالاک ہے۔ اسکے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور استین میں خنجر و شمشیر۔ پس تم اسکی حکمانہ قرآن خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا رازدار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا چالاک ہے کہ دھوکہ کی ترغیب دیکر تمکو عرض پر لجا تا ہے اور جا کر ندی میں غوطہ دیدیتا ہے مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے بلکہ اُسکے کہے ہو شیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اسکی کوئی عرض مخفی ہوتی ہے پس طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس غریب میں نہ آنا چاہئے جسکے لئے اُسے وہ ترغیب دی تھی۔ مثلاً یہ تم پر سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شخص ہے اور طالبِ حسنات ہے اور نفس ظلماتی و طالبِ سیئات تو نفسِ عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل سپر غالب کیوں نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اسلئے وہ تن سے اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اسلئے اپنے گہر میں ہے اور اپنے گہر پر کتابھی مشیر ہوتا ہے اسلئے وہ خاتمہ تن پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اسپر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو اُسے دواد اہل اللہ کی توجہ اس طرف منتقل ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے اُنکے آگے پانی پیریں گے۔ اور بجز اطاعت کے ان کو چارہ نہ ہو گا کیونکہ اسکے کمر کو عام لوگ نہیں جانتے اسلئے کوئی اُسکو مخلوب نہیں کر سکتا یہ اگر مخلوب ہوتا ہے تو رباب الہامات رہتا یہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اُسکے ہمجنس ہیں اسلئے اُسکے معین ہوتے ہیں بجز داؤدؑ کے جس سے ہماری مراد شیخ ہے کہ وہ اسکی حکمتی کر تلبہ کیونکہ وہ نائب حق ہوا اور جسکو حق سبحانہ اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اُسکی قلبیت ہو جاتی ہے اور وہ محاسن نفس و حق نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہے کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے تعویث پہنچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اُسکے معین ہوں۔ یہاں تک تمکو معلوم ہوا کہ غذا نے روحانی حاصل کرنے کیلئے داؤد وقت کی ضرورت ہے

مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چھت سے نااہل داؤد ۳
 ہونیکے مدعی ہیں بس جو لوگ تیز نہیں رکھتے وہ انکو داؤد سمجھ کر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں انکی
 مثل ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سن کر اُس طرف چل دیتا ہے
 اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملمع میں تیز نہیں کر سکتے ایسے
 لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اُسکو جو پابند دام ہو
 اور اُسکو جو دارستہ از دام ہو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں جیہی تو ایک دھوکہ باز کے پھندے
 میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعویٰ کریں کہ ہمکو فلاں بات
 کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس
 بات کی واقعیت ظاہر نہیں کر سکتا اور واقع میں دونوں محتمل ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ
 وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نہایت ہی ذہین ہو تب بھی جبکہ وہ بالکل
 اور ہر دہریوں میں تیز نہیں کر سکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جس طرح
 کہ برن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو جیسا کہ اُس سے میل نہ کرنا اس سے
 تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہا کہا نیوالا اس قدر قابلِ نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس
 قدر قابلِ نفرت ہوگا لہذا اُسکی طرف تو بالادے رُخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس
 تکو معلوم ہو کہ احمق اور بے تیز لوگ کس درجہ قابلِ گریز ہیں۔

شرح شبیری

رزق جانی کے بری باہمی چست جزو جمل شیخ کو داؤد دست

یعنی رزق روحانی کو پوری اسی سے کب حاصل کر سکتے ہو سو اے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد
 تمہارے ہیں۔ عدل سے مراد تہمت ہے مطلب یہ کہ اُس رزق روحانی کو جسے تربیت شیخ کو
 تم کب حاصل کر سکتے ہو جس طرح کہ روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطے سے اُس شخص کو
 ملنی اسی طرح شیخ کے ذریعے کہ وہ مثل داؤد کے ہے تمکو روزی علوم و معارف حاصل ہوگی
 نفس چوں باشیخ بیند گام تو از بن دندان شود اورام تو

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کیساتھ دیکھے گا تو بن دندان سے وہ تیرا مطیع ہو جاوے گا (بن دندان سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تہ دل سے مطیع ہوگا)

صاحب این کاؤ رام انگاہ شود کز دم داؤد او آگاہ شود
یعنی اس کاٹے والا اس وقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (کاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اس وقت تہدار مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاوے گا اور اُسے شیخ کامل کی خبر ہو جاوے گی اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہی غالب آید و شکار بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار
یعنی عقل شکار میں اس وقت تیرے سگ نفس پر غالب آوے گی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔
نفس از درماست با صند و فن روئے شیخ اور اوچرود و دیدہ کن
یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سوز و روض کے اور روئے شیخ اُسکے لئے مثل مرد آئینہ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرینو والا اور اُسکو اندھا کرینو والا روئے شیخ ہی ہے

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا دستش از داماں کن یکدم رہا
یعنی اگر تم اژدہا سے بچو تو رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اُسکے دامن سے ایک دم کو الگ کر دو
خاک شود پیش شیخ با صفا تاز خاک تو بر وید کیما
یعنی شیخ با صفا کے آگے خاک ہو جاتا کہ تیری خاک میں سے کیما پید ہو یعنی تم اُسکے آگے خاک ہو جاؤ اور اُسکے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہونگے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں چوں خراں میخیش کن از سوئے دل
یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدہوں کی طرح اُسکے سینک اندر کی طرح تو اگہاڑا مطلب یہ کہ جس طرح کہ گدے کے سینک ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اُسکی جڑ اپنے قلب میں سے اگہاڑ دے اور شبہات و لذات کو ترک کر دے اُسکے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہوتا یا نہیں
صد زباں در ہر زبانش صد لغت زرق و دستانش نیاید و صفت

یعنی (اسکے) سوز بان ہیں اور اُسکی ہر زبان میں سونفت میں اور اُس کا مکرو فریب تو بیان
آ نہیں سکتا

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود آن زبان صد گز گرش کوتہ شود
یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اُسکی سوز کی زبان کوتاہ ہو جاتی ہے مطلب
یہ کہ نفس بڑا کار ہے اور اُسکی زبان سوز کی ہے کہ یہ کیسے آگے پھٹا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل
کے آگے چھینچتا ہے تو چونکہ وہ اسکے تمام کمروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اسکے سامنے
اسکی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس مد فصیح صد ہزار ال حجت آردنا صحیح
یعنی مدعی گاؤ (جو کہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لاکھوں حجتیں نادرست لاتا ہے
شہر البغریب بالاشاہ را روتنا ند ز دشہ آگاہ را
یعنی شہر کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو شاہ آگاہ کو مراد نہیں کر سکتا۔
نفس را تسبیح و مصحف دین خنجر و شمشیر اندر آستین
یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں پو تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب
یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پھونچتا ہے۔ ظاہر میں تو بڑا دوست ہے اور
باطن میں بس مار آستین ہے اللہم احفظنا

مصحف و سالوس او باور کن خویش با او ہمسر ہر مکن
یعنی اُسکے مصحف و سالوس اور باور کن کے ساتھ ہمسر مت بنا
ورنہ اگر ازار دار ہو گیا تو یاد رہے کہ گہر کا بہیدی لٹکا ڈھائے۔ اُسکے مکر کی یہ حالت ہے کہ
سوئے حوصت آورد بہر وضو واندر اندازد ترا در قعر او
یعنی وضو کیلئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور (پھر) اُسکے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے
مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لیجا کر کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے
عقل تو زانی و نیکو طالب است نفس ظلمانی بر و چوں غالب است
یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اُسپر کیونکر غالب ہو، آگے

خود بتائے ہیں کہ

زانکہ اور در خانہ عقل تو غریب بر در خود سگ بود شیر مہیب

یعنی اسلئے کہ وہ نفس تو گہریں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے مطلب یہ کہ تنے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اسکو خوب پال رکھا ہے اور بیجاری عقل کو گہر سے باہر کر کہا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے بھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیران سچے بشیر روند ویں سگاں کو رانجا بگردند

یعنی ہیر یا ہیا تک کہ شیر بیشہ کی طرف جاویں اور یہ اندھے کہتے اُس جگہ مطیع ہو گئے۔ (شیران سے مراد شیوخ کا ملین) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کا ملین کو آنے دو وہ انکو اُنکے گہروں سے نکالیں گے اور انکو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو اُنپر غالب کریں گے۔

مگر نفس و تن نہ اندام شہر او مگر دو جز بوحی القلب قہر

یعنی مگر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بحر الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکروں کو عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص بلہم من اللہ ہو وہ اُسکے مکروں کو سمجھ سکتا ہے اور اُسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس دوست یا را و شود جز مگر داؤد کو شیخت بود

یعنی جو کہ اُسکی جنس ہے اُسکا یاد ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤد کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کا ملین کے اور عوام تو سب اُسکی ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اسلئے بچے رہتے ہیں کہ

کو مبدل گشت و جنس تن نہ اند ہر کہ راق در مقام دل نشاند

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا جبکہ حق نے مقام دل میں بٹھادیا مطلب یہ کہ جسکو کہ حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرمادیا وہ اب جنس نفس و تن سے چھوٹ کر جنس روح بن گیا ہے۔ لہذا اُسکو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اسکی ساتھ ملتا نہیں ہے۔

بلکہ اُسکو ہی خود مطیع کر لیتا ہے
خلق جملہ علتی انداز کمین یا رعلت می شود علت یقین
یعنی مخلوق سب باطن کی رو سے علتی ہیں تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہر اہد ہوگی مطلب کہ
جو نہ کہ لوگ سب علتی ہیں اہد اُنکے باطن میں علت وجود ہے لہذا اُن کا میلان بھی علت ہی
کی طرف ہوتا ہے اور وہ اُس سے بچاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ
ہر خستہ دعویٰ داؤدی کند ہر کہ بے تمیز کھن دروے زند
یعنی ہر کمینہ دعویٰ داؤد ہونے کا کرتا ہے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اُسکے اندر ہاتھ مارتا ہے
یعنی کمینہ لوگ شیخ بنتے ہیں تو جو جاہل و تجبر ہیں وہ اُنکے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے
ہیں اور پھنس جاتے ہیں آگے اس پسینے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چول ز صیادے شنید آواز طیر مرغ ابلہ میکند آل سوئے سیر
یعنی جبکہ صیاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو جو قوف جانور اُس طرف کو چلتا ہے مطلب
یہ کہ جب صیاد جانوروں کی بولی بولتا ہے تو جو جو قوف جانور ہے وہ اپنی مجلس کی بولی
سمجھ کر اُدھر جا تا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح جو جو بولے لوگ دعویٰ شیخت کا کرتے
ہیں جو جو قوف ہیں وہ اُنکے دام میں پھنس جاتے ہیں

نقدرا از قلبش ناسد غوی است بین از و بگریز اگر چه مضوی است
یعنی جو کہ بولے کو بولنے سے نہ پہچانے وہ غوی ہے۔ اور اُس سے بھاگ اگر چه (بظاہر) مضوی ہو
کرتہ و بر بستہ بدیش و مکیست گر یقین دعویٰ کند او در شک کیست
یعنی (ہوا و ہوس ہی) چھوٹا ہوا اور (اُن کا) مقید اُسکے آگے سب ایک ہیں (اسلئے کہ) اُسکو
تمیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعویٰ کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اُسے خود ہی شک ہے
تو وہ دعویٰ یقین کا کیا کرتا۔ اطمینان قلب جب کا نام ہے وہ اُسکو حاصل ہی نہیں۔

انچنین کس گرد کی مطلق است چو نش این تمیز نبود احمق است
یعنی ایسا شخص اگر چه (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اُسکو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے
ہیں از و بگریز چول آمو ز شیر سوئے او مشتاب او دانا دلیر

یعنی ارے اس سے بہاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اُسکی طرف کو دوڑت
یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت لیتے ہیں
کہ وہ بھاگے جا رہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بہاگ ہے ہیں فرمایا احمقوں
سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علم کی کی ہوتی ہے تو پھر
اوروں کو تو کیوں نہ ہو گی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

شیر گوئی خوں او منجواست بخت
در پست کس نیست چہ گریزی چو طیر
کز شتاب خود جواب او نگفت
پس بجد و جہد عیسے را بخواند
کہ مراند رگریز متشکلے است
نے بیت شیر و نہ خوف خصم و بیم
می رہا نم خویش را بندم مشو
کہ شود کور و کر از تو مستوی
کہ فسوں غیب را ماولیستی
بر جہد چوں شیر صید آردہ
نے ز گل مرغایاں کنی اے خوبرو

عیسیٰ کریم بلو ہے می گریخت
آں یکے در پے دوید و گفت خیر
با شتاب و آہنجان می تافت جفت
ایکدو میداں در پے عیسے براند
کز پے مرضات حق یک لحظہ نیست
از کہ ایں سوی گریزی لے کریم
گفت از اجمت گریز انم برو
گفت آخر آں سیحانے توئی
گفت آرے گفت تو آن نیستی
اچوں بخوانی آں فسوں بر مردہ
گفت آرے آن منم گفت کہ تو

برو می بروے سبک تا جاں شود
گفت آری گفت پس برو چاک
با چنین بُرہاں کہ باشد در جہاں
گفت عیسی کہ بذات پاک حق
حرمت ذات و صفات پاک او
کاں فسون واسم اعظم کہ من
بر کہ سنگین بخوانم شد سنگاں
بر تن مردہ بخوانم گشت
خوانم اورا بر مل احمق بہ وود
سنگ خارا گشت و زل خون بر گشت
گفت حکمت چیست کا نجا اسم حق
آن ہماں رنجست و این رنجے چرا
گفت رنجے احمقی قہر خداست
ابتلا رنجے ست کاں رحم آورد
انچہ داغ دوست مہرا کردہ ست
ز احمقاں بگریز چوں عیسی گریخت
بر سر آرد زخم رنجے احمقے

در ہوا اندر زماں پترال شود
ہر چہ خواہی میکنی از کیست پاک
کہ نہا شد مرثرا از بندگاں
مبدع تن خالق جاں از سبق
کہ بود گردوں گریباں چاک او
بر کر و بر کر خوانم شد حسن
خرقہ را بدرید بر خود تا بناف
بر سر لاشے بخوانم گشت
صد ہزاراں بار و در مانے نشد
ریگ شد کز وے نہر وید ہیچ گشت
سود کرانجا نبود اورا سبق
اونشد اورا و این را شد دوا
رنج کوری نیست قہر آں تہلاست
احمقے رنجیست کاں زخم آورد
چارہ بروے نیا و برد دست
صحبت احمق بے خونہا بریخت
رحم نبود چارہ جوی آن شقے

اندک اندک برادر دود ہوا
آں گیریز عیسوی نریم بود
زمہریرا پرکند آفاق را

ایں چنین دزد دہم احمق از شما
ایں ست و آں پے تعلیم بود
چہ غم آں خورشید با اشراق را

ایک مرتبہ عیسی علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جا رہے تھے کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر انکو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھ کر ایک مخلص پیچھے دوڑا اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اڑے جا رہے ہیں آپکے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر کیا خوف ہے مگر وہ اسقدر تیز جا رہے تھے کہ جلدی کے سبب اسکو جواب بھی نہ دیا کچھ دور تو وہ اُن کے پیچھے دوڑا مگر جب تھک گیا تو بہت اصرار کیا تھا اسنے حضرت عیسی علیہ السلام کو آوازیں دینی شروع کیں اور بھرانا چاہا اور کہا کہ خدا کیلئے ذرا ٹہر جائے مجھے آپکے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہو گیا ہے اسکو حل فرماتے جائے جب وہ ٹھہری تو اُسنے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپکے پیچھے کوئی شیر آیا ہے نہ کسی دشمن کا خطرہ ہے آپنے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس سے اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک اُسنے عرض کیا کہ کیا آپ یہ ہی عیسے نہیں جو اندھے بیروں کو اچھا کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسوس غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جسکی یہ صفت ہے کہ جب آپ اسکو کسی مردہ پر ٹپ بکرم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کیساتھ اٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس نساں لایا گیا ہو آپنے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اُسنے دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک بستہ سے بھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اُڑ جاتا ہے آپنے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اسپر اسنے متحیر ہو کر بوجھتا کہ جب آپ کی یہ شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود

ان معجزات بابرہ کے پھر کون ایسا ہو جو آپ کا خادم نہ ہو گا اور اُس سے آپ کو قنبر کا اندیشہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہوا اُس ذات پاک کی جو جسم و جان کو ابتدا ہی سے پیدا کر نیوالا اور اُسکی ذات و صفات پاک کی قسم جس کا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق و مطہج ہے کہ میں نے اُس افسوسناک اسم اعظم کو جسکو میں اندھے اور بیروں پر پڑھتا ہوں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں اور پہاڑ پر پرندہ دم کرتا ہوں تو پہاڑ جاتا ہوا اور ناف تک گرے یاں چاک ہو جاتا ہے یعنی مرا سحر ہو جاتا ہے اور مردہ پر پڑھتا ہوں تو زندہ ہو جاتا ہے اور لاشے پر پڑھتا ہوں تو شے ہو جاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کیسا تھا لاکھوں مرتبہ پڑھا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہو گیا۔ اور وہ عادت اُسکی نہ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے ریت کہ قابلِ زراعت ہی نہیں اس پر اُس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کیلئے تو وہ دوا ہو گیا مگر اس مرض کیلئے دوا نہ ہو سکا آپ نے فرمایا کہ وہ ذلول قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثرِ قہرِ خدا ہے اور اندبا پن وغیرہ امراضِ قہر خدا کا اثر نہیں ہیں بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلا وہ مرض ہے جو جبرِ رحم آتا ہے اور احمق وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اسکی وجہ سے خوب نرا دینے کو جبر چاہتا ہے اور داغِ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جسکو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قسم سن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی محبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پہنچا دیتی ہے لہذا مرض احمق خود معالج کو نقصان پہنچاتا ہے اسلئے اس شفیق کا علاج کرنا محکم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ جس طرح کہ ہوا تہوڑا تہوڑا پانی اڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہو سکتا اور آخر میں وہ پانی بالکل خشک ہو جاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفات حمیدہ کو نامعلوم طریقہ سے خدا کرنا رہتا ہے۔ پس تم کو اس سے بچنا چاہئے لیکن تم کو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خوف سے نہیں تھا کیونکہ وہ

تو صوم تھے بلکہ وہ بھانگادوسروں کو علی تعلیم تھی مثلاً اگر کڑکے کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام عالم احمق ہو جاتا تب بھی انکو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں ہی پہاڑ پر بھاگنا اور

ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور اُن سے سوال کرنا

عیسیٰ مریم کو بہت می گریخت شیر کوئی خون اور خواست بخت

یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر انکا خون ریختہ کرنا چاہتا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہوا کوئی شخص اُسے خوف سے بھاگے۔

اُن کے درپے دوید و گفت غیر در پست کس نیست چگریزی و طیر

یعنی ایک شخص اُن کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ غیر تو ہے آپ کے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ پرندہ کی طرح کیوں بھاگ ہے میں مطلب یہ کہ ایسے اڑے ہوئے کیوں جا رہے ہو کوئی دشمن وغیرہ بھی تعاقب میں نہیں۔

باشتاب و آتچنل تیافت نہت کز شتاب خود جواب نہ گفت

یعنی جلدی کیساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اُسکو جواب بھی نہ دیا

یکدم میدان درپے عیسیٰ براند پس بجد و جہد عیسیٰ بلاخو اند

یعنی ایک دو میدان تک تو اُس نے چلنے کے پیچھے چلایا پھر جد و جہد سے اُس نے جیسے

کھارا کز پے عرضت حق کی نظا لیت کہ مراند اگر زیر شکست

یعنی کہ غلبہ اسے ایک گہری کینے کھڑے رہے کہ مجھے آپ کے بھاگنے میں ایک شک ہے

(وہ یہ کہ)

از کہ ایں سو می گریزی اے کیلم نے پیت شیر و نہ خوف خشم و بیم
یعنی لے کریم آپ اس طرف کس سے بہاگ ہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور نہ خوف
دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریز احمق برو می رہا تخم خلیش را بندم مشو
یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جاوہ میں اپنے کو (احمق سے) چیز آتا ہوں تو
میری روک مت ہو۔

گفت آخر آن سیما نہ توئی کہ شود کہ رو کر از تو مستوی
یعنی اُس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی سیما نہیں ہیں کہ آپ سے اندر سے بہرے سب
تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپ کو احمق کیا گزیدہ پہنچا سکتا ہے
گفت آری۔ گفت آن شہ نیستی کہ فصول غیب را ماو لیتی
یعنی عیسیٰ نے کہا کہ ہاں (میں وہی سیما ہوں) تو اُس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ
نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماویٰ اور ٹھکانہ ہیں۔

چوں بخوانی آن فصول بر مردہ بر جہد چوں شیر صید آرد
یعنی جب اُس فصول کو تم کسی مردہ پر پڑھ دو تو وہ شکاری شیر کی طرح کود آئے۔
گفت آری۔ گفت آن منم گفت کہ تو نے زگل مرغان گئی ای خو برو
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اُس نے کہا کہ لے خبر دیکھا آپ وہ نہیں ہیں جو
مٹی سے جانور بنا جیتے ہیں۔

بر دمی برو سبک تا جان شود در ہوا اندر زماں پڑاں شود
یعنی اسپر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہاں تک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اُسی وقت ہوا میں
اُڑنے لگتا ہے۔

گفت آری گفت بل و روح پاک ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں تو اُس نے کہا کہ لے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر سکتا ہے

با چنین بُرہاں کہ باشد و جہاں کہ نباشد مر تر از بندگان
 یعنی با وجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپ کے غلاموں میں سے نہ ہوگا
 گفت عیسیٰ کہ بذات پاک حق مبدع تن خالق جاں در سبق
 یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنانا والا اور ازل میں خالق جان ہے
 حرمت ذات و صفات پاک کہ بود گردوں گریہاں چاک او
 یعنی اُسکی ذات پاک اور صفات کی قسم جسکا کہ آسمان گریہاں چاک (عاشق) ہے
 کال فسون و اسم اعظم را کہ من بر کرد و بر کرد خواندم شد حسن
 یعنی کہ اُس فسون اور اسم اعظم کو کہ میں نے کو رو کر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔
 بر کرد سنگین بخواندم شد سنگان خرقہ را بدرید بر خود تاباناف
 یعنی سنگین پہاڑ پڑھا تو وہ پھٹ گیا اُس نے اپنے خرقہ کو ناف تک پہاڑ لیا۔
 بر تن مردہ بخواندم گشت جو بر سر لاشے بخواندم گشت شو
 یعنی مردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہو گیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہو گئی۔
 خواندم آنرا بر دل احمق بہ ود صد ہزاراں بار و در ماؤ نشد
 یعنی میں نے اُسکو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔
 سنگاں گشت وراں غور نگشت ریگ شد گزدی و زوید پیچ گشت
 یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمق کی) خصلت سے نہ پہاڑیت ہو گیا کہ اُس میں کوئی کستی نہ آتی
 گفت حکمت چیست کا بنجام حق سود گردانجا نمود آن را سبق
 یعنی سائل نے کہا کہ (اس میں) کیا حکمت ہے کہ اُس جگہ تو اسم حق نے افق کیا اور اس
 جگہ اُسکے لئے سبقت نہ ہوئی۔

آن ہماں رنجست و این نخی چرا او نشد این را و آں را شد دوا
 یعنی وہ (کوری و کری) ابھی ایک بیمار ہی ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس نے دہا سکے لئے دوا
 دوا ہو گیا اور اُسکے لئے نہ ہوا۔

گفت رنج احمق قہر خداست رنج کوری نیست قہر آں بتلاست

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا تہر ہے (انقض باللہ مند) اور کوری کا مرض
تہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلاء ہے۔

ابتداء رنجبیت کان رحم آورد احمقی رنجبیت کان رحم آورد
یعنی مبتلا ہو جانا کسی مرض میں (تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے
جو کہ رحم پیدا کرتا ہے۔

انچہ داغ اوست مہر او کہ دہست چارہ بروے نیار دہر دواست
یعنی جو کہ احمقی کا داغ ہے اسے مہر کہہ دینی ہے تو کوئی علاج سپر قدرت نہیں لاسکتا۔ لگے
میرانا فرماتے ہیں

راحمقاں گبریز چوں عیسیٰ اگر نخت صحبت احمقی بسو خونہا بر نخت
یعنی احمقوں سے بہرہ گز جیسا کہ عیسیٰ عجا گے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت سونوں
خرابے کئے ہیں۔

بیسر آرد ز جسم رنج احمقی رحم نبود چارہ جوئی آن شقی
یعنی احمقی کا مرض سر پر رحم لگاتا ہے اور اس بد نخت کا علاج رحم نہیں ہوتا۔
اندک اندک آب را زدود ہوا دایچنیں دزدو دم احمق ارشما
یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے اور اسکو ہوا تھامتی ہے، اسی طرح احمق تم
میں سے عقل کو چراتا ہے اور انجانوں کو بھی احمق بنا لیتا ہے۔

گر میت را زدود و سردی دید ہچنماں کو زیر خود سنگے ہند
یعنی تمہاری گرمی عقل کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے
بچے ایک بہادر کہتا ہے۔

آں گریز عیسوی نہ زدیم بود ایمن است آل از پئے تعلیم بود
یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ) وہ تو بخوف تھے بلکہ تعلیم
کیواسطے تھا اگر انکو بتانا تھا کہ احمق سے اس طرح الگ رہا کرو آگے اسکی ایک مثال ہے کہ
زمہ ہزار پر کند آفاق را چہ غم آن خورشید با اشراق را

یعنی جائز اگر تمام عالم کو سردی سے بہرہ دے تو اس روشن آفتاب کو کیا غم (بہن اسی طرح احمقوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہو جاتی ہیں بس اسی طرح احمق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں) آگے اسکی وجہ بتاتے ہیں کہ -

ہرگز اگر می بود از نور حق او چہ غم دارد و سردیسا بولین
یعنی جسے پاس کہ نور حق کی گری ہو اسکو کسی سردی کا کیا غم ہو (تو بس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ نور حق تھا انکو احمقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) اگر اہل سبا کی حماقت اور اس حماقت کی وجہ سے انکی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

کز دم احمق صبا شان شد و با
در فسانہ بشنوی از کو دکاں
درج در افسانہ شان بس سردی
کنج میجو در سہمہ ویرانہ ہا
قدر او قدر سکرہ بیش نے
سخت زفت و تو بتو ہچوں پیاز
لیک جملہ تن و ناشستہ رو
لیک آں جملہ خام پختہ خوار
اگر ہزار است با شد نیم تن

یادم آمد قصہ اہل سبا
آں سبا ماند بشہر بس کلاں
کو دکاں افسانہ نامی آورند
ہنر لہا گویند در افسانہ ہا
بود شہرے بس عظیم و مہرے
بس عظیم و بس فراخ و بس دراز
مردم وہ شہر مجموع اندرو
اندرو نوع حنلابیق بیشمار
جاں نا کردہ بحساناں تا ختن

آں یکے بس دو روین و دیدہ کوید
و آں دگر بس تیز گوش و سخت کر
واں دگر عیور و بر بنه لاشه تاز
اگفت کور اینک گرو و میر سندن
اگفت کر آئے شنیدم بانگ شاں
آں بر بنه گفت ترساں زان منم
اگر گفت اینک بہ نزدیک آمدند
کر ہی گوید کہ آری مشغله
آں بر بنه گفت آدہ دامنم
شہر را ہشتند بیرون آمدند
اندر آں دہ مرغ فر بہ یافتند
کور دید و آں کر آوازش شنید
مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ
پس طالب کردند دیگے یافتند
بر سر آتش نہادند آں سمن
آتشش کردند چند ال و سپر
زاں ہی خوردند چوں از صید شیر

از سلیمان کور و دیدہ پائے مور
گنج و در و نیست یکچو سنگ زر
ایک دام نہائے جامہ او دراز
من ہی بنیم کہ چہ قوم اند و چند
کہ چہ سیکویند پید او نہاں
کہ بہرند از درازی دامنم
خنجر بگرزیم و پیش از زخم و بند
می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
از طمع بر نرد من ناایمنم
در بہر بیت در دے اندر شدند
ایک دزدہ گوشت بروی نثرند
عور گرفت و بدامن در کشید
استخوانہا زار گشتہ چوں نباغ
بے سرو بے بن سبک اشتافتند
مرغ فر بہ را بدیگ اندر زفن
کاستخوان شد بختہ لہش پیچید
بر یکے از خوردنش چوں ہلہ سیر

چوں سپیل بس بزرگ مہ شدند	بر سرہ زان خوردند و بس فرہ شدند
در نہ گنجیدے ز زرقی در جہاں	آنچنان کنز فرہی ہر یک جواں
از شگاف در برون بستند لغت	با چنین گیزی ہفت اندام رفت
در نظر ناید کہ آں بیجا ہی است	راہ رگ خلق ناپیدا ہے است
زیں شگاف در کہ ہست آن مخفی	نک پیاپے کار و انہما مقتضی
سخت ناپیدا در چندین زفات	بر درار جوئی نیابی آں شگاف

جیکہ لکھو ذکر حماقت تک چھوچی تو جیسے اہل سب کا قلعہ یاد آ گیا کہ انکی احمقانہ گفتگو سے اُن کا شہر سبسا بامو گیا تھا قبل اسکے کہ ہم اُن کا قلعہ بیان کوں اولاً انکے شہر کی حالت بیان کرتے ہیں ان کا شہر معروف بسبا اُس بڑے شہر کے مشابہ تھا جیسا ذکر تم لڑکوں کی کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر انکی کہانیوں میں بہت سے اسرار و نصائح مروج ہوتے ہیں اور گو وہ اپنی کہانیوں میں زلییات بائستے ہیں مگر تم کو تمام ویہ انوں میں خزانوں کا متلاشی رہنا چاہئے لہذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈنا چاہئے ضرور ملیں گے وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورد سے زیادہ دنہ تھا وہ بہت بڑا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چھلکوں کی طرح اور پتلے بسا ہوا تھا اور آدمیوں کی یہ کثرت کہ دشمن شہروں کے آدمی اسیں مجتمع تھے لیکن کشتی میں صرف تین نفوس تھے اور اُسکے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی ایک سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکی پکائی کے کہانیوالے تھے اب مولانا برسیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور انکی جان طالب حق ہو تو فی الحقیقت وہ آدمی کے برابر بھی نہیں یہ جملہ مجترضہ بیان فرما کر بچہ قصہ شہر دہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو اُن میں تیز نظر اور انداز تھا

ۛۛۛ تو انہ ذات جمع رقمہ بر وزن نلہ بمعنی زمرہ و گروہ کذا فی القاموس ۱۲۸۰

جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو دیکھتا تھا اور جو غنی بچا پاؤں یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرا تھا اسلئے کہ یا کہ وہ ایک خزانہ تھا جس میں جو بہار بھی سونا نہ تھا تیسرا سنگا اور مرہل ٹو دوڑانے والا تھا لیکن دامن اس کے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اندھا تھا اُسے کہا کہ کچھ لوگ آ رہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ ہیں اور کہتے ہیں اور جو بہرا تھا اُسے کہا کہ میں انکی آواز سننا ہوں کہ وہ نہ وہ زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو تنگا تھا اُسے کہا کہ مجھے اسکا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دھار نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آگئے اُسے اٹھو اور بھاگو ایسا نہ کہ لوگ ہمیں نہ رہو بچائیں اور قید کر لیں۔ بہرے نے کہا کہ اُسے ہاں انکی آواز تو نزدیک ہوتی جانی ہے یا رہو پیشیا رہو جاؤ۔ ننگے نے کہا بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے انکی طاقت سے کہنکا ہے تم ضرور بہاگو غرض کہ وہ بہاگے اور شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گانوں میں چھو گئے۔ اس گانوں میں انکو ایک بہت موٹا تازہ مرغ ملا لیکن وہ بہت ہی ڈبلا تھا اور اُس میں نہ برابر گشت نہ تھا اندھے نے اُسے دیکھا بہرے نے اُسکی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مرغ مر رہا اور سو کہا ہوا تھا اور کووں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سو کہنکر موت کے تاروں کی مانند ہو گئی تھیں اُسکے بعد انہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جسکے سرخ خانہ پیندی وہ جلدی سے دوڑے اور اُسے لے لیا اور فدا ہانڈی کو جو ہلے پر رکھ دیا اور اُس موٹے تازہ مرغ کو اُس میں اپنی پیشیاری سے کہدیا آگ اُسکے نیچے اتنی جلائی کہ ہڈیاں کل گئیں اور گوشت کیا آج بھی نہ لگی اُسکے بعد انہوں نے اُسکو کہا یا جطر شیر شکار کو کہا تاہم ادا اُسکو کہا کہ ہر ایک ہاتھی کی طرح گھن بول گیا اور اُسکو کہا کہ تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے موتے تازے باقی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اس قدر فرہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کواری درزیت سے فوراً نکل جاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسمیں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مکاری نہ ہونے کے سبب

دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اُسیں کا ہر ایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اُس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لیلوں گراؤں اسکے اس مخفی شکاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکل چلے جا رہے ہیں اس دروازہ کا اسقدر باریک اور غیر محسوس شکاف ہے کہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی دے گرا یا نہ ہو اُسیں کو اتنی جماعتیں کشیدہ نکل رہی ہیں مولانا نے یہاں تک کہا ہے اور ضمناً اُسکے بعض حقائق بیان کر دئے آگے اُسکی شجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور انکی حماقت کا اور انکے اندر انبیاء کی پند و نصیحت کا موثر نہ ہونا

یاد آمد قصہ اہل سبا کز دم احمق صبا شاں شد وبا
یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی جیسے انکو صبا و پاؤ گئی تھی مطلب یہ کہ انکے جو اعمال احمق کے تھے اُسکی جیسے وہ عیش و عشرت اُنکے لئے دیا ہو گئی۔

اہل سبا ماند لشہر سے بس کلاں در فسانہ لبشوی از کود کاں
یعنی وہ سبا ایک (اُس) شہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جسکو مولانا آگے خود بیان فرما دینگے۔ خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ بچے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا لیکن اتنا ایک کوزہ کی برابر اور اس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ ان میں سے ایک بہر ا تھا مگر سستا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک بڑبڑہتا تھا اُنکے دامن بڑے لمبے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے مولانا اس حقیقت بیان فرما دینگے کہ اُنکے اندر دنیا کی اُنکھ تھی۔ دنیا ہی کیلئے کان تھے دنیا ہی کیلئے لباس تھا۔ دین اور خدا کیلئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نقد دم تھا تو مثلاً

دہ اندر عادیں سے اندر ہاتھ اور تیز ہیں معاملات دنیاوی میں تھا۔ علی ہذا ان میں صورت تو حق مگر
معنی نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سبنا بھی اُسی شہر کی مطابق تھے کہ صورت تو بہت
ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام اُنکے اندر کچھ بھی نہیں لگے کہ مولانا اخص
مشہور کو بعد دو تین شعروں کے بیان کرینگے اُسکے بعد اسکی شرح فرما دیں گے اور اس کو
نتیجہ نکالیں گے دور تک یہی مضمون ہر اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کو دکاں افسانہ بامی آورند درج در افسانہ شاہیں سر و پند
یعنی بچے بہت سے افسانے بیان کرتے ہیں اور اُنکے افسانوں میں بہت سے اسرار اور فصاحت
درج ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار مست سمجھو بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو
کہ ان میں بھی معنی ہوتے ہیں یہ فضل نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی کو
نتیجہ نکل آیا۔

ہزار لہا گویند در افسانہ ہا گنج میجو در بہرہ ویرانہ ہا
یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزار کہتے ہیں تو ہم تمام دیرالوں میں خزانہ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اب
اُس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بوڈ شہر کو بس عظیم و مہولے قدر اوچوں قدر سکڑے بلش نے
یعنی ایک شہر عظیم الشان تھا لیکن اُسکی قدر ایک کبوتر سے زائد نہ تھی۔
بس عظیم و بس فراخ و بس دلاور سخت زلفت و زلفت اندازہ پیاز
یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت ہاراز اور بہت ہی عظیم الشان اور ہر ایک پیاز کے۔
مردم وہ شہر مجموعہ اندرو ایک جملہ سہ تن ناشستہ رو
یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اُس میں جمع تھے لیکن سارے تین تن تھے اور (وہ بھی)
ناشتہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اُس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر وہ سارے
تین قسم کے آدمی تھے۔

اندر و نواع خلائی بے شمار لیک ان جملہ سہ فام پختہ کار
یعنی اُسکے اندر نواع خلائی بے شمار لیکن وہ سارے تین فام پختہ تھے یعنی باوجودیکہ نواع

مخلوق بیشمار تھی لیکن پھر بھی یہ تین کم بہت ہی تھے۔

جان ناگردہ بجاناں تاختن گر ہزار نست باشند نیم تن
یعنی جان کو جانان کیساتھ تافتہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ
جسکو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں اسی
طرح اگرچہ اشک میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اسلئے کہ خدا سے انکو تعلق نہ تھا
اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ عورت تین آدمی ہوں۔

آں کیو بس دور میں دودیدہ کور از سلیمان کور دودیدہ پاؤ مور
یعنی وہ ایک بہت دور میں اور دودیدہ کور (یعنی سلیمان) سے کور اور پاؤ مور کو دیکھ رہے تھے۔
مطلب یہ کہ دنیا میں دور میں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔
آں دگر بس تیز گوش و سخت کمر کنج و دروخی نیست کیجو سنگ زر

یعنی بیچ و دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت ہوا ایک خیرہ تھا اور اس کے اندر ایک
جو کی برابر روانہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہل
واں دگر عور و پرہیز لاشہ تاز لیک دامن ہاؤ جامہ اور از
یعنی اور وہ دوسرا بیچارہ مفلک لیکن اس کے کپڑے کو دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے
اعتبار سے یہ نہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب ان میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کور اینک گروہیو میر سندن من ہی یتیم کہ چہ قوم اندوچند
یعنی اندر بالو لاکہ یہ ایک گروہ پیوستہ ہے اور میں انکو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتھیں
گفت کورے شنیدم ہاؤنگشاں کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
یعنی پھر نے کہا کہ میں انکی آواز سن رہا ہوں ان جو کچھ کہ ظاہر پادشہ کہہ رہے ہیں۔
آں برہنہ گفت ترساناں منم کہ ہر دم از درازی دامنم
یعنی وہ برہنہ بالو لاکہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نکال لیں۔

کور گفت اینک نزدیک آمدند خیز بگریم پیش از زخم و بند
یعنی اندر نے کہا کہ یہ نزدیک آگئے اٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے جھاگ جائیں۔

کر تھی گویا کہ آئے مشغلہ می شود نزدیک تر یا رال بلہ
یعنی بہر اکھتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو لے یا رو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبر دار ہو۔

آں برہنہ گفت آوہ دامنم از طبع بر نہ و من نا ایمنم
یعنی اُس برہنہ نے کہا کہ آہ میرے دامن کو طبع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بخوف نہیں ہوں

شہر را ہشتند بیرون آمدند و ز ہمت در دست اندر شدند
یعنی انہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آگئے اور جھگنے کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے۔

اندراں دہ مرغ فریہ یافتند لیک درد گشت بروی نہ زند
یعنی اُس گاؤں میں انہوں نے مرغ مرغ پائے لیکس اُنہیں درد بڑا گرفت تھا اور بہت دُلو تھی

کور دید و آں کر آواز شنید عور گرفت و بدامن در کشید
یعنی اندے نے تو دیکھا اور اُس پہرہ نے اسکی آواز سنی اور تنگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا

مرغ مردہ خشک در زخم کلاغ استخوان ہا زرا گشتہ چوں بباغ
یعنی مرغ مردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تاگے کی طرح پتی ہو گئی تھیں۔

پس طلب کردند دیکے یافتند بے سرو بے بن سبک بشتاقتند
یعنی پھر انہوں نے تلاش کیا تو ایک بچی پائی بے سرو اور بے تنی کے تو تیز دوڑے۔

بر سر آتش نہادند آں سرتن مرغ فریہ را بجہ یک اندر زفن
یعنی اُن تینوں نے اُس مرغ فریہ کو دیکھی میں آگ پر فن سے رکھ دیا۔

آتشش کردند چند اداں پسر کا استخوان ش پختہ حمش بخیر
یعنی لے صاحبزادہ کو اتنی آگ کی کہ ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔

زال ہی خوردند چو ز صید شیر بریکے از خوردنش چوں پیل سیر
یعنی اُن سب نے اُس سے ایسا کھایا جیسے کہ صید سے شیر اور ہر ایک اُسکے کھانے سے ملند

باقی کے سیر تھا۔
پھر زال خوردند پس فریہ شدند چوں پیل پس بزرگ مہ شدند
یعنی قبیلوں نے اُس میں سے کھایا تو مومے ہو گئے اور بڑے عظیم الشان باقی کی طرح ہو گئے۔

آنچنان کز فریبی ہر یک جوال در گنجندے ز رفتی در جہاں
 یعنی ایسے (موتے ہوئے) کہ موتا پے کی وجہ سے ہر ایک جوان جہان میں نہ سما سکتا تھا۔
 باچنیں گزری وہفت انداز رفت از شکاف دروں جہند لغت
 یعنی باوجود اتنے موتا پے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔
 مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کور و کر اور برہمنہ ہوتے ہیں انکی یہ حالت ہوتی
 ہے کہ جوشے ڈرنے کی نہیں ہے اُس سے خائف ہوتی ہیں جیسے کہ یہ لوگ اُس لشکر سے
 ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر
 سے بچنے کیلئے طع نفع میں چلتے ہیں تو طع ہر میں تو انکو نفع ہوتا ہے اور وہ اسکو نفع خیال کرتے
 ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ انکو مرغ لے مگر کمر در اور بے گوشت کو پھر
 جواہل دنیا اس نفع سے متنع ہوتی ہیں تو وہ یہی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی
 نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھا لیا مگر اہل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا
 اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کہا کر خوب موتے ہوئے تھے
 مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکلتے ہیں اگے یہی شرح خود فرماتے ہیں کہ
 راہ مرگ خلق ناپیدا رہے است در نظر ناید کہ آل بیکار ہو است
 یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اسلئے کہ بیکار رہے۔ یعنی
 موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ جب تک کسی کو نظر نہیں آیا۔
 نیک بیایا پے کار و انہا متقی زین شکاف در کہ بہست آن مخفی
 یعنی آگے پیچھے قافے آئیوا لے جانوا لے اس شکاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہو
 بر درار جوی نیابی آن شکاف سخت ناپیدا در چندین زفاف
 یعنی اگر دروازہ پھر کمر تلاش کرو تو شکاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں
 اس قدر دھڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین عیاں
 اے سپر ہر مختصر افسانہ نیست
 کرا مل را داں کہ مرگ ما شنید
 حرص نابیناست بیند موہو
 عیب خود یک ذرہ چشم کور او
 عور می ترسد کہ دامانش بر بند
 مرد دنیا مفلس است او ترسناک
 او برہنہ آمد و غریاں رود
 وقت مرگش کہ بود صد لوحہ پیش
 آن ماں داند غنی کش نیست نہ
 چوں کنار کو د کے پر از سفال
 اگرستانی پارہ گریاں شود
 چوں نباشد طفل را دانش دثار
 مخشتم چوں عاریت را ملک دید
 خواب می بیند کہ اورا ہست مال
 چوں از خواہش بر کشاند گوش کش
 ہچنین ترسانی این عالماں

باز باید گفت شرح این بیاباں
 آشنار ارونے در بیگانہ نیست
 مرگ خود نہ شنید و نقل خود دند
 عیب خلقاں و بگوید فاش او
 می نہ بیند کہ چہ ہست او عیب جو
 دامن مرد برہنہ کے درند
 بیچ اورا نیست و از دزدانش باک
 وز غم دزدش جگر خوں می شود
 خندہ آید جانش را زیں ترخوش
 ہم ذکی داند کہ بوداوبے ہنر
 کو براں لرزاں بود چوں رب مال
 پارہ گریاںش دہی خنداں بود
 گر بہ و خندش ندارد اعتبار
 پس براں مال در غیص می طہید
 ترسد از دزد کے کہ بر باید جوال
 پس ز ترس خویش تسخر آیدش
 کہ بود شاں عقل علم این جہاں

از پے ایں عاقلان ذوقون
ہر کسے ترساں ز دزدنی کسے
گویدا کہ روزگارم می برند
گویدا ز کارم بر آورد خلق
عورت ترساں کہ منم دامن کشاں
صد ہزاراں فضل داند در علوم
دانند او خاصیت ہر جوہرے
کہ بھی دانم تجوز و لای تجوز
ایں رواواں ناروا دانی و لیک
قیمت ہر کاری دانی کہ حیثیت
سعد ہا و خسر ہا دانستہ
جاں جملہ علمہا ایں است و ایں
آں اصول دین بدانتی و لیک
از اصولیت اصول خویش بہ

گفت ایند در نبی لا یعلمون
خویشتن را علم پس دارد بے
خود نداند روزگار سود مند
غرق بیکار نیست جانشت تا بخلق
چوں رہانم دامن از خپکال شاں
جاں خود را می نداند آن ظلوم
در میاں جوہر خود چوں خرے
خود ندانی تو تجوزی یا تجوز
خود روا یا ناروائی ہیں تو نیک
قیمت خود در اندانی احمقیست
ننگری سدی تو یا ناشستہ
کہ بدانی من کیم در یوم دین
بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
کہ بدانی اصل خود اے مرد مہ

اسی ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اسکی صاف صاف شرح کرنی چاہئے اور اسکی
ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم نے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں
بیان کیا۔ اسلئے کہ ہر محقر شے کہانی نہیں ہوتی۔ اور عارف اُسکو افسانہ ہونے کی حیثیت سے
نہیں دیکھتا بلکہ اُسکے متقن اسرار ہونے کے لحاظ سے اُسکو دیکھتا ہے۔ شرح اس کہانی کی یہ ہے

کہ اس میں جو بہت سننے والا بہرا شخص ہے وہ اہل اور امیر ہے کیونکہ اہل دوسروں کی موت تو خوب سنتی ہے کہ آج فلاں مر گیا اور کل فلاں مرا تھا لیکن وہ اپنی موت کی خبر نہیں سنتی اور اس خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب اہل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی مردن کا اسی لئے وہ کبھی دنیا کے ہنگڑوں سے ناسخ ہو کر موت کیسے تیرا دی نہیں کرتا اور اس قسم میں جو تیز نظر انداز ہے وہ حرص ہے کہ نہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجودیکہ وہ عیب بینی میں سہمک ہے اُسکی بھڑٹی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی اس قصہ میں ایک منگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا منگے کو پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جسے کوئی کاٹے یا پہاڑے اُسکی تاویل یہ ہے کہ دنیا دار مفلس ہے۔ اہل تو اُسکے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اُس کی ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اُس کا کچھ بھی نہیں لیکن اسکو چوروں کا کہنکا ہے وہ تو منگا ہی آیا تھا اور منگا ہی چلا جاویگا اور حالت اُسکی یہ ہے کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرنے کے وقت جبکہ وہ اپنی تہید سستی پر ہزاروں آہ و فغاں کرتا ہوگا اُسکی جان اس کے اس خوف پر سننے لگی اور کہیں کہ عجیب تھا جو چوری کے اندیشہ میں گھبراتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولت مند کو محرم ہو گا کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اُسکے پاس کوئی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہیں یہ نہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اس وقت بیکار ہوئے اور جو سہ کار آمد ہے وہ اُسکو آتا نہ ہوگا اسلئے کہیگا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات میں مصروف رہے دنیاوی دولت مندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود میں ٹھیکرے پر رکھے ہوں کیونکہ جس طرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اسی طرح اُس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونیکا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر اُسکے پاس سے کوئی ٹھیکرہ ایلو تو فوراً دسے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا روپیہ لے لیا اور اگر ایک ٹھیکرہ اُسے دیدے تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل گیا۔ لیکن چونکہ لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اسلئے نہ ٹھیکرے کے جاتے رہنے پر اُس کا رونا کوئی چیز ہے اور

نہ اسکے بچانے پر اُس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولتمندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولتمندوں کی یہ ہے کہ وہ اُسکو دولت سمجھتے ہیں۔ دوسری غلطی ہے کہ وہ اُسکے پاس عاریت ہے لیکن وہ اُسکو اپنی ملک سمجھتے ہیں بس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اُسکے عاریت ہونیکے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اُسکے لئے بیقرار ہوتے ہیں۔ انکی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ مسیحا کوئی چور میری خورجین اڑا لیا جوے۔ لیکن جبکہ کوئی شخص اُس کا نیکو کر اُٹھا کر بھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنسنا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا پس یوں ہی یہ دولتمند بھی اسوقت خواب میں اپنے کو دولتمند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جب موت انکو بیدار کرے گی اُسوقت اُنکو خود اپنے اوپر ہنسی آدگی اور جیسے دولتمندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت اُن عاملوں کی خوف کی ہے جو کہ علم و عقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل و علم کچھ بھی نہیں رکھتے چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے ہنسنے والے فاعلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولئک کالانعام بلھم اضل وغیرہ مگر ایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے بڑا ہے کہ کہیں میرا علم نہ خُرا لے یعنی ضائع نہ کر دے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اُسکے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود مسرے پاؤں تک بیماری میں غرق ہے یہ ایک تنگاہ جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زمین پر گہٹے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چیراؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اُسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کر سکتا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں یحییٰ بن دلایحی بن جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ الحق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تو یحییٰ بن کہلانے کا مستحق ہے یا عجی بن کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ سے پار ہو جانوالا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے

(ف) واضح ہو کہ یہ معنی تو اس وقت ہیں جبکہ نسخہ، خود ندانی تو بخوری یا عجری، ہو اور اگر نسخہ، خود ندانی تو کہ حوری یا عجری ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملتہ والدین عم فیضہم نے فرمایا کہ عجری تو یوں ہی یاد پڑتا ہو تو اس وقت معنی یہ ہو گئے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو جیل الباطن ہے یا قلع الباطن فتنبہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جائز یا ناجائز ہونا جانتا ہو لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جانا چاہئے کہ تو بھی رونق راہ حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھ کو اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اعمال اللہ تو کتنا بیش قیمت ہیں اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہو لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ صراحت حق ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و نحوست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سعد ہی یا نحس۔ حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہو گئے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھ کو اپنی اہل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ خطرۂ اچھی ہے مگر تو نے اُسکو بگاڑ دیا ہو (یایوں کہو کہ تمکو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہو یا یوں کہو کہ تمکو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اچھی بھی ہے یا نہیں) اتھارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی جاؤ کہ تمہاری اہل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس شعر میں صرف طول ال اور عرض اور اختصار بآل و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں باز باید گفت شرح این بیاباں

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرتی چلائے

اے پس ہر مختصر افسانہ نیست آشنا را روئے در بیگانہ نیست

یعنی اے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کیلئے روبرو بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی سمجھو بلکہ اُس سے نتائج نکالو گے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اُس اندھے تیز بین کی اور اُس بہرہ تیز بینے

والیکی اور اُس برہنہ دراز دامن کی

کرا مل را دال کہ مرگ ناشنید مرگ خود شنید و نقل خود ندید
یعنی ہر احوال کو جانو کہ وہ ہماری موت کو سنتی جو اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہو چکی ہیں یعنی

حرص نامیناست بیند موبہو عیب خلقال او بگوید کو بگو

یعنی حرص نامینا ہے کہ نہ موبہو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کہ چہ بگو چہ کہتی ہے

عیب خود یک ذرہ چشم کو روا می نہ بیند گر چہ ہست عیب جو

یعنی اپنے کو اسکی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامانش برسد دامن مرد برہنہ کے درند

یعنی ننگے صاحب فرماتے ہیں کہ اُسکے دامن کو لیجاویں گے ارے ننگوں کے دامن کو کب

پہارتے ہیں مطلب یہ کہ اُسکے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پہاڑے ہی گا کیا۔ مگر

انکی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

مرد دنیا مفضل است و ترسناک ہیچ اور انیست از در دانش ناگ

یعنی دنیا دار مفضل ہے اور (بہر) خوفناک جو اُسکو چوروں سے کیا خوف اسلئے کہ

او برہنہ آند و عریاں رود و زخم درخش جگر خوں میشود

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاوینگا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگش کہ بود حسد نوہ پیش خندہ آید جانش از تن خویش

یعنی اُس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس

ہنی خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کس نیست ہم فزکی داند کہ بود او بے ہنر

یعنی اُس وقت غنی جان لیتا ہے کہ اُسکے پاس زر نہیں ہے اندک کی بھی جان لیتا ہے کہ وہ فز

تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنار کو دے پُر از سفال کو بریں لرزاں بود چوں بال
یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکے سے پیری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اسپر مال والوں کی
طرح ڈرتا ہے کہ کوئی ان ٹھیکوں کو چھانے۔
گرستانی پارہ گریاں شود پارہ گریاں شد ہی خنداں شود
یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لیلو تو رونے لگے اور اگر پیراں ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے
چوں نہ باشد طفلان دانش دنار گریہ و خندش ندارد اعتبار
یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اُس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔
مختشم چوں عاریت ملک دید پس بریں مال دروغیں می طہید
یعنی مختشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اُس جھوٹے مال پر تر پنا شروع کر دیا۔
خواب می بیند کہ او را هست مال ترسدا ز دزدے کہ بر باد چو مال
یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اُس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اچک لیگا۔
چوں زوالش می کشاند گوشش پس ز ترس خویش تخریدش
یعنی جب خواب آسکو کان کہینچنے والا اٹھا دیکھا تو اسکو اپنے خوف پر ہنسی آدیگی۔
بچینیں ترسانے اس عالماں کہ بودشاں عقل و علم اس جہاں
یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہو جنکو کہ اس جہاں کا عقل و علم ہوتا ہے۔
از پٹے اس عاقلان ذوقنوں گفت ایزد در بی لایعلیون
یعنی ایسی ہی عاقلان ذوقنوں کیواسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لایعلیون فرمایا ہے
ہر کسے ترساں ز زردی کسے خویشتن را علم پندار دے
یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لئے علم عظیم جانتا ہے۔
گویدا کہ روزگار می برید خود ندارد در روزگار سودمند
یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔
گویدا از کارم بر آورد خلق غرق بیکارست جانش تا بخلق
یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (علائکہ) اُسکی جان خلق تک بیکاری میں غرق ہے،

عورت رساں کہ منہ دامن کشاں
چوں رہا نم دامن ز چکاں کشاں
یعنی تنگنا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو اُنکے چکل سے دامن کس طرح چبڑاؤں
صد ہزاراں فضل دانداز علوم
جان خود درامی نذر اندازِ ظلوم
یعنی لاکھوں فضائل مادم جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داندا و خاصیت ہر جو ہرے
در میاں جو ہر خود چوں خرے
یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہو اور اپنی ذات کے جلنے میں گدھے کی طرح ہو اور کہتا ہے۔
کہ بھی داغم یجوز و لایجوز
خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز

یعنی کہ میں یجوز و لایجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑبیا۔ یعنی اپنی
تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھر تا ہے ایک نسخہ ہو خود ندانی تو یجوزی یا عجوزی مانگے
سننے یہ ہونگے کہ تجھے خبر نہیں کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاقِ حسن جائز ہو یا بڑبیا ہو مگر
اسین تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے

ایں رواواں نار و اداتی ولیک
خود روا یا نار و اداتی میں تو نیک
یعنی یہ روا ہے اور وہ نار و اداتی اسکو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکھ) چلتے والا ہے یا بے چلتے
والا ہے اسکو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکھ روا ہے یا نار و اداتی اگر اس روا
نار و اداتی کو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو رو گئے

قیمت ہر کالہ می داتی کہ چمبست
قیمت خود را ندانی احمقیت
یعنی ہر سبب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔
سعد ہا و خمسہ دانستہ
نغمہ می سعدی تو یا ناشستہ

یعنی سعدی خوش کو تو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے

جاں جملہ علمہا این است
کہ بداتی من کیم در یوم دین
یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے یہی کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہو گے
آں اصول دین بدانتی ولیک
بنگر اندر اصل خود کو ہست ولیک

یعنی وہ اصول دین کے تو تو نے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے

از اصولیت اصول غلیش بہ کہ ہرانی اصل خود لے مردہ
یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ لے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جاں لو۔ (تو دنیا میں
یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیب اور انکی محتاق
کو دیکتے پھرتے ہیں) آگے تعبیہ ان فراتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اصل شان بد بود آں اہل سبا	می ویدندے ز اصحاب لقا
دایشان چندین ضیاع و باغ و مرغ	از چپ و از راست از بہر فضا رخ
بسکہ می افتاد از پڑی شمار	تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
آں نثار میوہ رہ را می گرفت	از پڑی میوہ رہر و در شگفت
سلہ بر سر درختستان شان	پُر شدے ناخواست از میوہ نشان
باد آں میوہ فشاندے بیکسی	پُر شدے ز آں میوہ داہنہاے
خوشہا میوزفت تا زیر آمدہ	بر سر دروے روندہ می زدہ
مرد گلخن تاب از پڑی زر	بستہ بودے بر میاں زرین کر
سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا	تخمہ بودے گرگ صحر از لڑا
گشتہ بہن شہرودہ از دزد و گرگ	بہ نتر سیدے ہم از گرگ سترگ
جامہ ایشان اگر چہ کیں شدے	آتش سوزندہ شان صابون بُدے
در تنور انداختندے جامہ را	بعد یک ساعت شدی خوشنایقا

<p>گر بگویم شرح نعمتہائے قوم مانع آمد از سخنہائے ہم چوں ز خد بردند ناشکری چنان سینہ پیغمبر آنجا آمدند کہ ہلا نعمت افزون شد شکرگو شکر منعم واجب آمد در خرد ہین کرم بینید آں خود کس کند سر بخت شد شکر خواہر سجدہ شکر نعمت نعمت افزوں کند</p>	<p>کہ زیادت می شد آں یونما فیم انبیاء بردند از مرفا ستقم غیرت حق کار گشت در زمان گر ہاں را جملہ رہبری شدند مکہ شکر را بخت شد شکرگو ور نہ بخت شاید در خشم ابد کز جنین نعمت بشکر ملبس کند پای بخت شد شکر خواہد قعدہ صد ہزار ان گل ز غارے سرزند</p>
--	--

جب تکواش ہر کی حالت معلوم ہو گئی تو اُس کے رہنے والوں کا تقصیر ہو۔ چونکہ ایشہر
سبا کے رہنے والے بد اہل تھے اور اُن کے قلوب لرغین تھے اسلئے وہ حق میں حضرت
(انبیاء) سے بھاگتے تھے نہ تو اجمال ہے اب اسکی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا
ملک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف انکو عطا کئے تھے تاکہ اُنکا و الطینان قلب فیہ
اور وہ اُسکو عبادت الہی کا ذریعہ بنا دیں انکے قول و تنم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سرکاری
پر دور ویر میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے کی کثرت کرتے تھے اسلئے رہگیروں کو
چلنے کیلئے خالی راستہ ملتا تھا میووں کا ستر اور رستہ بند کر دیتا تھا اور اجنبی مسافر
کو میووں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے اُنکے باغوں
میں گذرتا تو بلا اسکے خواہش کے میووں کی کرنے سے ٹوکرا بہر جاتا تھا بدون اسکے
کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا انکو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میووں

سے بہر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے پیچے ٹکے ہوئے تھے جو چلنے والے کے منہ سے مس کیے تھے
سوئے کی کثرت سے بہر مہو بخج کی یہ حالت تھی کہ مکر میں سوئے کو چٹکا ہاندہ کر بہاڑ چھوٹا تھا
آئین کی یہ حالت تھی کہ کچھو کچھ پاؤں میں روندے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بہیڑیوں کی خوراک
کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدبھنی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت دولت
سے استغنا بڑا ہوا تھا اسلئے اہل شہر کو نہ چور کا ہٹکا تھا نہ بہیڑیوں کا اور چونکہ بہیڑیوں
اپنی شکم سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اسلئے بکریوں کو بھی بہیڑیوں
کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کا اگر کچرا میلہ ہو جاتا تھا تو وہ آگ جھکا کام جڑانا ہے اُنکے لئے خواہ
بہت خیر استدرجی یا بہ سبب بہر مندی انکو صابون کا کام دیتی تھی یعنی تھوڑی دیر کیلئے وہ
اُسے تنور میں ڈال دیتے تھے اور اسکا میل کھیل ہلکے کچرا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض اُنکو بچہ
مٹول اور بے انتہاء شغف حاصل تھا۔ میں کہتا تھا کہ بیان کروں اسلئے کہ اگر میں ان کی نعمتوں
کی تفصیل کروں جو یوں انکو مارتے پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاؤ گی
لہذا اسی قدر پراکتفا کر کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں۔ سنو انبیاء کو حکم ہوا کہ جس بات
کا تمکو حکم ہوا ہے اسکو بجالاؤ اور انہوں نے اسکی تعمیل کی یعنی اہل سبائی تبلیغ پر آمادہ
ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لگئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ)
کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑی تو غیرت حق نے اپنا کام
کیا اور انکی اصلاح کیلئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیردہ نبی متعاقباً یا جمعا آئے
اور انکی بہیڑی کی اور فرمایا کہ دیکھو لوگو نعمت حق سبحانہ بہت بڑی مہنی ہے اب اُسکا شکر بھی
ادا کرنا چاہئے اور اگر اس پر شکر سوراہا ہے تو اسے اڑھ لگا پی چاہئے یعنی اگر شکر میں غور
واقع ہو تو پھر نہ سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عطا واجب ہو اور
ناشکری کی صورت میں تم قہرا ہی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت
بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفا
کرتا ہے مثلاً سرسی نعمت عطا کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی ارشاد
ہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ وغیرہ معمولی اور آسان

اور یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گزشتہ نعمتوں ہی کا مواضع سمجھا جاوے۔ بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہو گا اور تمہاری نعمتیں اُس سے اور بڑھیں گی اور کانٹوں میں لاکھوں بیول نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تم کو اس طریق سے پہنچیں گی کہ تم کو وہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ ہو گا۔

شرح شبیری

اہل سبکی اگر اڑا اور انکی ناشکری کا قصہ

اصل نشان بد بود زان اہل سبکی می رسیدندے ز اصحاب لقاب
یعنی اُن کی اہل بُری تھی اسلئے اہل سبکی اصحاب لقاب سے بھاگتے تھے اصحاب لقاب سے مُراد نبیا
کیونکہ ان کو لقاب حق میسر ہوتا ہے۔

دانشاں چند فیضیاع و باغ فراغ از چپ از راست از بہر فراغ
یعنی حق تعالیٰ نے ان کو اس قدر اسباب اور باغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کیوں واسطے دیا تھا کہ۔
بسکمی افتاد از پُری شمار تنگ می شد معبرہ بر رہگذار
یعنی پہل ز یادتی کی وجہ سے اس قدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہو جاتا تھا۔

آں نشان میوہ رہ را می گرفت از پُری میوہ رہر و در شکفت
یعنی وہ میوہ کا گرنہ رستہ کو گھیر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا
سلہ بر سر بر درختان نشان پُر شدے ناخواست از میوہ نشان
یعنی ٹوکرا سر پر رکھ کر انکے باغوں میں بے خواہش میوہ نشان کے پر ہو جاتا۔

باداں میوہ نشان دے ڈکے پُر شدے زراں میوہ دا منہا لے
یعنی ہوا اُس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گرا فی تھی اور اُس سے بہت سودا من پُر ہو جاتے تھے
خوشہ ہانے ز رفت تاز میرآمدہ بر سر و روئے رونہ می زدہ
یعنی بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر لگتے تھے۔
مرد گلخن تاب از پُری زر بستہ بودے بر میاں زریں کر

یعنی بہرہ بخار روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے کہیں نہیں چکا باندھتا تھا۔
 سنگ کلیجہ کو نختے در زیر پا غمہ بودے گرگ صحر از تو
 یعنی گٹا کلیجہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحر کو غمہ ہو جاتا تھا۔
 گشتہ آئین شہر وہ از در درگ بزم تیر سید سے ہم از گرگ سرگ
 یعنی شہر اور گاؤں چوراہہ ہیرٹھے سے بیخون تھے اور بکری گرگ عظیم سے نہ ڈرتی تھی اسلئے
 کہ ہیرٹھے کو شہر میں آنیکی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اسکو جھٹل ہی میں اتنی غذا لمجائی تھی کہ بہر
 اسکو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامہ ایشاں اگر چہ کہیں شد آتش سوزندہ شاں صلابون نبد
 یعنی اُن کے کپڑے اگر مینے ہو جاتے تو آگ جلائے دالی اُن کا صلابون ہوتی۔
 در تنور انداختندے جامہ را بعد یک ساعت سے خوشن بامصفا
 یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوشن بامصفا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ
 میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اُن کی آگ کو بھی اس قدر نرم کر دیا ہو کہ
 وہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم کہ زیادت نی شد آن یو ما فوم
 یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن بہ دن زیادہ ہو کر قی نہیں۔
 مانع آید از سخنہائے ہم انبیاء ہر دندامر فاستقم
 یعنی اُن باتوں کی شرح کرنا مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاوے گی اور انبیاء اُنکے پاس امر
 فاستقم لائے یعنی جب قدر نعمتیں اہل سب پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت
 اختیار کرو پہل مت جانا۔

چول ز حد بردن ناشکری چنان غیرت حق کا بر شد در زماں
 یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اس قدر لپکے کہ غیرت حق اُسی وقت کار گر ہو گئی یعنی غیرت
 حق اُن کی اس حرکت سے جوشش میں آ گئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سبکی نصیحت کے لئے آنا

سیر زدہ پیغمبر آج بآ آئند گمراہ را جملہ رہبری شدند
یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمراہوں کیلئے رہبری ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)
کہ ہلا نعمت خدوں شد شکر گو مگر کب شکر از تجسیدت کر کو
یعنی کہ خیر دار نعمت زیادہ ہو گئی ہے شکر کرو اور مگر کب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔
شکر منعم واجب آمد در خرد ورنہ بکشايد در خشم ابد
یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ
بکلیک تابے؛

ہیں کرم پینید وایں خود کس کند کز چنین نعمت لشکر بوس کند
یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرتا ہے کہ اتنی نعمتوں پر ایک شکر کو بس کرے مطلب کہ
حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تھکڑے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نکرے
تو اسکی بدبختی آگے آئے لفظ فرماتے ہیں کہ

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدہ پایہ بخشد شکر خواہد قعدہ
یعنی سر نہ بکھینچتے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں نہ بکھینچتے ہیں اور شکر میں ایک
قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند صد ہزاراں گل ز خاک سے سرزد
یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور لاکھوں بھول ایک خار سے ظاہر ہوتے
ہیں یعنی ہمارے اس شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

ما شیم از شکر و نعمت ملول	قوم گفتہ شکر مارا بر دغول
کہ نہ طاعت ما خوش آید نہ خطا	ما چتاں پر مردہ شتیم از عطا

مانی خواہیم نعمت ہا و باغ
مانی خواہیم اسباب فراغ

نعمتہ سپیشہاں ازین
شکر چہ گوئیم برگوئیدہاں

ان لوگوں نے کہا کہ صاحبو ہم سے شکر کی توقع نہ رکھو نہ ہمارا جی شکر کو چاہتا ہے نہ نعمت کو ہمارا دل تو اس نعمت سے اتنا مرعوب ہوا گیا ہے کہ نہ حکموطاعت میں مزہ آتا ہے نہ محبت میں آپ اس نعمت ہی کی بنا پر تو ہم سے شکر چاہتے ہیں پس ہمیں نہ ان نعمتوں کی ضرورت ہے اور نہ باغوں کی اور نہ حکمواسباب فراغت و کار ہے آپ یہ سب لیجائیں اور ہمارا پیچھا چھوڑیں آپ نعمت نعمت گاتے ہیں کیسی نعمت ہمارا تو اسکی طرف رخ کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ اب فرمائے ہم کس بات کا شکر کریں۔

کہ از اں در حق شناسی قوت است
طعمہ در پیما کے قوت شود
جملہ ناخوش گشت صاف ادا کرد
گشت ناخوش ہر چہ بر کف زدی
شد حقیر و خوار در دیدار تو
پیش تو ادا بس مہ است و مہرم
ز ہر اورد جملہ خلائق ساری است
کہ شکر با آن حدت خواہد نمود
آب حیواں گر بر آتش شود
مرگ گرد ز اں حیات عاقبت

انبیاء گفتند در دل علتہ است
نعمت از وجوہ جملگی علت شود
چند خوش پیش تو آدا محصر
تو عدد دے این خوشیہا آمدی
ہر کہ اوشد آشنا و یار تو
ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم
این ہم از تاثیر آن بیماری است
دفع آں علت بیاید کرد زود
ہر خوشی کا ید تو ناخوش شود
کیمیاے مرگ و حبلستان صفت

بس غذائے که زو و دل ندهد
 بس غریبے که نیاز آشکار شد
 آشنائی عقل با عقل از صفا
 آشنائی نفس با هر نفس پست
 زانکه نفسش گرد علت می تند
 گر نخواهی دوست را فردا نفیر
 از سموم نفس چوں با علت
 گر بگیری گوهرے سنگ شود
 و بگیری نکتہ بکر لطیف
 که من این را بشنیدم کہنه شد
 چیز دیگر تازه و نو گفته گیر
 دفع علت کن چو علت خوشود
 تا که از کہنه بر آرد برگ تو
 ما طبیبانیم و شاگردان حق
 آن طبیبان طبیعت دیگرند
 ما بدل بیواسطه خوش بنگیریم
 آن طبیبان غذایند و شمار

چوں بیامد در تن تو گنده شد
 چوں شکارت شد بر تو خوا شد
 چوں شود هر دم فروں باشد دلا
 تو یقین می دال که هر دم کمتر است
 معرفت را زود فاسد می کند
 دوستی با عاقل و با عقل گیر
 هر چه گیری تو مرض را آلت
 و ر بگیری مهر دل جنگی شود
 بعد در کت گشت بد ذوق کشف
 چیز دیگر گو بجز این لے عضد
 باز فردا زان شوی سیر و نفیر
 هر حدیث کہنه پیشت نو شود
 بشگفاند کہنه صد خوشه زگو
 بحر قلزم دید ما را فافلق
 که بدل از راه نبضه بنگرند
 که فرست ما بجای منظریم
 جان حیوانی بدلیشاں استوار

ماطبیبان فعاہم ومعتال	ملہم ماپر تو نور جلال
کاینچنین فعلے ترا نافع بود	وانچنان فعلے زرہ قاطع شود
اینچنین قولے ترا پیش آورد	وانچنان قولے ترانیش آورد
آنچنان وانچنین از نیک بد	پیش تو بنہیم و بنہا یم جد
گر تو خواہی یں گزین و خواہی یں	ز ہر و شکر سنگ گوہر شد عیاں
والا طبیبان را بود بوسے دلیل	ایں دلیل ما بود وحی جلیل
دست مزدے می نخو اہیم از کسے	دست مزد ما رسد از حق بسے
ہیں صلابیاری نا سورا	اداروئے مالک بیک رنجور را

انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر پوتا ہے تو ہر نعمت اُس سے روگ معلوم ہوتی ہے دیکھو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذا میں کھلاؤ کبھی قوت نہ آئیگی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہو گئی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرقت تحلیل ہو گئی اور خلط فاسد کے بڑھنے سے مرض میں زیادتی ہو گئی پس بطرح یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکھلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اور صاف شے ٹھوکر دکھلائی دیتی ہے اور اسلئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر ہاتھ ڈالنے ہو ٹھوکر بُری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہو تاکہ وہ تمہارے نظر میں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تاکہ وہ معزز اور کرم سمجھا جاتا یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں انکو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اہل دنیا جو درحقیقت بیگانہ ہیں انکی قدر کرتے ہو یہ بھی اسی دبا و عام کا اثر ہے جسکا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے پس اسوقت ضرورت اسکی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر یا غافہ

دیکھائی دیگی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہو گیا ہے اور
جو بھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بُری معلوم ہوتی ہے اگر آغبات بھی تمہارے پاس
پہنچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں اُگ ہو جاتا ہے اس سے انجام کار حیات روحانی مبدل
ہو موت روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی کمی یا ہے جو قلب مابینت کرتی ہو
نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہو گیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات
بخشنے والی ہیں وہ تمہارے بدن میں جا کر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض
بڑھاتی ہیں۔ اور بہت سے شکار ناز یعنی نازین محبوب جو اس قابل ہیں کہ اُنکی ناز برداری
لجھا دے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم اُنکو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کس قدر فساد مزاج ہو
یاد رکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کیساتھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت
کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اُس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ
ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کیساتھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گہشتی جاتی ہو
اور جہاں سکی ہے کہ نفس بلا بس مرض یعنی شہوات و اہوا ہے اسلئے دوستی
میں بہت بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہیگی دوست رہیگا اور جب
غرض حاصل ہو جائیگی یا اُنکی امید منقطع ہو جائیگی الگ ہو جائیگا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ
دل کو دوست سے بگاڑ اور تفرق ہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔ یاد رکھو کہ جب تک
تم اثر نفس سے مریض ہو اس وقت تک تمہاری یہی حالت رہیگی کہ جو چیز تم کہاؤ گے وہ مرض بن
جاو گی اور ہر شے تلخ و غلاف مابہی علیہ دیکھائی دیگی۔ مثلاً لوگ تم موتی اور نگوں نظر آئیگا پتھر
کر دے محبت انجام کار بنجائیگی دشمنی اور سمجھو گے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد
ہو جائیگی بے مزہ اور ہمدی اور تم کہو گے کہ یہ تو میں سن چکا اور پُرانی بھی ہو گئی اب کوئی
اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر یہ کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل
نفرت ہو جائیگی۔ اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع
ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دمع کرو جو ان آثار کا منشا ہے پس جبکہ دہر مرض منقطع
ہو جائیگا تو ہر پُرانی بات میں بھی نگوئی ہی کا مزہ آدیکھا۔ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ پُرانے ہی

درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ پڑانے ہی درخت سیکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی باتیں جو اس وقت تک اساطیر الاولین نظر آتی ہیں یا پڑانی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی ہیں ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف توجہ کرتے ہو اور ان متعارف طبیعوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔ دیکھو تو سہمی ہم میں اور ان میں کس قدر تفاوت ہے۔ ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلم بھی ہموک جانتا اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہم کو دیکھ کر ہیٹ جاتا ہے اور راستہ دیر تیا ہے ہم وہ اطباء طبیعت نہیں جو دل کے بعض حالات بغض سے نظرنا معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں۔ ہمتوہ لگو خوب اچھی طرح اور براہ راست بلا توسط بغض عیاناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر ہیں۔ نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پہلوؤں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جاننے والے اور ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال و اقوال ہیں ہموک ان کے خواص پر تو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اُس پر تو ہی سے ہموک معلوم ہوا ہے کہ فلاں کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تم کو راہ حق سے جدا کرے گا اور فلاں بات تم کو راہ حق میں آئے بڑھائیگی اور فلاں بات تم کو نقصان پہنچاؤ گی اور سب ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور ان کی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔ اس کے بعد تم کو اختیار حاصل ہے خواہ استیادنا تم کو لیلو خواد ضارہ کو تمہارے سامنے مونی اور تم کو بالکل صاف دکھائے ہوئے ہیں۔ نیز وہ طبیب تو قادر وہ سے بعض احوال پہنچاتے ہیں اور ہموک روحی حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور ان کے علم میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری تشخیص اور ان کی تشخیص میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ مرض جس کا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ ہمت بالشان ہے جس کا متعارف طبیب معالجہ کرتے ہیں اور ہم ان کی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت پر نسبت ان کی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا

کہ نعل ہی مانع ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہمے علاج نہیں کراتے دیکھو پوش میں آؤ اور اپنے
مسالچہ کی فکر کو رہیم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم مسیر البرہہ امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار
کو بلا امتیاز اپنے شفا خانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی
چاہے ہمے علاج کراتے۔

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

قوم گفتہ شکر مارا بر مغول ماشدیم از شکر و از نعمت ملول
یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بہت لیگئے اور ہم تو شکر اور نعمت سب ملول ہوئے
ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو وہ کرے جسکو نعمت سے راحت ملے ہم تو اس قدر نعمت ہونے سے
اکٹانگئے ہیں۔ لہذا ہم شکر کیا کریں۔

نعمتے چہ سیر شد جاں نازیں شکر چہ گوئیم بر گوئیہیں
یعنی نعمت کیا جوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہو گئی ہے ہم شکر کیا کریں
اور بے کچھ بتاؤ تو۔

پیش ما این نعمت آرد محنتے شکر محنت کس گفتہ استی فتو
یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کی نے کیا ہوا جو ان
ماں چناں پیر مردہ شستیم از عطا کہ نہ طاعت مل خوشی آید نے خطا
یعنی بہتو اس عطا سے اس قدر پیر مردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہوگی معلوم ہوتی ہے اور نہ خطا
مانی خواہیم نعمت یا و باغ مانی خواہیم اسباب فراغ
یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (خود باغ)

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل ملتے است کہ انان حق شناسی فتواست

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اسکی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہو رہی ہے۔

نعمت ازوے جنگلی علت شود طعمہ در بیمار کے قوت نشود
یعنی اُس علت کی وجہ سے نعمت بھی علت ہو جاتی ہے اور بیمار میں کہاں تک قوت ہو تا ہے۔ یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کھانے بد مزہ ہو جاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہو جاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آملے مص جملہ ناخوش گشت صاف و کدر
یعنی اے مص (عبدالذہب) تیرے سلسلے کتنی ہی عمدہ اشیاء آئیں (مگر) سب ناگوار اور اُن میں کی صاف کد ہو گئیں (یہ سب اُس مرض کی وجہ سے ہے)
تو عدوئے این خوشبہا آمدی گشت ناخوش ہرچہ بود کفندی
یعنی تو ان عمدہ اشیاء کا دشمن ہو گیا ہے اور تو نے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بُری ہو گئی۔

ہر کہ او شد آشنا و یار تو شد حقیر و خوار در دیدار تو
یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔
ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم پیش تو او بس مہ است محرم
یعنی جو شخص کہ وہ تیری ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام انکو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں اُنکے آشنا ہوتے ہو

ایں ہم از تاثیر آن بیماری است زیر اور جملہ خلقان ساری است
یعنی یہ بھی اُسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اُس کا ہر ساری مخلوق میں سرایت کر گیا ہے
دفع آں علت بہاید کرد زود کہ شکر یا آں حدت خواہد نمود
یعنی اُس مرض کو جلد ہی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اسکی ساتھ تو شکر بھی نجاست دکھائی دیگی۔
ہر خوشے کا یبد تو ناخوش شود آب حیواں گر ز سداش شود
یعنی جو عمدہ شے کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر بھونچے تو

آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اُس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی ہمارے پاس آکر مضر ہو جاوے گی
 کیمیا و مرگ جسک است آن صفت مرگ گرد زراں حیانت عاقبت
 یعنی یہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اُس سے تمہاری حیات آخر کار مرگ ہو جاوے گی۔
 مطلب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو تبدیل ہو کر دیتا ہے۔
 بس غدا کے کہ زوی دلانہ شد چوں بیامد رتن تو لند و شد
 یعنی بہت سی وہ غذا ہیں کہ اُن سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ
 لندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ بنار آشکار شد چوں شکار شد بر تو خواشد
 یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو
 تیرے نزدیک خوار ہو گئے۔ مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شغقت کی وجہ سے
 تم پر شفیق ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تم نے انکی ذلت کی جیسے
 کہ حضرات انبیاء علیہم السلام شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔
 آشنائی عقل با عقل از صفا چوں شود ہر دم فزون باشد و لا
 یعنی عقل کی عقل کیساتھ دوستی صفائی کیساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے
 آشنائی نفس با ہر نفس نیست تو یقین می داں کہ دم و دم کمتر است
 یعنی نفس کی ہر نفس کیساتھ آشنائی ہو تو تم یقیناً جان لو کہ دم پر دم کم ہو گے
 زانکہ نفسش گرد علت می تند معرفت را ز روز فاسد می کند
 یعنی اسلئے کہ اُس کا نفس علت کے گرد تنہا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے۔
 گر خواہی دوست را فرما فیہ دوستی با عاقل و با عقل گیر
 یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی عاقل و عقل کیساتھ اختیار کر۔
 از سموم نفس چوں با علت ہر چه گیری تو مرض را آلتے
 یعنی سموم نفس سے جب تو با علت ہے تو جو کچھ کہ تو نے گا تو مرض کیلئے آلہ ہو گا۔ یعنی
 اگر چہ بات بھی لیگا تو اُس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہوگی۔

گوبیری کو ہرے سنے شود و ربگیری مہر دل جنگے شود
یعنی اگر تو گوبہرے تو وہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو طرائی ہو جاوے۔
ورگیری نکتہ بکر و لطیف بعد در کشت بد ذوق کشیف
یعنی اگر کسی نکتہ نو و لطیف کو لوگے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کشیف ہو جاوے گا
(اسلئے کہ تم اسکو سنکر کہتے ہو کہ)

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد چیز دیگر گونجہر ایں اے عصفہ
یعنی میں نے اسکو بہت مرتبہ سنا ہے پڑانا ہو گیا ہے تو اسکے سوا اے قوت بازو کوئی اور چیز
بیان کرو۔

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر باز فردا ز ازل شوی سیر و نفیر
یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کر لو تو تم اس سے بھی توکل کو سیر اور نفیر ہو جاؤ
تو پھر اور نئی بات مانگو گے پھر اور مانگو گے علی غیر النہایت لہذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ
دفع علت کن چو علت خوشود ہر حدیث کہنہ پیشیت نو شود

یعنی اس مرض کو دفع کر دے کہ جب مرض دفع ہو جاوے گا تو ہر بات پڑانی تمہارے سامنے
نئی ہو جاوے گی اسلئے کہ تم اس کے الفاظ پر نظر نہ رکھو گے بلکہ اس سے جو نفع ہے اس پر تمہاری
نظر ہوگی اور اس سے منتفع ہو گے تو گویا کہ ہر بات نئی بات ہوگی آگے اسکو فرماتے ہیں کہ
تا کہ از کہنہ بر آرد برگ نو بشکفا ند کہنہ صد خوشہ ز کو

یعنی بہانہ تک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑھے میں سے سو خوشے نکالے گا مطلب
یہ کہ اسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہو گے تو گویا کہ ہمیشہ نئی بات نئی اور نیکو ہر بار اس میں نیا لطف
آوے گا تو جہل اس مرض کو کہود و ساری باتیں آسان ہو جاوے گی آگے پھر ان انبیاء کا اہل سبکو
جواب ہے فرماتے ہیں کہ

ما طیبیا نیم شاگردان حق بحر قلزم دید مارا فالخلق
یعنی ہم طیب ہیں اور شاگردان حق ہیں ہر بحر قلزم نے دیکھا تو وہ بھی پیٹ گیا یعنی
متاثر ہوا مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم

ہی (یعنی اہل سبائی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

اَس طیبیاں طبیعت دیگرند کہ بدل ازراہ نبضہ بنگرند

یعنی وہ طیبیاں طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دلو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

ما بدل بیواسطہ خوش بنگریم کہ فرست مایعالی منظریم
یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اسلئے کہ فرست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

اَس طیبیاں غذا است و شمار جان حیوانی بدلیشاں استوار

یعنی وہ طیب غذا کے ہیں اور شمار کے کہ جان حیوانی ان سے درست رہتی ہے۔

ما طیبیاں فعالیتیم و مقالہ ہم ما پر تو نور جلال
یعنی ہم طیب فعالیت و مقالہ کے ہیں اور ہمارا طہم نور حق کا پر تو ہے یعنی ہم افعال و اقوال کے ضرور نفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا مبداء فیض نور حق ہے کہ اس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ۔

کامچنین فعلے ترا نافع بود و آنچنانا فعلے زہرہ قاطع بود
یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ایسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

آنچنین قولے ترا پیش آورد و آنچنانا قولے ترا پیش آورد
یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لا دیا گا اور ایسا قول تیرے زعم لگا دیا گا (غرض کہ مضر و نافع سب تمہیں بتا دیتے ہیں)

آنچنانا و آنچنین از نیک و بد پیش تو بینم و بینا سیم جد
یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور حقیقت کو دکھا دیتے ہیں

کہ تو خواہی ایس گریں در خواہی زہر و شکر سنگ و گوہر شریاں
یعنی اگر تو چاہے تو اسکو قبول کر اور اگر چاہے اسکو نہ کر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہوگا

اَن طیبیاں را بود بولے دلیل وین دلیل مابود و حی جلیل
یعنی ان طیبیوں کیلئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل و حی جلیل سے ہے

دست مزد می خواہیم اگر کسی دست مزد ما رسد از حق بے
یعنی ہم کسی سے اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو حق تعالیٰ سے پہونچ رہی ہے۔ یہ شعر
ترجمہ ہے ما اسئلکم علیہ اجر ان اجری الا علی العلیین کا اور فرماتے ہیں کہ
ہیں صلا بیماری ناسور را داروے مایک بیک زنجور را
یعنی ہاں بیماری ناسور کیلئے اعلان ہے اور ہماری دو ایک ایک مریض کیلئے (مفت) ہے
مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو ناسور جو ایسی شے ہے کہ اُس کا علاج ہی
ہنیں مگر ہم ناسور قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی ذوا تقسیم کرتے ہیں
جس کا دل چاہے علاج کراوے۔

شرح حبیبی

کو گواہ علم طب نافعی
بہجوما با شید و در دہ می خرید
کے شما صیاد و سیمرغ و لید
کہ شمار د خویش از پیغمبران
کردن اندر گوش و افتادن بدو غ
مایہ کوری حجاب رویت است
می نہ بیند این گہر در دست ما
ماش گروا نیم گرد چشمہا
کوئی بیند گہر حبس عماست

قوم گفتند اے گہر وہ مدعی
چوں شما بستہ ہمیں خواب غمید
چوں شما در دام این آب و گلید
حب جاہ و سروری دار و بدل
مانخواہیم اینچنین لاف دروغ
انہما گفتند کایں ز اں علت است
دعوے ما را شنیدید و شما
امتحانست این گہر مر خلق را
ہر کہ گوید کہ کو گوا گفتش گواست

آفتابے در سخن آمد کہ خیز
تو بگوئی آفتابا کو گواہ
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ
ورنہ می بینی گمانے پردہ
کورئی خود را کن زین گفت فاش
فضل بے علت مگر در یادیت
ورنہ مانی در چنین کوری ابد
در میان روز گفتن روز کو
صبر و خاموشی جذوب حرمت است
انصتوا پذیر تا بر جان تو
گر نخواهی نکس پیش این طبیب
گفت افزوں را تو بفروش و بخر
تا شنائے تو بگوید فضل ہو
چوں طبیبان را نگہ دارید دل
دفع این کوری بدست خلق نیست
این طبیبان را بجاں بندہ شوید

کہ برآمد روز و بر جہ کم ستیز
گویدت لے کور از حق دیدہ خواہ
عین جستن کوریش دارد بلاغ
کہ صباح است و تواند پردہ
خامش و در انتظار فضل باش
زین شقاوت روئے دل بر تابد
آئینہ نہاں شد از تو در غر
خویش رسوا کرد دل ست ای تنہ خو
وین نشان جستن نشان علت است
آید از جاناں جزائے انصتوا
برزین زن زود سرا ای لبیب
بذل جان و بذل جاہ و بذل سر
کہ حسد دارد ملک بر جاہ او
خود بہ بینید و شوید از خود حجل
لیکن اگر ارام طبیبان از ہر لیت
تا بمشک و عنبر آگندہ شوید

ان لوگوں نے انبیاء کا وعظ سنا کہ اے طب دانی کا دعویٰ کرنے والی جماعت تمہاری

طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب و غور ہو تو تم بھی ہماری
 ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کہاتے پیتے ہیں تم بھی کہاتے پیتے ہو اور جبکہ تم آب و گل کے مال
 میں پہننے ہوئے ہو تو تم سیر مرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے
 ہو۔ انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اسی مرض کا نتیجہ ہے امد یہ تمہارا اندہا پن حقیقت مینی
 سے مانع ہے تنہ ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موقیٰ یعنی ہمارے
 طبیب روحانی ہونے کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اسکو لوگوں کی آنکھوں پر پھرا رہے
 ہیں یعنی وہ انکے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو
 شخص شہادت مانگتا ہے ہم اُس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شہادے کے تو مونی کو دیکھ
 نہیں سکتا ادا اندہ پن میں مجبوس ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے
 صدق کا کیونکہ اسکے ہی منے میں کہ ایک شے واضح ہے مگر بکود کہلائی نہیں دیتی مثلاً آفتاب
 کہتا ہے کہ اُٹھو دن ہو گیا دیکھو میری مزاحمت کرو پس اگر اسوقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا
 جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اُس کا یہی جواب دیگا کہ اندہ پن تو اپنے اندہ پن کا اقرار
 کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو
 میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چراغ دھونڈتا ہے
 تو یہ اس کا احمقانہ ڈھونڈنا بھی اسکے اندہ پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہو اب اگر
 تم دیکھ نہیں سکتے اور مجبوج ہو اور تلوں پھور صبح حق میں تردد ہے تو اسکی صورت یہ ہے کہ تم
 انکار کر کے اپنے اندہ پن کو ظاہر نہ کرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو
 کہ اگر کسی طرح مجھ پر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر ہو کیونکہ عجیب
 دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت و محاذت نہ کرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل
 جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رخ شقاوت کی
 طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم بہتری ہو جاؤ اور اگر اتنا ہی نہ کرو گے اور نفست
 و محاذت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق کا تم سے غلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب
 وضوح حق کی ظاہر کچھ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پیردین

اور ہدایت فرمادیں۔ یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ تیروت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے مگر حکم انصوا کو قبول کر کے اُسپر کاربند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تمہارے رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو تمکو اطباء کی عزت و توقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ میں بذل موال اور بذل جاہ اور بذل سرخریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ اچھے لئے جان مل عزت و آبرو و سبکو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تاکہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اُسکی رحمت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جبکہ تم طبیعوں کی دلہاری کرو گے تو اپنے امراض تمکو مشاہد ہوں گے اور تمکو اپنی حالت دیکھ کر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ انکو بخشنے لگے کیونکہ گویہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیعوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہی ہدایت الی قبول الحق، کا پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تاکہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی کو گواہ علم طب نافعی
یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اُس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اُس علم کے نافع ہونے کو بتا دے اور کہتے تھے کہ
جوں شمالستہ ہمیں خوابِ نوید
ہمچو ما با شید و در وہ می چید
یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب و خور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کہاتے پیتے ہو۔

چوں شہاد دہم ایں آب و گلید کے شہاد صیاد سیرغ ولید
یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دہم میں ہو تو تم سیرغ دل کے صیاد کلب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ
جب تم ہماری طرح کہلاتے پیتے ملتے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کوئی بات زیادہ ہے جو تم پر ہم پر
طیب روحانی کہلانے کے مستحق ہو بلکہ

حب جاہ و سروری دار دریاں کہ شمار و خویش از پیغمبران
یعنی حب جاہ و سروری اُس پر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گئے یعنی تم میں سے ہر ایک
کو حب جاہ نے اسپر مجبور کیا ہے کہ دعویٰ نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہوتی تو کبھی تم
ایسا دعویٰ نہ کرتے،

مانخوا، اسیم یحنین لاف و روغ کردن اندر گوش افکندن بدوغ
یعنی ہم ایسے لاف و دعوے کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں
اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو ہلا ہم ایسی شیخی اور دعوے کو کس
طرح مان لیں۔

انبیا گفتند کاین زان علت است مایہ کوری حجاب رویت است
یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اُسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے
یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ

دعویٰ مارا شنیدید و شما می نہ بینید ایں گہر دست ما
یعنی تم نے (صرف) ہمارے دعویٰ کو سُن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گہر (نبوت) کو دیکھتے
نہیں یعنی تم اس گہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اس قدر درخشاں و تاباں ہے کہ اس کے لئے
گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے

استیاضت ایں گہر مخلق را ماش گردانیم گرد چشمہا
یعنی یہ گہر مخلوق کیلئے ایک امتحان ہے اور ہم اس کو آنکھوں کے گرد پیرا رہے ہیں۔
ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست کو نمی بیند گہر جس عیاست
یعنی جو شخص کہ کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اُس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گویا کہ نہیں دیکھتا اور

محبوس علی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشان و تاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کیلئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اسکو دیکھتا ہے اور کون اس سے اندھا ہے تو ہم اسکو آنکھوں کی گرد پیرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اسپر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اس کا یہ طلب گواہ خود اس کے اندر ہی ہونی کا گواہ ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اندھا ہے اسکو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آفتابے در سخن آمد کہ خیز کہ بر آمد روز و بر جہ کم ستیز

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اٹھ اسلئے کہ دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگونی آفتابا کو گواہ گویدت لے کو زار حق دیدہ خواہ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہیگا کہ ارے احمق حق تعالیٰ تو آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جو تجھے آکر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اُس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندھ ہے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت و گواہ ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آگیا ہے اسکو قبول کرو تم اُن سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے بچے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے ۵

آفتاب آمد دلیل آفتاب گردیلت باید از دے روتاب

آگے فرماتے ہیں کہ

روز روشن ہر کہ او جوید چراغ عین جستن کویش دار دبلغ

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو یہ ہودگی سے خود اُسکی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہو تلہ کہ رات ہو گئی ہے اور نہ ہر جہاں گواہ ہے ہذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اس کے اندھ ہے جو نیکی علامت ہے۔

ورنہ می بینی گمانے بردہ کہ صباح است و تو اندر بردہ

یعنی اگر تو دیکھتا نہیں ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صبح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کورئی خود اکن زین گشت خاش خاش و انتظار فضل باش

یعنی اس کہنے سے اپنے اندر بے پن کو ظاہر مت کر خاموشی اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تمکو نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سنکر ایک شبہ دل میں پڑتا ہے کہ ممکن ہے کہ صبح ہے تو اسکو سنکر تمہیں شبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر ہکچو نظر نہ آتا ہو اور میں بصیرت نہ ہوا تھا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سے خاموش رہ کر مطلب اور جستجو کرو اور پھر فضل حق کا انتظار کرو انشاء اللہ اگر مخالفت و عناد نہ ہوگا اور طلب حق تو حق ضرور واضح ہو جائے گا اور فضل حق منعطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کر کے اپنے اندر بے ہونی کو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرو مت (خاموش سے یہی مراد ہے) اور طلب کرتے رہو حق انشاء اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فضل و علت مگر دریا بدت زین شقاوت روی دل بر تابت

یعنی فضل (حق) بلا سبب اظہار ہی کے شاید تمکو پالے اور اس شقاوت سے تیرے روی دل کو بہر دے مطلب یہ کہ بلا تاہیر ظاہر ہی انشاء اللہ فضل حق تمہیں پالے گا اور اس بد بختی سے تمکو نجات دیدے گا۔

ورجانی درخیش کوری ابد آئینہ پنہاں شد از تو در نمد

یعنی ادا اگر تو ایسی ہی کوری ابدی میں رہے تو آئینہ تجھ سے نمدے میں پوشیدہ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کر دو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اس سے فتنع نہیں ہو سکتے۔

در میان روز گشتن روز کو خویش رسوا کردن مست از تند خو

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے لے تند خواہنے کو رسوا کرنا ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ اسکو بصیرت حاصل نہیں ہو سکتا اور صبر و خاموشی جذوب رحمت آویش نشان جستن نشان طاعت

یعنی صبر و خاموشی جذوب رحمت ہے اور یہ نشان نکاش کر ناشانی مرض کی ہے صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نہ کرنا یہ جذوب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہ کرنا فضل حق ہو جاتا ہے۔

انصتوا پندیر تا بر جان تو آید از جانان جزائے انصتوا

یعنی انصتو تو قبول کرتا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتو کی جزا دے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لکم ترجموں، انصتوا پر ترجموں کو محمول کیا ہے لہذا اگر تم مخالفت اہل ہدایت و انبیاء سے انصت کر دے گے تو وہ محمول تم پر مرتب ہو جاوے گا

گر خجائی نکس پیش این طبیب بر زمین زن زد و سر را ای لبیب

یعنی اگر تو خود مرض نہیں چاہتا تو لے لبیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت ہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کرو اور اطاعت اختیار کرو انشاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا

گفت افزدں را تو لغر و شرف نخر بزل جان و بزل جاہ و بزل زر

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کر دو اور بزل جان اور بزل جاہ اور بزل سر کو خرید لو تا شتائے تو بگوید فضل ہو کہ حسد دارد ملک بر جاہ تو یعنی تاکہ تمہاری شناختل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو زائد کو فروخت کر کے بزل جاہ وغیرہ حاصل کر دے گے تو فضل حق نازل ہوگا اور اس وقت تمہارا وہ مرتبہ ہوگا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیبان را نگہدار یزدل خود بہ بینید و شویدا ز خود نخل

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کرو گے تو خود دیکھ لو گے اور اپنے سے شرمندہ ہو گے یعنی اگر تم مخالفت نہ کرو گے اور ان کے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ گے تو پھر اسکی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاوے گا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہو گے۔

دفع این کوری بدست خلق نیست لیک اکرام طبیبان از ہدایت

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دیتا نہیں ہے جیسا کہ انک لا ھد عن احببت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور انکی عدم مخالفت ضرور اسکے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اسکو ضرر دخل ہے لہذا یہ کر دو کہ۔

ایں طیبیاں را بجاں بندہ شویید تا بمشک و عنبر آگندہ شویید
یعنی ان طیبیوں کی جان و دل سے مطہج ہو جاؤ تاکہ مشک و عنبر سے پُر ہو جاؤ (پس اصل عدم
مخالفت و عناد ہے انشاء اللہ اگر یہ بہوگا تو فضل حق ضرور پاویگا)

شرح حبیبی

کہ خدا نائب کند از زید و بکر
آب و گل کو خالق افلاک کو
پشہر ادا یم ہمہ سرا زہما
ز آفتاب چرخ چہ بود قدر را
تا کہ در عقل و دماغ در رود
ہین چہ زرقست و چہ شیدست و دعا
می نگیرد مغز ما این داستاں
گندنا را می شناسیم از گزر
من رسول ما ہم و با ماہ جفت
جملہ نخچیراں بدند اندر و بال
حیلہ کردند چوں کم بود زور
سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
بر رسولان بند و زجر چشم نیست
چشمہ آن ماست زال یکسو شویید

قوم گفتند این ہمہ زرقست مگر
ہر رسول شاہ باید جنس او
مغز خر خور دیم تا پاچوں شما
کو ہم کو پشہر کو گل کو خدا
این چہ نسبت میں چہ پیوندی بود
تا کجا این گفت یہو وہ کجا
خود کجا کو آسمان کو رسیماں
غالباً ما عقل داریم این قدر
این بدایاں ماند کہ خر گوشہ بگفت
کز رمہ پیلاں بر آن چشمہ زلال
جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور
از سر کہ بانگ زد خر گوشہ زلال
شاہ پیلاں من رسولم بیش نیست
باہ می گوید کہ لے پیلاں روید

<p>گفتم از گردن بروں اند ختم تا ز زخم تیغ من امین شوید مضطرب گرد ز پیل آب خواه تا درون چشمه یابی زین دلیل تا درون چشمه یابی آن دلیل شاه پیل آمد ز چشمه می چرید مضطرب شد آب و مه کرد مضطرب چوں درون چشمه مه کرد مضطرب بعد از آن نامد یکے زیشان همه کا اضطراب ماه آرد مان شکوه</p>	<p>ورنه من تاں کو گر دامنم ستم ترک این چشمه بگوئید و روید نک نشان آنست کا ندر چشمه ماه که بیارابع عشر اے شاه پیل آن فلاں شب حاضر آئی شاه پیل چونکه بهفت و بهشت از مه بگذرید چونکه ز دخر طوم پیل آن شد آب پیل باور کرد از روی آن خطاب ترس ترساں باز گشتند آن رمه مانه آن پیلان گو لیم اے گروه</p>
--	--

انبیاء کا جواب ملکر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید و عمر و دیگر کو اپنا نائب کرے گا
یہ تمہارا کرد و فریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قصد اسکے جنس سے ہوتا ہے پھر کجا آب و
گل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک - یعنی کچھ گد ہے کا بھیجا نہیں کہا یا ہے اور ہم
احق نہیں کہ چہرہ کو ہمہ صفت قرار دیں - بھلا کجا چہرہ کجا تھا کجا مٹی کجا خدا اور آفتاب فلک سے
ذره کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جسکو عقل باور کر سکے اور جو داغ میں
آسکے بھلا کجا ہم کجا یہ بیہودہ گفتگو بھلا ہم منسنے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بھلا
کہیں ایسا ہو سکتا ہے تو یہ تو یہ کہاں آسمان کہاں رسیاں ہمارا داغ تو اس افسانہ کو قبول
نہیں کرتا اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندنا اور گند میں بھی حق اور باطل میں تمیز کر سکیں

اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قریب ہوں اور وہ
 اُسکی یہ تھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اُس سے منفعت ہونے
 سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت نفی نہیں اسلئے انکو تدبیر کی سوچی اور
 انہوں نے یہ چال کی کہ چاندات کو پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش نے ہاتھیوں کو آواز دی اور
 کہا کہ لے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور ٹانگہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا
 ہے اور نہ انہیں غیظ و غضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں معذور
 سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ لے ہاتھی تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تمکو
 بہت بُری طرح اندھا کر دوں گا۔ دیکھو میں تمکو اطلاع کر چکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ
 کر چکا ہوں پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ
 رہو یہ تو پیغام تھا اب اگر اُسکی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ پیغام چاند ہی کا ہے تو اُسکی علامت
 یہ ہے کہ جو باقی پانی پینے جاویگا چاند اُسکی اس حرکت سے چشمہ کے اندر بیچ و تاب کہاویگا پس
 میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ جو دیوین تاریخ کو آئیں تاکہ چشمہ کے اندر اُس علامت کو مشاہدہ کریں
 آپ اُس رات کو ضرور آئے تاکہ چشمہ کے اندر آئیو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ پندرہ راتیں
 چاند کی گزر گئیں یعنی گزرنے کو دو مہینے تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جو ہی
 اُسے اُس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے
 لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اُسکو خرگوش کی بات کا یقین ہو گیا اور
 سارا گلہ خوف زدہ ہو گیا اور اسکے بعد اُس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق
 باقی نہیں ہیں کہ ہلکے چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کر سکے۔

شرح شبیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام متہم قرار دینا

قوم گفتند این بہم زر قست کرد کہ خدا نائب کند از زید و بکر

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور کرے کہ خدا زید و بکر میں سے کسیکو اپنا نائب

بنامی مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ۔

بہر رسول شاہ باید جنس او آب و گل کو خالق افلاک کو
یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب
یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہونا چاہیے ہوگا کہ نہیں تو میں رسول بھی
نہ ہوگا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خور دیم تا ما چون شما پیشہ را در ایم ہمسرا از ہما
یعنی کیا ہننے مغز خر کہا لیا ہے تاکہ ہم تمہاری طرح پیشہ کو ہم از ہما کار کیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو
ہیں ہیں جو بشر کو رسول حق مان لیں اسلئے کہ۔

گو ہما کو پیشہ کو گل کو خدا ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پیشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا
نسبت ہوگی۔

ایں چہ نسبت ایں چہ ہو نہ بود تاکہ در عقل و دماغ در رود
یعنی یہ کیا نسبت اور کیا خلق ہوگا کہ کسی عقل و دماغ میں جا دیگا۔

ما کجا ویں گفت یہودہ کجا ایں چہ زر قست و چہ شیداست فنا
یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ یہودہ بات کہاں یہ کیا فریب اور کیا کر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریشماں می نگیرد مغز ما ایں داستان
یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسمان اور کہاں ریشماں ہماری تو عقل سبب کو قبول نہیں کرتی
(کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالباً ما عقل داریم ایں قدر گذرنا را می شناسیم از گزر
یعنی غالباً ہم اسقدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیاؤ کو کاجر سے ممتاز کر لیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو
قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کی لائق تو ہماری عقل ہے ہی انکے غرگوں
کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اس خرگوش نے

(میں کا قصہ کلید دومنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو حبط رح کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس مل
بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے
کہا ہر کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب

کلید دومنہ میں ہے

ایں بدال ماند کہ خرگوشی بگفت من رسول ماہم و با ماہ جفت
یعنی یہ (دعوی نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں
اور اس کا قرین ہوں مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی لغو باللہ غلط ہے اور اس خرگوش
نے جیسا کہ کیا کہ۔

کمر مہ پیلال ازین چشمہ زلال جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس
پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم وز خوف از چشمہ دور حیلہ کمر دند چوں کم بود زور
یعنی سب محروم تھے اور خوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جملہ قوت کم تھی ایک
حیلہ کیا (اور وہ حیلہ یہ کیا کہ)

از سرکہ بانگ زد خرگوش زال سوئے پیلال در شب غرہ ہلال
یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سرکہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی
یعنی اول شب ماہ میں اگر اسے سرکہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلال من رسولم بدین نیست بر رسولان بند و زجر و نیش نیست
یعنی اے شاہ پیلال میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور

پیش نہیں ہے مطلب یہ کہ میں اپنی چوڑ اور اپنی راجہ زوال۔
 ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید چشمہ آن ماست نال کیسو شوید
 یعنی چاند کہتا ہے کہ لے ہاتھ چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔ (راور
 کہتا ہے کہ)۔

ورنہ من تال کو گر دالم ستم گفتم از گردن بروں انداختم
 یعنی ورنہ میں تمکو ستم سے اندھا کر دوں گا تو میں نے کہہ دیا اور گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب
 یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے بھٹ جاؤ ورنہ میں تمکو اندھا کر دوں گا
 تو اب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک این چشمہ بگوئید وروید تاز زخم تیغ من امین شوید
 یعنی اس چشمہ کو چھو دو اور چلے جاؤ تاکہ میری تیغ کی زخم سے بخون رہو۔
 نیک نشال آنست کا ندر چشمہ ملہ مضطرب گر دوز پیل آب خواہ
 یعنی لاس چاند کی ناراضگی کی نشانی یہ ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آنجواہ ہاتھی سے مضطرب
 ہو رہا ہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پیتا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہے
 بس یہ اسکی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہا کہ۔

کہ بیار راج عشرائے شاہ پیل تادرون چشمہ یابی زریں دلیل
 یعنی لے شاہ پیل چودھویں رات کو آنا تاکہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اس
 خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودھویں رات کو آنا اسوقت تمکو اس کی خفگی اور اس کا
 اضطراب معلوم ہو جاوے گا۔

آں فلاں شب حاضر آنشاہ پیل تادرون چشمہ یابی آن دلیل
 یعنی اس فلاں رات میں لے شاہ پیل آ تاکہ چشمہ کے اندر تو اس دلیل کو پا لے۔
 چوں دو ہفتہ از مہ نو بگذرید شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید
 یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گزر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چر تاتھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے
 کہ چودھویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکہ نزد خدایم پیلان خراب
یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہو اور چاند نے بھی اضطراب کیا
یعنی پانی کے پہلنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کردار دے آن خطاب
یعنی ہاتھی نے اُس خرگوش سے اُس بات کہتین کر لیا جبکہ چشمہ کے اندر ماء نے اضطراب کیا یعنی
جب چاندانکے پانی پینے سے بلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے خفا ہوتا ہے اسلئے خفگی
کے مارے کانپ رہا ہے۔

ترس ترساں باز گشتند آں رہ
بعد از ازل نامدیکے زایشاں ہمہ
یعنی ڈرتے ڈرتے گروہ واپس ہو گئے اور اُسے بعد اُن سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب
ڈر گئے اور وہ خجیر آرام سے بیٹ گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

ماند زان پیلان گویم لے گروہ
کا اضطراب ماہ آرد ماں شکوہ
یعنی لے گروہ (انبیاء) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے
لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بنکر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے
ڈر نہ لے نہیں ہیں۔ جب اُنہوں نے یہ کہا تو حضرت انبیاء جواب فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سخت تر کرداؤ سیفہاں بندتاں
گشت زہر جاں قہر آہنج تاں
چوں خدا بگماشت پردہ چشم را
کہ ریاست ما فردست از سما
خاصشتی ز سر گین گشتہ پُر

انبیاء گفتند آوہ پند ماں
لے دریا کہ دوا درنج تاں
ظلمت افرو دایں چہ راغ آن چشم را
چہ رئیس جست خواہم از شما
چہ شرف یا بذکشتی بکھر دُر

اے درخ آں دیدہ کور و کیود
 ز آدھے کو بود بے مثل و ندید
 چشم دیوانہ بہار شس دے نمود
 اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
 اے بسا معشوق کا دیدنا شناخت
 احمق را این چنین حرام چہ است
 ایں غلط دہ دیدہ را حرمان است
 چوں بت سنگیں شمار اقبلہ شد
 چوں بشاید سنگ تاں انہا حق
 پشہ مرده ہمارا شد شریک
 یا مگر مرده ترا شیدہ شما است
 عاشق خویشید و صنعت کرد خویش
 نے درال دُم دولت و نعمت
 اگر دسر گرداں بود آں دم مار
 آنچنان گوید حکیم غزلوی
 کم فضولی کن تو در حکم و قدر
 شد مناسب عضو با دبا نہا

کا فتاہے اندرو فرہ نمود
 دیدہ ابلیس جُسر طینے ندید
 ز انطرف جنبید کورا خانہ بود
 پیش بے دولت بگردا و زراہ
 پیش بدنختہ ندانند عشق باخت
 می نسازد گمراہاں را راہ راست
 ویں مقلب قلب را سواد القضا است
 لعنت و کوری شمار اظلمہ شد
 چوں نشاید عقل و جاں ہمرا حق
 چوں نشاید زندہ ہمرا از ملیک
 پشہ زندہ ترا شیدہ خداست
 دم ماراں را سر نارست کیش
 نے درال سر راحت و لذتے
 لائق اندر در خورد آں ہر دیار
 در الہی نامہ گر خوش بشنوی
 در خور آمد شخص خبر با گوش خرم
 شد مناسب و صفہا با جا نہا

بیگماں جانے کہ حق تبار شدش
پس مناسب دانش پہچوں چشم و رو
شد مناسب حرر فہا کہ حق نوشت
چون قلم در دست کاتب احسین
کلک دل باقبض و بسطے زین بنال
کہ میان اصبعان کیستی
فرق تو بر چار راہ مجمع است
عزم و فسخت ہم ز غم و فسخ است
زین قلب ہر قلم آگاہ نیست
قدر خود پیداکند ورنیک و بد

وصف ہر جانے مناسب شدش
چوں صفت با جاں قریں کردست او
شد مناسب صفہا در خوب و زشت
دیدہ دل ہست بین الاصبغین
اصبع لطف است و قہر اندر میاں
لے قلم بنگر گر اجل کیستی
جملہ قصد و جنبشت زین اصبع است
ایں حروف حالہات از نسخ او است
جز نیاز و جز تضرع راہ نیست
ایں قلم داند ولے بر فتر خود

انبیاء نے جواب دیا کہ اے حق لوگو افسوس کہ تم پر ہماری نصیحت کا بڑا اثر پڑا اور اُس نے تمہاری بہت
کو اور بھی سخت کر دیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اسکے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس
کہ ہماری دو تمہاری بیماری کے بارہ میں تمہاری مقہور جان کیلئے زہر بنگلی اور چونکہ حرکتوں سے
حق سبحانہ نے اپنے قہر کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا ہے اسلئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری
آنکھوں کیلئے تاریکی ہی بڑھائی اسلئے احمقو تم سوچو کہ کبھی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی
زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر
ایک کشتی سے کیا عزت حاصل کر سکتا ہے بالخصوص اُس کشتی سے جو برسے پڑ ہو۔ اب مولانا
فرماتے ہیں (لا مدیہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاء وہی ہو) واقعی اُس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک
ہے جس میں آفتابِ ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لا جواب اور

بے مثل تھے مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی اور اس نے کہہ دیا انا خیر منہ
 خلقتی من نار و خلقتہ من طین اور اس کی ابلیسی آنکھ نے اُن کی ہمار کو خزان ہی دکھلایا کیوں نہ ہو
 ہر کوئی اپنے گہر ہی کی طرف سے حرکت کرتا ہے یعنی ہر شخص کے خیالات و افعال اُس کے مناسب ہوتے
 ہیں اس لئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اُس کے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ
 کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آجاتی ہیں لیکن وہ بھائے اسکے کما سپر قبضہ کرے
 اُس کو مستہ ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بد نصیب عاشق
 کے پاس بھیس بدل کر آتے ہیں مگر وہ اپنے اراکان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی احمق ہوتے
 ہیں۔ اب سنو کہ احمق استفادہ کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور کج رفتاروں کیلئے
 راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے قطعی رکتی ہے
 پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف
 پھیر والی خوبی تقدیر ہے

ہندستان قسمت راجہ سوہا از پرہ کمال کہ خضر از آب حیوان تشنہ می برد سکند را
 اس طرح آدمی مضمون کو یہاں تک پھرنے لگا کہ مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضمون
 جو کہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کی اس لئے یہ لعنت بلو عن الرحمۃ اور اندھا بن پیر چھا گیا کہ
 تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول
 کیسے ہو سکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بُت خدا کے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ
 پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا اور جبکہ مردہ پتھر (بُت) ہوتا
 (حق سبحانہ) کا شریک و سہم ہو سکتا ہے تو زندہ پتھر (آدی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب
 کیوں نہیں ہو سکتا یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تھا بنا یا ہوا ہے اس لئے وہ شریک ہو سکتا ہے
 اور زندہ خدا کا بنایا ہوا ہے اس لئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہو سکتا لا حول و لا قوۃ بات یہ ہے
 کہ تم لوگ خود اپنے اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اس لئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو
 اور اپنی مصنوعات کو بھی اہم تمہارے مناسب بھی ہے کیونکہ سانپ کی دُم کا دین و مذہب
 اس کا سر ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ نہ اس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اس لئے وہ دُم

سر کے گرد گومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔ دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں
 کہ حکیم غزنوی اپنی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو۔ بلکہ تم جس مرتبہ
 کے جو اسی مرتبہ پر رہو کیونکہ مرتبہ اپنے میل کیساتھ اچھی ہوتی ہے چنانچہ گدبے کا جسم گدبے کے
 کاؤل ہی کے مناسب ہے اور گدبے کے کان اُسکے جسم کیلئے زیب ہیں چونکہ تمہارا منہ نہیں
 کہ احکام الہیہ میں گفتگو کرو اسلئے خاموش رہنا چاہئے یہ حاصل تھا حکیم غزنوی کی نصیحت کا اگے
 مولانا اسپر اضا فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اُسکی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدبے ہی
 کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی بھی تخصیص
 نہیں بلکہ اوصاف و ازلح اور خور و ازلح میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس جان میں جو صفت
 حق سبحانه پیدا فرماتے ہیں وہی اُسکے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس جان میں جو وصف غیر اختیار
 دیکھو سمجھ لو کہ ہر ایک کے مناسب ہر جیسے نکلے اور چہرہ میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور
 برے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب ان کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار صنع حق ہیں اور حق بجا
 حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صفت کے آثار میں ہرگز بے دھنگا بن نہیں ہو سکتا جب
 یہ مقدمہ مہمد ہو گیا تو اب سمجھو کہ دل ادا نکھ حق سبحانه کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہیں جس طرح
 کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی لطف ہے دوسری تہر اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہی
 وہ قلم بھی ان انگلیوں کے اثر سے متعین ہوتا ہے اور کبھی منبسط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ
 مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاء سے بڑا کر سمجھتے ہو تمہارے
 مناسب ہے بھی ہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب
 یہ ثابت ہو جا کہ تم حق سبحانه کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف پائیں تمہیں ہلٹ سکتے ہیں تو تم کو اس امر کا ضم
 لحاظ رکھنا چاہئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یا دیکھو کہ تمہاری ہر حرکت اُسی کے حکم سے ادا
 تمہارا سر جو رہا ہے پر کہا ہوا ہے یعنی جس طرح جو رہا ہے پر رہے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے
 دے لوگوں کی ہونے کیوں کا خطرہ ہوتا ہے اور اسکو الطینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم ہو جا
 یوں ہی تم کو بھی اپنی حالت پر الطینان دھونا چاہئے بلکہ تمہاری ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی
 طاعت و عبادت پر کبھی ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اسیکے پیدا کئے ہوئے ہیں اور

تہما از غم و فسخ غم سب اسکی غم و فسخ کا افسہ پس ایسی حالت میں گہنڈ اور ناز کا کوئی موقع نہیں اور بجز نیاز و فسخ زاری و مسکنت کے اور کوئی بہبودی کی صورت نہیں ہر شخص اس تغلب سے وقف نہیں اسلئے وہ بے اعتدالوں میں مہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کی موافق جانتا ہے اور حیثیت اُسکی اُسکے افعال حسنہ اور سیئہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُن کے طعن کا جواب دینا اور انکی مثال بیان فرمانا

انبیاء گفتند آ وہ پند ماں سخت تر کر دے سفیہاں پندل
ایسی انبیا علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کر دیا
اور لیا کہ دوائے رنج تال گشت زہر جان قہر آہنج تاں
یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر شس جان کیلئے زہر ہو گیا یعنی ان کی جو جان قہر کی
جاذب اور قہر حق کو کہنچنے والی تھی اُسکے لئے یہ نصائح انبیا و زہر ہو گئی اور ان کا کفر اور بھی
زیادہ ہو گیا۔

ظلمت افزو ایں چراغ خشم را چوں خدا بگماشت بر دل خشم را
یعنی اس چراغ (نبوت) نے اُس آئینہ کو ظلمت ہی بربانی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرمایا تھا
یعنی چونکہ اُنکے دل پر خشم حق تھا لہذا انکو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کھڑا کر دیا
کیا انکو ہدایت نہ ہو سکی اور انبیا و نے فرمایا کہ۔

چہر نیسی جست خواہم از شما کہ ریاست ماں افزو نیست از شما
یعنی ہم سے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے مطلب یہ کہ ہم
تسے جادو وال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہکو تمہارا مال

و دولت لیکر کیا نفع ہوگا اگے اسکی مثل دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یا بذر کشتی بحیرہ در خاصہ کشتی ز سر گیس گشتہ پُر

یعنی موتوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاویگا۔ خاصہ کشتی سے جو سر گیس سے پُر ہو۔

مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بہرے ہوں اگر اُس میں ایک کشتی بھی آجاوے تو اُس کشتی سے

اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاصہ کشتی کہ کشتی گوہر سے بہری ہو تو بجائے شرف کو

اور گندگی ہی زیادہ ہوگی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تہذیبی مال و دولت سے ہمو شرف تو

کیا ہوتا اور گندگی ہی بڑھے گی اگے فرماتے ہیں کہ۔

لے دریغ آن دیدہ کو رو کی بود آفتابے اندر و ذرہ نمود

یعنی افسوس ہے اُس کو رو کی بود آفتاب پر کہ جو آفتاب اُسکے اندر ذرہ دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ اس

اندھے کی حالت قابل افسوس ہے کہ جسے آفتاب ذرہ دکھائی دے تو اسی طرح جو آفتاب

کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

ز آدمے کو بود بے مثل و ندید دیدہ ابلیس جز طینے ندید

یعنی اُن آدم سے جو کہ بے مثل و نظیر تھے دیدہ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہار شش دے نمود زالطرت جنبید کورا خانہ بود

یعنی چشم انبیاء نے اُسکو بہار دے دکھائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اُس کا

غیر تھا یعنی چونکہ اس کا گہر اور مرجع ضلال تھا لہذا اسکو غلط ہی دکھائی دیا۔

لے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ پیش بے دولت بگرد و اوز راہ

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے بہر جاتا ہے

مطلب یہ کہ جب کو نعمت گہر بیٹھے دولت ہاتھ آجاوے اسکو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

لے بسا معشوق کا دید ناشناخت پیش بدختے نداند عشق باخت

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ناشناسا ہو کر کسی بد بخت کے سامنے آدین تو وہ عشق کو نہ جانتے

مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کے پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اُسکی اور قدر کر لگا

اور اسکو نعمت غیر مترقبہ سمجھے تا کہ جو یہ وقت ہے وہ اُسکی بے قدری کرے گا اور اسکو پہچانے گا بھی

نہیں تو اسی طرح اُن لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آگئی ہے لہذا یہ کجبت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ

احتمال را این چنین حرام است می نسا زد گمراہ را راه راست
یعنی احتمالات کو ایسا حرام کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہوں کو گمراہ راست
موافقی نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)۔

ایں غلط دہ دیدہ حرام است وین مقلب قلب سوز القضا
یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرام ہے اور یہ مقلب قلب کو سوز القضا ہے مطلب یہ کہ
ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہم اُسے قلب کو سوز القضا قلب کر رہی ہے۔ لہذا
ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاء کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چون بُت سنگین شمار اقبلہ شد لعنت و کوری شمار اظلمہ شد
یعنی جب بُت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت و کوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔

چون بشاید سنگ تال نیاز حق چون نشاید عقل و جان ہمارا حق
یعنی جبکہ تمہارے پتھر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمارا حق کیوں نہیں ہو سکتے۔

مطلب یہ کہ انہوں نے کہا تھا کہ پہلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس
سے ہونا چاہیے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا
شریک مانتے ہو تو کجبت پہلا مردہ یحجان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور
عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے

پیشہ مردہ ہمارا شد شریک چون نشاید ز زندہ ہمسرا از ملیک
یعنی مردہ چیر تو ہمارا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمارا شہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ خدا
سوچو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بتا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اُس کو نہیں
مانتے (بظاہر لاہ فی الحقیقہ) انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق
ہو سکتا ہے کہ۔

آن بُت مردہ تراشیدہ شماست پیشہ زندہ تراشیدہ خلاست

یعنی وہ بہت مرده تو تمہارا بنایا ہوا ہے اور وہ پشہ زندہ بنایا ہوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو
تو اس قدر بڑھایا کہ اُسے بھی خدا بنا دیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قصہ حق بھی نہ ہو سکے انکی
تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خویشند و صنعت گرد خویش دم ماراں را سر ماراں است کمیش

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سامنیوں کی دُم کیلئے سانپ کا سر
ہی مدد بہتے مطلب یہ ہے کہ جب سانپ ہٹھکتا ہے تو دُم کو چکڑ دیکر منہ سے ملا لیتا ہے
تو جس طرح کہ دُم کیلئے سر مار مذہب پوتا ہے کہ وہ اُسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی
مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نئے دریاں دم دہلتے و نعمتے نئے دریاں سر راحۃ و لذتے

یعنی نہ تو اُس دُم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد سرگرداں بوداں دُم مار لائق اند و در خورداں ہر دویار

یعنی وہ سانپ کی دُم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یا لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ
جس طرح کہ اُس دُم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خوداں میں
اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ
اسوجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا کتھو جنس باہم جنس پر ہار
تو چونکہ ان کی مناسب فضالت اور گمراہی ہی ہے تو انکو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

آپچناں گوید حکیم غرقوی در الہی نامہ گر خوش بشنوی

یعنی اگر تم خوب نواز (ہم کو بہت کون کہ) حکیم غرقوی الہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم افضولی کن تو در حکم قدر در خورد آمد شخص خر یا گوش خر

یعنی تم حکم قدر میں فضولی مت کرو (اسلئے کہ) جسم خر گوش خر کی بنا نہ مناسب آیا ہو مطلب
اس کا اور اگلے کئی اشارہ یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنا مناسب
کیسا نہ بنالیا ہے تو اسی طرح انکے مناسب مگر ایسی تھی ان کو کہہ کر دیا ہے

شد مناسب عضو با دانا ہوا شد مناسب و صفیا با جانہا

یعنی اعضا، ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔

وصف ہر جانے مناسب شدش بیگمان جائے کہ حق تبار شدش۔

یعنی وصف ہر جان کا اُس کے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقیناً جسکے کہ حق نے بنایا ہو۔

چوں صفت با جال قرین کر دست او پس مناسب دانش بچوں چشم درو

یعنی جب کسی صفت کہ حق تعالیٰ نے کسی جان کیساتھ قرین کیا ہے تو اسکو چشم درو کی طرح مناسب بنائی سمجھو۔ یعنی جس طرح کہ چشم درو مناسب ہیں اسی طرح اور بقدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں پیدا کئے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہیں۔

شد مناسب وصف در خوف شد شد مناسب حرف نما کہ حق نوشت

یعنی اچھے بُرے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حرفت کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں یعنی جو جسکی تقدیر میں لکھا ہے وہ اُسکے مناسب ہے۔

دیدہ دل بہت میں الصبغین چوں قلم در دست کاتب حسین

یعنی دیدہ دل (حق تعالیٰ کی) دو انگلیوں کے درمیان میں (اُس طرح) ہیں جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اسی طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اسکی پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ میں قلب ہے جس طرح وہ چاہیں اُسکی پھیر سکتے ہیں خواہ اسکو بینا کر دیں یا کور کر دیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میال کلک دل یا قبض و بسط زیر بنال

یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔ یعنی جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی طرح ہے تو اسکو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلا لیستے کہ میان اصبعین کیستے

یعنی اے قلم دیکھئے اگر تو اجلا لی ہے کہ کسکی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و خبشت زیر اصبع است فرق تو بر چار راہ مجمع است

یعنی تیرے تمام قصد و حرکت اس انگلی سے ہیں اور سب تیرا محسوس چار راہ ہے یعنی جس

طرح کہ ظلم کہ جوتا ہے کاتب کی انگلیوں میں گراس کا سر چوراہہ پر جوتا ہے کہ وہ جو کہتا ہے اسکو سب دیکھتے ہیں۔ اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اسکو ایک عالم دیکھتا ہے۔

اب حروف جاہلانہ از فسخ است غم و فحش ہم غم و فسخ دوست
یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اسکے کہنے سے ہیں اور تیرا غم اور فسخ غم اسکے غم و فسخ سے ہے
(غرض کہ تمام حالات اُس کے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)
جز نیاز و جز فضرع راہ نیست زین لقلب ہر قلم آگاہ نیست
یعنی جز نیاز و فضرع کوئی راہ نہیں ہے اور قلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس
اب تکو چاہئے کہ درگاہ حق میں نیاز و فضرع سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درست حالت کو عرض کرو
کہ وہی اسکو درست کر دینے کے باقی بے انکے کئے کچھ نہ ہو گا۔ اور اس قلب سے ہر شخص جو نہ آگاہ نہیں ہے
اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

ابن ظلم دائرہ دے بر قدر خود قدر خود پیدا کند در نیک و بد
یعنی اسکو قلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اسکو
جاننا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اسکو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی
قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ انکی یہ حالت ہے اور ان کا علم اس قدر ہے
آگے ایک مضمون لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کر سکتا ہے جو اس مثال
یا مثل کی اور مثل نہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اسکے افعال و خواص کو احاطہ کئے ہوئے
ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی ادا کر لیس ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کہنہ
ذات کیسے معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور انکے قاصدوں کو
خبر گوش کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اس لئے کہ
مثال کی اگر حقیقت سمجھ لی تو طوطی مثالی کی حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال
بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشعار سے سمجھ لو۔

شرح حبیبی

آنچه در غرگوش پیل آویختند
 کے رسد تال میں مثلہا ساقین
 آن مثل آوردن آن حضرت است
 توچه دانی سر چیزے ای توکل
 موسیٰ آنرا کہ عصا دید و نبود
 چون چنان شاہی نماند سپر خوب
 چوں غلط شد چشم موسی در مثل
 آن مثلالت را چو از در ہا کند
 این مثل آورد ابلیس لعین
 این مثال آورد قارون از لجاج
 این مثال آورد نمرود جہول
 این مثال اندیش گشتہ قوم عاد
 این مثال آورد شداد لیثیم
 این مثال آورد فرعون از غلط
 این مثال آورد ہر بد بخت دوز
 این مثالالت را چو زارغ و بوم دال

تا ازل را با حیل آمیختند
 سوئے آن در گاہ پاک انداختن
 کہ بعلم سر و جہر و آیت است
 تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل
 از دہا بد سر اولب بر کشود
 توچه دانی سر آن دام و محبوب
 چوں کند موشی فضولی مدخل
 تا بہ پاسخ جزو جزوت بر کند
 تا کہ شد ملعون حق تا بوم دیں
 تا فرو شد در زمین با تخت و تاج
 تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
 کا ستخوان شال خرد مرد آمد ز باد
 تا کہ شد محروم از ہر دو نعیم
 تا کہ اندر آب دریا شد سقط
 تا کہ شد در قعر دوزخ سرنگوں
 کہ ازیشال پست شد صد فاندال

اب اہل سہا کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں فرماتے ہیں کہ اُن احمق لوگوں نے جو زکوٰۃ اور باقی کے قصہ کو دست آورنا یا جبکا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی من میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گد ہو ہمیں کب دیا ہے کہ مثیلین تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے انکو منسوب کر دو ولہ المثل لا علیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اُسکے لئے ضرورت ہے مثل بہ اور مثل لہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تاکہ قیاس مع الفارق نہ ہو جاوے اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے نمایاں ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف و رخ کی مثال بیان کرے تو اس سے یہی کہا جا دیگا اے گنچے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف و رخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کرتا ہے۔ یاد ہو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاٹھی سمجھا تھا وہ صرف لاٹھی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے ازو با بھی تھی جسکی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کھول کر کڑی ہو گئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر ہمیں اُس دام و دانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے جسے ٹکڑے ہنسنا کہلے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا جو باہر ہو وہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو ازو با بنا دینگے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو کو الگ کر دیگا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہو گے دیکھو اٹیس ملعون ہی اظہار حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کیلئے ملعون ہو گیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرہ و مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت و تاج سمیت زمین میں دھنس گیا اور جاہل غرور نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جسکے سبب ایک چہرے فوراً اس کا ہسی کہا لیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں کہری تھیں جس سے ان کی پڑیوں کو چور چور کر دیا گیا اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلطی چمکڑا لیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا

غرض ہر بد بخت و شقی ازلی نے اسی قسم کی قصول باتیں کیں حتیٰ کہ وہ دوزخ میں الٹا گردیا گیا
بس تم اپنی اس مثال کو ایک کو ایسا سمجھو جسے ہزاروں گہرائے تباہ کر دئے لہذا وہ
تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبیری

بیان اُس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے
اور خاص کر خانہ حق میں جو کہ غیر متناہی ہو

انچہ دوزخ گوشہ پیل و تختند تا ازل را یا حیل آیمختند
یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خروش و پیل (کے قصہ) میں اچھے اور ازل کو حیل کیساتھ ملا دیا۔
کے رسد شان این مثلبا سختن سوئے آن در گاہ پاک انداختن
یعنی انکو یہ مثل بیان کرنا کبھی بچو نہ تباہ (اور بچہ) اُس در گاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم
ازلی کو ان خروشوں کے میلہ کیساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کر کے اندر میں تک بچو
کہ انکی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اسلئے کہ یہ تو حقائقِ اشیاء سے پوری
طرح واقف ہیں ہی نہیں۔

ایں مثال وردن آن حضرت است کہ بہ علم سر و جہر او آیت است
یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) در گاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جسکو کہ حقائق
اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہو گی اسلئے کہا سکو
طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سرچیزے تا توکل تابہ زلف دیا بہ رُخ آری مثل
یعنی جب تک کہ تو گنہگار ہے تو کسی چیز کا ہمد کیا جانے تاکہ زلف یا رخ کی مثل بیان کرے مطلب
یہ کہ جب تم گنہگار ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اسکی
مثال بیان کرنے لگے تو یہ بسرا سرِ حقیقت ہی ہے۔ اسی طرح جب تم کو کسی شے کی حقیقت معلوم

نہیں تو اسکی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت یا شناسی کی ایک نظر لاتے ہیں کہ -

موسیٰ تھیں کہ عصا دید و نمود از دہا بند سہ اولب می کشود

یعنی موسیٰ کو جبکہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) از دہا تھا اور اس کے پھیر کو لب کہو لٹا تھا یعنی دیکھو موسیٰ، اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر یہی کہہ کہ عصا میری لاشی بے حالانکہ وہ از دہا تھا اور جب وہ لب کہو لٹا تھا تو اس کا پھیر ظاہر ہوتا تھا -

چوں چناناں شناسی نذر اندر سرچوب تو چہ دانی مرا پس دام و جوبوب

یعنی ایسا بادشاہ ایک اگر کرنے کے پھیر کو نہ جانے تو تم اس دام اور دانی کے راز کو کیا جاناو یعنی دنیا میں جو دام و جوبوب ہیں تم ان کے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے

چوں غلط شد چشم موسیٰ در مثل چوں کند و شے نفعی در مثل

یعنی و شبیل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہو گئی تو ایک چوہا نفعی کی طرح دخل دے سکتا ہو - اور وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ

اں مثال را چو از در ہا کند تا بپاسخ جزو جزوت بر کند

یعنی تہذیب اس مثال کو حق تعالیٰ از دہا بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو اکہا کرتی ہے مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

این مثال آورد ابلیس لعین تاکہ شد ملعون حق تا یوم دیں

یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا - یہاں تک کہ قیامت تک ملعون حق ہو گیا مطلب یہ کہ اُس نے یہ کہا خلقتی من نار و خلقتہ من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا -

این مثال آورد قارون از کالج تا فرود شد در زمین با تخت و تاج

یعنی یہی مثال قارون مخالفت کی وجہ سے لایا یہاں تک کہ زمین میں مع تخت و تاج کے چلا گیا مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ انھا اوتیتہ علی علم عنی - اس دعوئے ہی کی بدولت اُسکو خسف ہوا

این مثال آورد دھر و دھول تاکہ ایشہ مغر سر خوردن عجل

یعنی بھی مثال غرورِ مایل لایا۔ یہاں تک کہ مجھ نے جلدی سے اُس کا مغز سر کھا لیا۔ مطلب یہ کہ اُس نے کہا تھا انا اچھی دُائیت تو خدا کی برابر کی تھی لہذا ہلاک ہوا۔

اس مثال اندیش گشتہ قوم کا استخوانِ شانِ خرد و دمِ زیاد
یعنی اس مثال کے سوچنے دے قوم غرور ہوئے کہ اُن کی بڑیاں ہوا سے چور چور ہو گئیں۔ یعنی ہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیسا کہ جابجا قرآن شریف میں ہے تو اُنکو سزا ملی۔

اس مثالِ دردِ شدادِ لثیم تاکہ شدِ محروم از ہر دو نصیم
یعنی شدادِ لثیم بھی اس مثال کو لایا یہاں تک کہ وہ دونوں نعمتوں سے محروم رہا۔ مطلب یہ کہ مشہور ہے کہ اُس نے ایک باغ بنایا تھا جسکو وہ بہشت کی مثال کہا کرتا تھا تو اُس کے اس دعویٰ کی بدولت ہلاک ہوا۔ اور دونوں نصیم سے محروم رہنے کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مشہور ہے کہ جب وہ اُسکی مصنوعِ عنبت تیار ہوئی تو وہ اس میں داخل ہونے لگا۔ دواڑہ میں قدم رکھتے ہی روح پر دواڑ گر گئی خسارِ الدنیا داکا اخوۃ کا مصداق ہو گیا۔

اس مثالِ آرد و فرعون از غلط تاکہ اندر آب دریا شد سقط
یعنی یہی مثال فرعونِ غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ آبِ دنیا میں ساقط ہوا یعنی اُس نے کہا انا ہر بصر کا غلط البس اس دعویٰ میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھی آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ آرد و ہر بد بختِ دل تاکہ شد در قعرِ دوزخ سرِ نگوں
یعنی ہر بد بخت کینہ اس مثال کو لایا یہاں تک کہ قعرِ دوزخ میں سرِ نگوں ہوا یعنی ہر بد بخت کینہ ایسے دعوے کو کرتا ہے تو ہلاک ہو تا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اس مثالِ راجوزِ داغ و بومِ داں کہ از ایشاں پست شد صد خاندان
یعنی اپنی اس مثال کو راجوزِ بوم کی طرح (دخوس) جالو کہ اُنکی وجہ سے سیکڑوں خاندان برباد ہو گئیں
یعنی اس طرح ہماری ان مثالوں سے بھی بہت بربادی پہنچی ہے آگے نور علیہ السلام کے کشتی بنانیکے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے ادا اُنکی قوم اپنے استہزا میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اُسی مثلِ ناکافی کی بدولت کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں
اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

نوح اندر بادیه کشتی بساخت
 در بیابانی که چاه و آب نیست
 آن یکے میگفت این کشتی بتاز
 آن یکے میگفت دنبالش کتر است
 آن یکے میگفت پالانش کجاست
 و آن یکے میگفت کاش مشکوتی است
 آن یکے میگفت جو چوں میخورد
 آن یکے میگفت بیکاری مگر
 او همی گفت این بفرمان خداست
 این مثل بشنو که شب دزد عنید
 نیم بیدارے که اور بخور بود
 رفت بر بام و فرود آویخت سر
 خیر باشد نیم شب چه می کنی
 در چه کارے گفت می کو بم دُبل
 گفت فردا بشنوی این بانگ را
 من جو رتم بشنوی بانگ دُبل

صد مثل گوازیئے تسخیر تاخت
 میکند کشتی چه نادان ابله و است
 و آن یکے میگفت پرسش هم بساز
 و آن یکے میگفت پشتش کتر فرست
 و آن یکے میگفت پایش کتر چرست
 و آن یکے میگفت این خبر هر کیست
 ورنه بارت کے بمنزل می برد
 یا شدے فروت شد عقلت ز سر
 این بچر که ما نخوابد گشت کاست
 در بن دیوار حفره می برید
 طلق آهسته اش را می شنود
 گفت اور در چه کاری ای پدر
 تو که گفتا دُبل زن ای سنی
 گفت کو بانگ دُبل ای بوسیل
 لغزه یا حسرتا و اویلتا
 آن زمان واقف شوی بر خبر دُبل

ادھر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجاہدین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اُسکو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو لوگوں نے فوج علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجاہدے کئے تھے پھر ان کا کیا حشر ہوا تفصیل اُسکی یہ ہے کہ فوج علیہ السلام کشتی بنارہے تھے اُسکو دیکھ کر سیکڑوں مثالیں بیان کرنے والے تفسیر کیلئے دوڑ پڑے اور کہا کہ اس خشکی میں جہاں نہ کنواں ہے نہ پانی یہ شخص کشتی بنارہا ہے نہایت بیوقوف آدمی ہے (غرض باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب در اسی چلے تو سہی کوئی کہتا تھا کہ چلنے کیلئے اسکے پاؤں تو ہیں نہیں لہذا آپ اس میں پڑ گئیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا یہ چہا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اسکے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدہ یا کس کے لئے ہے کہ اسکے منہ تو ہے نہیں پھر جو کیسے کہا تا ہے اور اگر کہا تا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لیجاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہو تلبے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لائی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڑھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ یہ میں حکم الہی بنارہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں آسکتی اب تو تم مذاق اُڑا رہے ہو لیکن اللہ اللہ ایک دن تمکو اسکی ضرورت معلوم ہو جاوے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ فوج علیہ السلام اور انکی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی چڑ میں لقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب سے اچھی طرح تندرست نہ تھی اسلئے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اسکی آہستہ آہستہ کہٹ کہٹ کو سنا یہ سنکر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اُسنے سر جھکا کر اُس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں فرج تو ہے آپ کون ہیں اور آدمی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں۔ اُسنے جواب دیا کہ میں ڈھول بجاتے والا ہوں پھر اُسنے کہا کہ اچھا آپ کر کیا رہے ہیں اُسنے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اُسنے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اُسنے کہا کہ یہ آواز اُنسے سنائی دیگی بلکہ کل سننا جبکہ میں مل لیکر جیتا ہوں گا اور تم داد دیا اور آہ و فریاد سے ہرگز سر پر اُٹھا لو گے جب میں جاؤں گا اُسوقت وہ آواز سنائی دیگی اور منتقل حالت معلوم ہو جائیگی یوں ہی قوم فوج کو بھی کشتی کی ضرورت اسوقت محسوس نہ ہوتی تھی اور بعد کہ انکو اچھی طرح معلوم ہو گئی۔

اُس دروغ است و کز و بر ساخته
بہر آں کز را تو ہم نشناختہ
در غلط افتادہ اے نیم خام
بختہ شو در آتش حق و السلام

پس جس طرح قوم نوح علیہ السلام وغیرہ کی مثالیں غلط تھیں اور انکو کشتی وغیرہ کا لازم معلوم نہ تھا یوں
ہی تمہاری مثال بھی خلاف واقع غلط اور تر کشتی ہوئی ہے نیز تمکو اس کا لازم بھی معلوم نہیں دیکھو
تم غلطی میں پڑے ہوئے اور ادھر پھرے ہو پس تمکو آتش حق میں بختہ ہونا چاہیے۔

شرح شبیری

قوم نوح کا انکی کشتی بنانے میں استہزا کی طور پر شکیانہ کرنا
نوح اندر بادیہ کشتی بساخت

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سیکڑوں مثل بیان کر نیوالے مسخرہ بن کیلئے دھڑ
اور کہتے تھے کہ۔

دہیا بلانے کہ چاہ و آب نیست
می کند کشتی چہ تاواں باہر است

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا باقی نہیں ہے کشتی بنا ہے پس کیا نادان اور احمق ہیں (لغوہ باللہ)

اُن کے میگفت این کشتی بتاز
واں یکو میگفت پیرش ہم بساز

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو زور اؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اُسکی پڑ بھی بناؤ یعنی بانی غفر

تو ہے ہی نہیں میرا اسکے چلنے کی کیا سبیل ہے پڑ بناؤ کہ جس سے اڑا کرے *

اُن کے میگفت دہیا بلانے کہ تراست
واں یکو میگفت پشتش کز تراست

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ دہیا بلانے کہ تراست اسکا ٹیڑھا ہے اور ایک کہتا تھا کہ اُسکی پشت نیز ٹیڑھی ہے۔

اُن کو میگفت پالا آتش کجا است
واں یکو میگفت پالیش کچہ چراست

یعنی ایک کہتا تھا کہ اُس کا پالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اُس کا پاؤں کچہ کیوں ہے مطلب یہ کہ

خشکی میں تو گہوارہ وغیرہ جل سکتا تھا اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اسکو خشکی ہی میں چلاؤ گے

تو یہ تو بتاؤ کہ اسکا پالان کہاں ہے کھفت سارے مسخرے جمع تھے *

اُس کی میگفت کا میں مشکے تھی است و اں کی میگفت ایں خبر بہر کیست
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدہا کے لئے ہے
اں کی میگفت جو چوں میخورد ورنہ بارت کے بمنزل می برد
یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ جو کس طرح کہتا ہے اور اگر نہیں کہتا تو تمہارے بوجھ کو منزل پر کس طرح
لیجاتا ہے

اں کی میگفت بیکاری مگر یا شدی فروت عقلت شدی
یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فروت ہو گئے ہو اور تمہارے سر عقل جاتی رہے
(نعوذ باللہ) غرض کہ وہ کجخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب اُن کا جواب سنئے کہ کس
شانت سے فرماتے ہیں کہ۔

اوسمی گفت ایں لغیر امل خداست این پیر بہا خواہ گشت کا ست
یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان مسخروں سے کہنے کی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ
کتنا ہی استہزاء کرو یہ اسی طرح رہیگی اور نکول معلوم ہو جاوے گا کہ یہ مسخر کس پر ہیں گے۔ قرآن
شریف میں بھی ہے کہ ان تسخر وامننا فانما تسخر منک کما تسخر دن۔ آگے بولانا ایک
چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل ملک معلوم ہو جاوے گا
اور یہ بات اُنکے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا
کہ ارے تو کون ہے اُس نے کیا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے
بولاکہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُسکی آواز تجھے کل
کو سنائی دیگی جب سارے میں غل چاٹا پھر لگا۔ تو اسی طرح نوح ؑ نے کہا کہ کل کو خبر ہو جاوے گی
اب حکایت سنو۔

حکایت اُس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں
ڈھول بجا رہا ہوں
این مثل شو کہ شب درو عنید دربن دیوار حفرہ می برید

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور معانہ ایک دیوار کی چڑ میں نقب لگا رہا تھا۔
 نیم بیدار ہے کہ اور بخور بود ^{طافقی آہستہ} آہستہ آہستہ رائی شو
 یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اسکی آہستہ کہٹ کہٹ کو سنتا تھا۔
 رفت بر بام و فروز آویخت ^{گفت} گفت اور ار در چہ کارے ای پیر
 یعنی وہ عرض کوٹھے پر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اس سے بولا کہ بے بابا تو کس کام میں ہے۔
 خیر باشد نیم شب چہ می کنی ^{تو کنی} گفتا دل زن ای سنی
 یعنی خیر تو ہے تو رات کو کیا کر رہا ہے ارے تو کون ہے تو وہ چور بولا ارے بھائی ڈھنگ کا یہ لالہ
 در چہ کاری گفت میگویم دل ^{گفت} گفت کو بانگ دہل ای بوسل
 یعنی تو کس کام میں ہے نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ لے بوسل ڈھول
 کی آواز کہاں ہے۔

گفت فردا بشنوی میں بانگ را ^{لغزہ} یا حسرتا و اولیتا
 یعنی چہرے کہا کہ اس آواز کو تو کل کو سن لیا (اور وہ) یا حسرتا یا اولیتا کا لغزہ ہے یعنی جیب تو
 یا حسرتا یا اولیتا کرے گا اسوقت معلوم ہو گا کہ ہاں ڈھول بج رہا تھا (اور بولا کہ)
 من چور فتم بشنوی بانگ دہل ^{آں} آں زماں واقف شوی بر خبر و دل
 یعنی میں جب چلا گیا تو تو ڈھول کی آواز سن لیا۔ اور اسوقت خبر و دل بر واقف ہو جاوے گا۔ پس
 اس طرح حضرت نوح علیہ السلام اس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو
 تو فرمادیتے تھے کہ کل کو اسکی حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔ آگے پھر ان ہی انبیاء و قوم سب کا مقولہ ہے
 کہ فرماتے ہیں کہ

آں دروغ ست و کثر و بر فاستہ ^{ستر} ستر آں کثر را تو ہم نشناختہ
 یعنی وہ (دش) جھوٹ ہے اور کج ہے اور گھڑی ہوئی ہے اور اس کج کے سر کو تم بھی نہیں
 پہچانتے۔

در غلط افتادہ لے نیم خام ^{پختہ} پختہ شو در آتش حق و اسلام
 یعنی لے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پختہ ہو جاؤ و اہل اسلام

مطالب یکہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھتے اسلئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو یہ ایسی غلطی نہ کرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اُس سے پہلے غلطی رفع ہو جاوے گی۔ آگے اُس مثل کو خود اُن ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

کہ یہ پیش نفس تو آدم رسول	ستر آں خرگوش داں دیو فضول
ز آب حیوانی کہ از وی خضر خورد	تا کہ نفس گول را محروم کرد
کفر گفتی مستعد شویش را	باز گو نہ کردہ مخیش را
کہ ترسانید پیلاں را اشغال	اضطراب ماہ گفتی در زلال
خشیت پیلاں زمرہ در اضطراب	قصہ خرگوش دیلاں ری و آب
با ہے کہ شد ز بونش فاض عام	ایں چہ ماند آخر ای کوران خام
چہ عقول و چہ نفوس چہ ملک	چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک
چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد	چہ و خوش و چہ طیور و چہ جماد
چہ مہ و چہ سال چہ لیل و نہار	چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار
چہ خریف و صیفت و چہ در چہ بیار	چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار
پچھو گوئے در خم چو گال او	جملہ اندر حکم و در فرمان او
ایں چہ می گویم مگر بستم خواب	آفتاب آفتاب و آفتاب

ہنہ جو کہا تھا کہ نکو اسکا راز معلوم نہیں سو نو حقیقت اس مثال کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق کا نہ نکلا یا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ الحق نفس کو

اچھی نہ آب حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے بیا تھا
 یعنی حقائق و معانی سے منتفع ہونے سے روک دیا۔ تم نے اس کے معنی لٹے کٹے اور کفر کیا
 تو اب اس کی سزا کیلئے تیار ہو تم نے پانی میں چاند کے مغطرب ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے
 جس سے خرگوش نے ہاتھیوں کو ڈرایا تھا۔ پہلا غضب ہے کہ انبیاء و ائمہ کے مقابلہ میں
 خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھیوں کے پانی کے اندر چاند کی تریب سے ڈر جانے کا قصہ
 بیان کرتے ہو اسے اندھو نہیں شرم نہیں آتی بھلا اس کو اس ماہ حقیقی سے کیا نسبت جس کا
 تمام عالم مغلوب و مسخر ہے۔ کیا چاند کی سورج کی آسمان کی عقل کی نفوس کی فرشتے کی
 ویش کی طور کی جاہلات کی سلاطین کی مفلس کی سلاطین عظام مثل کی قبلا کی شہر کیا
 بھاڑ کیا دریا کیا ہینہ کیا سال کی لالت اور دن کی مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خریف
 کیا گری کیا نذران کیا ہمارا غرض کہ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گند پتے
 کے پلیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے اسے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں میں شاید
 خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اس کا مرتبہ تو کہیں بڑھ کر ہے آفتاب آفتاب کو اس
 سے کیا نسبت (توضیح اہل سب نے) اپنی نقیل میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی
 تھی اس میں انکو اشتراک فی المعیود کا وصف بھی مد نظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی
 اب مولانا نہ اس پر باشندہ رخ سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں ہذا ما قالہ بحر العلوم
 ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے ان کی نقیل کو خود ان پر اٹھا تھا
 اب اس کا عمل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول عمل تھا کافر پر اب اپنی طرف سے
 مداخلت ہے اور حاصل مداخلت یہ ہے کہ وہ قصہ فریب تھا خرگوش کا جو اس نے اپنی ذاتی
 منتفعت کیلئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہو گیا اور چاند اپنی عمر کے سبب سن بیس کا حال
 پر قادر نہ ہو سکا لیکن خدا تو قادر ہے اس کے خلاف کسی کی تعلیمیں چل نہیں سکتی چنانچہ فرماتے ہیں
 ولو تقول علينا بعض الاقاویل لاخذنا منه باليمين ثم نقطعنا منه الوتين ثم
 پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق دھندا ہوا لرحمہ عندی۔ درجہ اول یہ کہ اولاً مولانا نے
 اس مثال کی نوعیت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا۔ انچہ در خرگوش پیل آو بخندند

تا ازل را با حیل آیمتند + کے رسد تاں ایں منہا ساختن + سوئے آن در گاہ پاک انداختن +
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشافہیت اس کا قریب ہوتا ہے اور یہ تو جہ بالکل اسکے مطابق ہے و پوری
 وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال ایں کا مشافہیت ہے نہ کہ فقط ماہ تیسری
 وجہ یہ کہ مطلقانہ جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ انکو
 چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کیا کہ نامقصود ہے رہا علامہ بحال علوم کا یہ ارشاد
 کہ چوں تشبیہ دادید ایں رسالت را برسالت فرگوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستند
 و ایں غلط عظیم ست و کوری شنیع شد اید آن قوم ماہ پرستان باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بنستند
 در معبودیت پس رسل کوری انہما بیان فرمودند سو سراسر خودوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ
 مرکب میں تشبیہ اجزا با جو اول الذم نہیں پس اُن کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستند امر
 غیر مسلم اور بر تقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ ثالث فی العبودیۃ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ثالث
 فی الشرف ای المشارکہ المطلقۃ فیہ مراد ہے جیسا کہ اُن کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سر
 اعتقاد مشارکت فی العبودیۃ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجد ہے اصل وجہ یہ ہے کہ
 علامہ نے جب دیکھا کہ مشبہ بر حق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے ”کہ ایں چہ ماند با ہے“
 اسلئے انہوں نے ایں کا مشافہیت کو بنایا اسکے بعد اُن کو ایسی وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت
 ہوئی جسکی ترویج کی ضرورت ہو اسلئے یہ تشبیہ مشارکت فی العبودیۃ کو قرار دیا۔ اور یہ اسوقت ہو سکتا ہے
 جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہوا اسلئے فرمایا ”شاید اُن قوم ماہ پرستان الخ ولا حاجۃ الی ہذہ التکلفات البالدۃ“
 فافہم

شرح شبیری

سراں فرگوش دان یوفول کہ پر پیش نفس تو آمد رسول
 یعنی اُس فرگوش کا راز شیطان فصول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا
 تاکہ نفس گول را محسوس کرو ز آب حیوانی کہ از دے خضر خور
 یعنی یہاں تک کہ نفس بیوقوف کو اُس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کہا یا ہے عوام کو یہ مطلب

یہ کہ وہ مثل اصل میں اس طرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ کیمیات ابدی ہے اور وہ باقی تھا ارنس ہے شیطان نے ٹکڑیہا کر آب حیات سے روک دیا اور اصل میں تو یہ مثل بتا ہے اور صادق آتی ہے مگر تم نے یہ کیا کہ

باز گو نہ کردہ معنیش را کفر گفتمی مستعد شومیش را

یعنی تو نے اُسکے معنی کو اُلٹ دیا ہے اور تو نے کفر بکا ہے استوسز اکیلے مستعد ہو جا۔ مطلب یہ کہ جس نے اُس مثل میں حق تعالیٰ کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہذا اسکی سزا کیلئے مستعد ہو جاؤ۔ اب یہاں یہ تشبیہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی دلائل حق تعالیٰ کو ماہ افتاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کو اکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہد ہد نے سلیمان علیہ السلام سے آکر عرض کیا کہ یسجدون للشمس۔ اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کو اکب کو اللہ مانتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی اُن کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق تعالیٰ دونوں میں کل الوجوہ مشابہ ہیں اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی (فخذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اس طرح تشبیہ دینی کو کفر فرماتے ہیں اور انکی حالت سے اُن کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی تشبیہ نہیں رہا تو انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تمہارے حق مگر تم نے اسکو اُلٹا کر دیا۔

اضطراب ماہ گفتمی در زلال کہ تیر سانید پیلال را شغال
یعنی جس نے ماہ کے اضطراب کو آبشیر میں بیان کیا کہ پیلو کو شغال نے ڈولا۔ (شغال مجازاً کہلدا) مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اسکو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو مرجع کفر ہے اور کفر اسی اعتقاد کی وجہ سے ہوا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

قصہ خرگوش و پیل ری و آب خشیت پیلال زمرہ اضطراب
یعنی قصہ خرگوش کا اور باقی کا اور پانی کا لاتے ہو۔ اور چاند سے اضطراب کی وقت میں ہاتھ پھیرنا (زیان کرتے ہو)

ایں چہ ماند آخرائے کو را خام با ہے کہ شذر بولش خاص عام
یعنی اے اندر ہوا غم یہ آخر کیا مشابہ ہوگا اُس ماہ کے جبکہ کہ خاص و عام سب مغلوب ہیں (دیکھو)

یہاں خود ماد کہہ رہے ہیں تو کہہ کر اس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا اگے فرماتے ہیں کہ

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک چہ عقلی چہ نفوس و چہ ملک
یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا فرشتے۔

چہ و خوش و چہ طہور و چہ حماد چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
یعنی کیا و خوش اور کیا طہیر اور کیا حماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیقباد۔

چہ بلاد و چہ جبال و چہ کار چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و چہ نہار
یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا ہینہ اور کیا سال اور کیا مات اور کیا دن۔

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ تار چہ خریف و صیف و چہ در و چہ بہار
یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔

جلہ اندر حکم و در فرمان او ہمچو گوئے در خم چو گالاں او
یعنی سب اسکی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے اُنکی چوگان کے خم میں ہیں *

آفتاب آفتاب آفتاب ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب

یعنی وہاں آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں مطلب
یہ کہ جب اُسکی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اُسکی مشرک کس طرح
ہو سکتی ہے اُسکی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی لگتے ہیں
کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں وہ دہائی باتیں کیوں کرتا اسلئے تشبیہ تو یہ بھی
ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام و اہل بیت کے خشم
احد دل دہکنے کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

سرنگوں کر دست ای بدگوہراں
آفتابے چوں خرا سے در طواف

صد ہزاراں شہر خشم شہاں
کوہ بر خودی شگاف صد شگاف

خشم مرداں خشک گردانند سحاب
بنگریدے مردگاں بے حنوط
پیل خود چہ بود کہ سر مرغ پراں
اضعف مرغان بابا بیل ستاو
کیست کوشنید آں طوفان نوح
رج شاں بشکست و اندر آب بخت
کیست کوشنید احوال نمود
چشم باری در چناں پیلاں کشا
آپخناں پیلاں و شاہاں ظلم
تا ابد از ظلمتہ در ظلمتہ
نام نیک و بد بگرشنیدہ اید
دیدہ را نادیدہ می آرید لیک
گردو عالم پر بود خورشید و نور
بے نصیب آنی ازاں نور عظیم
تو دروں چاہ رفتے ز کاخ
جاں کہ اندر وصف گر گے ماند او
لحن داودی بہ سنگ و کہ رسید

خشم دلہا کرد عالم بہا خراب
در سیاستگاہ شہرستان لوط
کوفتند آں پیلاں را استخوان
پیل را بدرید و نہ پذیرد فرو
یا مصاف لشکر فرعون و روح
ذره ذره آب شاں بر می گسخت
و آنکہ صرصر عادیان را می ر بود
کہ بدندے پیل کش اندر و غا
زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم
می روند و نیست غوثے رحمتہ
جملہ دیدند و شما نادیدہ اید
چشم تاں را و اکشا دید مرگ نیک
چوں روی در ظلمتہ مانند کور
بستہ روزن باشی از ماہ کریم
چہ گنہ دارد جہا نہائے فراخ
چوں بہریند روئے یوسف را نکو
گوش آں سنگیں طلائش کم شنید

آفرین بر عقل و بر انصاف باد
 صدقوار سلاکراما یا سبا
 صدقوا بهم ہم شمس طالعه
 صدقوا بهم ہم بدر زاهره
 صدقوا بهم ہم مصابح الدجی
 صدقوا من لیس یرجو خیر کم
 پارسى گوئیم ہیں تازے پہل
 ہیں گواہیہا و شاہاں بشنوید
 یا حال اولیماں سب گرید
 حرم چہ بود درد و تدبیر احتیاط
 آن یکے گوید دیر رہ ہفت یاز
 آن دگر گوید دروغ ستاں بد
 حرم آن باشد کہ بر گیری تو آب
 گوید در راہ آب این را بریز
 لے خلیفہ زاد گال داوے کنید
 آن عدوے کز پدرتاں کیں کشید
 آن شره شطرنج دل را مات کرد

ہر زمان واللہ اعلم بالرشاد
 صدقوا روحا سبا ہا من سبا
 یومنوا کم من مخازی القارعة
 قبل ان یلقو کم بالساہرہ
 اگر موہم ہم مفاہیج الرجا
 لا تضلوا لا تصدوا غیر کم
 ہندوے آن ترکاشن زجان
 بگرویدند آسمانہا بگر وید
 یا سوئے آخر بحرے بر پرید
 ازدو آن گیری کہ دورست از خباط
 نیست آب و ہست رنگ پانی سوز
 کہ ہر شب چشمہ بینی رواں
 تار ہی از ترس پاشی و صواب
 وز نباشدوائے بر مردستیز
 حرم بہر روز میعادے کنید
 سو دزدانش ز علین کشید
 از ہشتش سخرہ آفات کرد

چند جانبہ شد گرفت اندر نبرد
 انجین کر دست با آن پہلو او
 مادر و بابائے مال او خسود
 کرد شاں آنجا برہنہ و خوار و زار
 کہ ز اشک چشم او روئید بہت
 تو قیاسے گیر طراریش را
 الحذر لے گل پرستان ز شرش
 کو بھی بدیند شمار از کیں
 دانا صیاد و ریزد دانا ہا
 ہر کجا دانہ بدیدے الحذر
 چونکہ دیدی دانہ بگر نیز ای حمام
 شد و مرغے کو تبرک دانہ گفت
 ہم بدال قانع شد و از دام رست

تا بکشتی در گندش روئید
 مست شش منگرید ای دیگر
 تاج و پیرایہ بچالا کے رچود
 سالہا بگرست آدم زار زار
 کہ چہر اند جبریدہ لاست ثبت
 کہ چناں سرور کند زوریش را
 تیغ لائحہ لے ز نید اند سرش
 کہ شما اور انہی بینید ہا
 دانہ پیدا ہا شد و پنہان دغا
 تانہ بند و دام بر تو بال و پر
 ورنہ چوں خوردی و افتادی بلام
 در ریاض قدس بہر شش گفت
 ہیچ داسے پرو بال شش بہت

ابن مولانا اہل سہاکو ان کی گستاخی بہت ہی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لے گستاخو تم اپنی قوم
 جسمانی و دماغی پر کیا ہوئے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یاد رکھو کہ اہل حق کے غضب
 نے انہوں کو ان کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ چھٹوں کے سیکڑوں
 لکڑیے موتے ہیں اور آفتاب گد باگی کی طرح ان کے سامنے گہو متا ہے اہل شر کا غضب ہر کجا
 پانی خشک کر دیتا ہے اور آٹھنہ بہت سے ملکوں کو تباہ کر رہا ہے لے ذیل مرد اگر کہتے

ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اُس کا کیا حال ہوا۔ باقی کی تو ان کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں
 کیونکہ ان کی ہڈیاں تو جبند پرندوں نے کھل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اسے
 کنگریوں سے اُنکویوں چید ڈالا کچھ زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخر کار مر گئے کون ہے جسے طوفان
 نوح کا واقعہ نہیں سنا یا موسیٰ ۴ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھ موسیٰ
 علیہ السلام نے اُن کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے انکو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور
 کون ہے جسے ثمود کا قصہ نہیں سنا اور یہ نہیں سنا کہ آندھری نے قوم عاد کو اڑا دیا تھا بس تم
 خداؤں زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو جو کہ لڑائیوں میں باقیوں کا مقابلہ کر کے اُن کو
 مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں
 اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک نصیبت کی تاریکی سے اُس سے بڑی مصیبت کی تاریکی
 میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ نہ اُن کا کوئی فریاد رس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تم کو اپنی قوت
 پر مگر گہنہ گز نہ ہونا چاہئے تھا اے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں
 کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم اُنکو نہیں دیکھتے۔ نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کی
 ساقیہ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول
 دے گی اور پھر تم قہامی بھی نہ کر کے یہاں تک تو بیچ کو شتم کر کے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں
 کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے یہ انبیاء کی تقصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہی
 کیونکہ اُنکی کمالات ظاہر ہیں لیکن تم اُنکو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اسلئے اسکی ذمہ داری خود تمہارے
 عائد ہے نہ کہ اُن پر مثلاً اگر ہر وہ عالم فور سے مڑ ہوں اور تم بخشی میں آؤ ہی نہیں بلکہ آہکیں بند
 کر کے تاریکی میں جلو توڑ کا کیا تصور خود تمہاری خطاب ہے کیونکہ جبکہ تم ایسا کر دے تو اس کا لازمی
 نتیجہ یہ ہو گا کہ اُس فور وافر سے محروم رہو گے اور فور چھینے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہو گا نیز
 اگر دنیا لالچ ہو اور تم اُس سے خود فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ کنوئیں میں اُتر جاؤ جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ قصر
 بادست کو چھوڑ کر جاء مصلحت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا تصور وہ تمکو اپنی آغوش میں لے لے
 اور راحت چھوچھلنے کیلئے ہر وقت تیار ہے تصور خود تمہارا ہے اب دیکھو اپنی تقویٰ کا رخ بدلتے ہیں
 اور فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے کمالات انبیاء کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور

لبعض وعناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو روح وصف گرگی میں مجسوس ہوگی یعنی حرص و طمع و مخالفت و عناد میں مشغول ہوگی وہ یوسفؑ کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ ہیئر یا تو یہ چاہے گا کہ جسدہ جلد ممکن ہو اس یوسف کو کہا جاؤں پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اسکی خوبیوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوبصورت ہے یا بد صورت پس یہی حالت حواذین کی ہے کہ انکو عناد ہی سے فرصت نہیں پھر انکو انبیاءؑ کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے ہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پہاڑوں تک تو چھوینچی تھی مگر سنگدل آدمی اسکو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل و انصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن و قبح اور ان کا انداز علی ماہی علیہ ہو سکتا ہے۔

اب پھر مولانا اہل سبک کا مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبک تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاءؑ اگر کام کی تصدیق کرو اور اس روح (ذہنی) کی تصدیق کرو جسکو ایک بڑے پھانسنے والے مجہوب نے پہچان لیا ہے (یعنی حق سبحانہ نے) اسے کج متوجہ و غائب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور تکذیب کر کے اپنے اوپر لاندہ ہے بن کا دھبہ نہ لگاؤ یہ لوگ قیامت میں تمہاری کلام آئیں گے اور انکو اسدن کی رسوائیوں سے بچائیں گے اسے یہ ماہی ہاں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اسکے کہ وہ قیامت میں تم سے ملیں کیونکہ اسوقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے اسے یہ انہری رات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں انکی تعظیم و تکریم کرو اسے یہ تم سے کسی نفع کی توقع نہیں رکھتے انکی ضرورت تصدیق کرو دیکھو نہ خود دگرہ ہو نہ دوسروں کو قبول حق سے روکو تم یہ کہو گے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا و فاضل ہیں سنو تم اس مشفق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دل جان سے عاشق بنو اور انبیاء علیہم السلام مقدر اسکے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سبکو بگوش قبول سنو۔ دیکھو آسمانوں نے اسکی اطاعت کر لی ہے تم بھی اطاعت کرو۔ اور اسکی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے نافرمانوں کی حالت دیکھ لو اور ان سے عبرت حاصل کرو یا مابعد کیلئے حرم کو کام میں لاؤ۔ حرم کے معنے ہیں دو تنہ بیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔ اور اس تندیر کو اختیار کرنا جس میں غمو کہہا نیک اندیشہ نہ ہو۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سلت روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔ صرف پاؤں جلا نیوالا

ریت ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ نکو بہرہ رات ایک چشمہ جاری میٹھا اس وقت احتیاط اس میں ہے کہ پانی لیلو تاکہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ ٹھیک راستہ پر چلو اگر راستہ میں پانی ہوا تو اُس پانی کو گردینا اور اگر نہ ہوا تو تم پانی لیکر بھی نہ چلے تو تہمدی کھنٹی آگنی پیاسے مرو گے۔ اے بنی آدم خدار انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارو میں احتیاط پر عمل کرو۔ اور اعمال صالحہ کر کے اُسکے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دیگا اور اگر بالفرض سارا تھک افسانہ ہوا تو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جدا مجد سے دشمنی کرتا ہے اور اُنکو بہشت سے جیلخانہ دنیا میں لا دیتا ہے اور وہ دشمن جسے اتنے بڑے دل کی شطرنج کو بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کر دی اور اُنکو بہشت سے نکال کر مصیبتوں میں بھنسا دیا اور مقابلہ میں اُنکو کئی داؤ نہیں بچا اس لیے جھکا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کیساتھ اُنکو چاروں شانے چت پٹک دیا غرض کہ اس کہلاڑی پہلو اس کیساتھ اسنے یہ معاملہ کیا تو اے پٹھو تم اس پڑائے گہاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اُسکے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس بخت حاسد نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں قوا کا زیور اُتار دیا تمہاری انعام خداوندی تھا کہ اُنکو بھل گیا اور نہ اُسنے کوئی کمی نہ کی تھی اُسنے اُنکو برہنہ اور ذلیل فرستہ کر دیا تھا جسکے سبب آدم کو اسقدر کثرت سے رونا پڑا کہ اُنکے آنسوؤں سے گہاس ٹپک آئی۔ وہ پھیتانے تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصا میں درج ہوا اب تم اسکی چالاکی کو اسکی قیاس کر لو کہ اتنا بڑا سردار اُسکے ہاتھوں اسقدر پریشان ہوا تاہم کہ غصہ میں اپنی ڈاڑھی نوچ لیا ہے پھر تمہاری تو سستی ہی کیل ہے۔ اے عالم ناموس اور اجسام و جسمانیات کے عاشقو اُسکے شر سے بچو اور لاول کی تلوار اُسکے سر پر مار کر اسکو اسقدر مضمحل کر دو کہ تمہر غالب نہ آسکے کیونکہ وہ تمہیں اُسکین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اُسکین دیکھ سکتے اسنے تم اس سے صرف لاول کی تلوار سے مقابلہ کر سکتے ہوا وہ دبدو اُس سے نہیں لڑ سکتے اور اُسکے کھینچا میں مستور ہو نیکا یہ لازم ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈالکر خود چپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہو جاتا ہے اور دھوکا خفی ہو جاتا ہے اسنے جانور بھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت تو ہوا

۵۰ یہ حاصل ہے لفظ جبریدہ لا کا یعنی دفتر عدم اطاعت یا عدم تقرب وغیرہ ۱۲۲

دا لے تہا رے سانے والہ رے میں تاکہ تم دھوکے میں آجھاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطان فی دانہ دیکھو اُس سے بچنا۔ ایسا نہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ تھو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ یاری کیساتھ دانہ بھی کہا لیں گے اور جال سے بھی بچ جائیں گے اسلئے کہ دانہ کہا کر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اُس شخص کیلئے جو اس دانہ سے بچار ہا اور اس سبب بہشت میں اُسکے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان نہایت ہو گئے اور اُسنے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچار ہا۔ اور کوئی جال اُسکی مقید نہ کر سکا۔

شرح شبیری

صد ہزاراں شہر را ختم شہاں سرنگوں کر دست ی بدگوہراں
یعنی لے بدذاتو ختم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگوں کر دیا ہے (یہاں خطاب اُن اہل سبا ہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ اسے تم اُن کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دیکھنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہو گئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ بر خود می شکاف ذر صدر شکاف آفتابے چوں خراسے در طواف
یعنی بہار اپنے اوپر سو شکاف ہو کر پیٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل مکی کے طواف میں ہے
یعنی اُن حضرات کے خشم کیوقت بہار پیٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اسقدر عظیم الشان کر ہے سرگرداں پیر رہا ہے۔

خشم مرداں خشک گردانند سحاب خشم دلہا کرد عالمہا خراب
یعنی مردان حتی کا غصہ سحاب کو خشک کر دیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جمائوں کو خراب کر دیتا ہے۔

بنگرید اے مردگاں بے حنوط ... درسیاستگاہ شہرستاں لوط

یعنی لے بے حنوط مرد و قوم لوط کے شہروں کی سیاستگاہ میں دیکھو بے حنوط سے مراد ذلیل اسلئے کہ حنوط تو مرد کے اکرام کیلئے لگایا جاتا ہے مطلب یہ کہ اُنکے شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز تہیہ ہوا

بھی آئیو الا ہے اور ان حضرات کے قصہ کا یہ اثر ملتا ہے کہ۔

پیل خود چھ بود کہ سہ مرغ پرال کو فتنہاں پیلگانرا استخوال
یعنی ہاتھی خود کیا ہو تا ہے کہ چند اڑنیوالے جانوروں نے اُن ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں
اضعف مرغال ابابیل سٹاو پیل را بدرید و نہ پذیرد در فو

یعنی سب زیادہ ضعیف جانوروں ہیں ابابیل سب اور اُسے ہاتھی کو پہاڑ والا کہ وہ بچو کہو
اقبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو چشم ہذا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو دریم
بریم کر دیا۔ اور اگرچہ رخشم حق سے ہوا ہے مگر چشم انبیاء کیلئے چشم حق ضروری ہے اسلئے
چشم انبیاء بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جواب ابابیل یا ہے اُسکے معنی
اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ سیاہ ایک چڑیا کی برابر ہو تا ہے بلکہ ابابیل جمع ہوا بول
اکی اُسکے معنی ہیں چہنڈ کے چہنڈ یعنی وہ جانور چہنڈ کے چہنڈ تھے اب اُنکی تفصیل نہیں کہ کیا
تھے اور مولانا کہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چوٹے جانور تھے مگر
چونکہ متبع ہے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اڑتا بلکہ ٹکڑاڑتے ہیں اسلئے مولانا نے
اُسکو اضعف مرغال کہا یعنی وہ چہنڈ چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل
نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

کیست کو تشنید آں طوفان نوح یا مضاف لشکر فرعون و روح

یعنی وہ کون ہے جس نے کہ وہ طوفان نوح نہیں سنایا لشکر فرعون اور روح کی جنگ دکو
انہیں سنا تو یہ چشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے روح سے مراد موسیٰ ہیں۔

روح شان لشکست و اندر آیت نحت ذرہ ذرہ آب شاں برمی گشت

یعنی موسیٰ نے اُنکو شکست دی اور پانی میں رختہ کر دیا۔ اور پانی اُنکو ذرہ ذرہ کر کے توڑا تھا

کیست کو تشنید احوال نمود و انکہ عرصہ عادیوں رانی رہود

یعنی کون ہے جس نے کہ نمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ عرصہ عادیوں کو لے بھاگتی تھی۔

چشم بایں در چناں پیلان کشا کہ بدندے پیل کشان دروغا

یعنی ایک دفعہ اُن ہاتھیوں میں کہول کہ یہ لڑائی میں پیل کش تھے یعنی یہ لوگ بڑے

بڑے زبردست تھو۔ مگر

آں چناں پیلاں و شاہانِ ظالم
زیرِ شتم دل ہمیشہ در جوم
یعنی ایسے زبردست اور شاہانِ ظالم شتم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے یعنی ذرا آنکھ کھول کر
عبرت پکڑو کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے می روند و نیست غوثِ رحمتے

یعنی ابد الابد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریاد رس
اور رحمت نہ ہوگی مطلب یہ کہ دیکھ لو اُس شتم کی بدولت ابد الابد تک ظلمت ہی ظلمت میں
رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر نشیدہ اید جملہ دیدند و شمانا دیدد اید
یعنی نیک و بد کا نام نہ اید تم نے نہیں سنا ہے اور نہ بے تو یہ کہا ہے اور تم بے دیکھے ہو۔
دیدہ را ناویدہ می آرید لیک چشمِ تان را و کشاید مگر نیک
یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن آنکھ کو موت اچھی طرح کہول دیگی۔ مطلب
یہ کہ مذمت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا کہنے دیکھا ہی نہیں اور باوجود اس قدر واقف
کے موجود ہو نیک تم اندہ ہے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کہول دیگی اور اُس
روز اس غفلت اور اندہ پن کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس عبرت کے چیزوں کے
موجود ہونیکو اور اُن سے عبرت حاصل کر نیکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور چوں روی در ظلمتے مانند کہ

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندہ پن کی طرح چلو۔

بے نصیب آنی ازال نورِ عظیم بسترے روزن باشی از ماہِ کریم

یعنی اُس نورِ عظیم سے بے نصیب ہو گے اور اُس ماہِ کریم سے بسترے روزن ہو گے۔ مطلب یہ کہ
اگر چہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بہرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نہ کرو تو تمہارے اعتبار
سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندہ پن کی طرح تمام عالم میں
پھرتے رہو۔

تو دروں چاہے قستی ز کاخ چہ گنہ دارد جہا نہائے فراخ
یعنی تو کنوئیں میں محل سے چلا گیا ہے تو اس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو
چھوڑ کر ایک تاریک کنوئیں میں چلا جاوے تو اگر اس جہان کے باغ و بہار تجھے نظر نہ
آویں تو اُسکی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی مانند او چوں بہ بیند روئے یوسف انکو
یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ
سکتی ہے۔

لحن داودی پسنگ و کہ رسید گوش آن سنگین دلانش کم شنید
یعنی لحن داودی سنگ و کہ رسید گوش آن سنگین دلانش کم شنید
نہ سنا۔

آفریں بر عقل و بر انصاف باد بہر مال واللہ اعلم بالارشاد
یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالارشاد۔ مطلب یہ کہ بہائی
ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھے ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے
کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں انکو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاء کا دل
و کہانے سے باز ہو گئے مولانا قوم سہا کو مطلب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

صدقوا اسلا کر انا یا سبا صدقوا روحا سببا یا سبا
یعنی اے قوم سب اسوالات کرام کی تصدیق کرو اور اس روح کی تصدیق کرو کہ مقید کر کہا،
اُسکو جس نے کہ مقید کیا ہے مطلب یہ کہ ان حضرت کی تصدیق کرو کہ انکو حق تعالیٰ نے مقید کیا
ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقوا ہم ہم شمس طالعتہ یومناکم من مخازی القارعتہ
یعنی ان کی تصدیق کرو وہ آفتاب میں چمکنے والے وہ نکو قیامت کی رسوائیوں سے نجات
دیں گے۔

صدقوا ہم ہم بدور زاہرہ قبل ان یلقوکم بالہرہ

یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ چاند میں روشن قبل اسکے کہ وہ تمہیں قیامت میں نہیں مطلب کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے اُن کی تصدیق کرو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کر لیں گے لہذا اس سے پہلے ہی کی تصدیق کام آو گی۔

صدقہ ہم ہم مصابیح الدجی اگر ہو ہم ہم مفاہیح الرجا
یعنی اُن کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا اگر ہم کر وہ امید کی کنجیاں ہیں
صدقہ امن لیس یہ جو اخیر کم لا تفضلوا الا تصدوا غیر کم
یعنی اُس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہو اور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تمہارے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں اُن کی تصدیق کرو یہاں جو تہوڑی سی عربی لکھدی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ
پارسی گوئیم ہیں تازی بہل ہندوئے آن ترک باشا بگل
یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو چوڑا اور اُس ترک کا غلام ہو جاے اب دگل (ترک) سے مراد حضرت من (مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کر داسلئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

ہیں گواہیہاں لبثوید بگردیدند آسمانہا بگردید
یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کو کسبنا اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔
یا بحال او لینان بنگرید یا سونے آخرت خرمے بر پرید
یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اُڑو مطلب یہ کہ یا تو اُن حضرات کی باتیں سنکر مان لو اور اگر یہ نہیں ہو تا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو۔ اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اُسکو لیتو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کیاوے اسلئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں باز پرس ہوگی۔ سو اگر تصدیق کر لی اور یہ (نعوذ باللہ) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تم سے کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تھا اور اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قائم نہ ہوئی تو اسوقت تم بالایمان ہو گے غرض کہ ہر صورت سے اُن کی مان لینا یہی بہتر ہے آگے حزم کے

معنی بیان فرماتے ہیں۔

حرم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حرم چہ بود درد و تدبیر احتیاط از دواں گیری کہ دورست انجبا^ط

یعنی حرم کیا ہوتا جو تدبیر و احتیاط کرنا اور دواں سے اسکو لینا جو خطب سے دور ہے
اے اسکا نام حرم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے۔ لہذا انکی
مانر آگے ایک مثال سے حرم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز نیست آب ہست ریگ پائی سوز
یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو
جلائیوا لای ہے۔

آن ذکر گوید دروغ ستین دل کہ ہر شب چشمہ بینی عیاں

یعنی یہ سراسر کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر
منزل پر چشمہ ملے گا۔

حرم آن باشد کہ برگیری تو آب تار ہی از ترس و باشی در صواب

یعنی حرم وہ ہے کہ تم پانی لیلو تاکہ خوف سے چھوٹے اور درست حالت میں رہو۔

گو رود در راہ آب ایں را بریز در نہا شد وائے ہر مرد و ستیز

یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اسکو گرا دینا اور اگر نہ ہو تو مخالفت کر نیوالے آدمی پر افسوس ہو
یعنی جبکہ اسکو نہ ملے اور احتیاط کرے اسوقت اسکی حالت افسوسناک ہو۔ آگے فرماتے
ہیں کہ

لے خلیفہ زاد گال دادی کنید حرم بہر روز میعادے کنید

یعنی اے شہزاد و انصاف کرو اور روز میعاد کیلئے حرم کرو۔ یعنی اُس روز کیلئے احتیاط سو
کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ اور بادشاہ تھے اسلئے خلیفہ زادہ انسان کو کہہ دیا۔

آں عدوئے کز پدر تال کی کشید سو ز زندانش ز علیین کشید

یعنی وہ دشمن جسے کہ تمہارے باپ کیسے نہ کیا اور علیمین سے اُن کو زندان کی طرف
بکسینچا۔

آں شہ شطرنج دل مات کرد از بہشتش سخرہ آفات کرد
یعنی اُسے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا۔ اور بہشت سے (تکا لکر) اُنکو سخرہ آفات
کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر اُنکو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جا بندش گرفت اندر بند تا بکشتی در گندش روی نزد
یعنی کئی سے اُسے بند لڑائی میں پکڑے یہاں تک کہ کشتی میں اُنکو زبرد رو کر کے ڈال دیا۔

این جنیں کردست با آں پہلوں سستش منگد یاد دیگران
یعنی اُسے اُس پہلو ان کیساتھ ایسا کیا ہے تو لے دوسرے تم اُسکو گرفت مست محبوب۔

مادر و بابائے مارا ایں حسود تاج و پیرایہ بچالاکے ر بود
یعنی ہمارے ماں باپ کا اُس حاسد نے تاج اور پیرایہ چالاک سے لے لیا ہے۔

کردشاں آنجا برہنہ خوار و زار سالہا بگرست آدم زار زار
یعنی اُنکو اُس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم اور وئید منت کہ چہ اندر جبریدہ لاست ثبت
یعنی یہاں تک کہ اُن کی اشک چشم سے گہاس آگ آیا کہ کیوں دفتر لاین رمیر انام ثبت ہو

مطلب یہ کہ وہ اسلئے روتے تھے کہ میر انام اُس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہو گیا۔ اور کیوں
لکھا گیا سورعین نے لکھا ہے کہ اُن کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جب قدر

خوشبودار بوٹیاں مثل لالچی وغیرہ کے ہیل سے پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اُس شیطان نے
ایسے زبردست کو بھی ایک دفعہ ہرا دیا۔

تو قیامت گیر طر ایش را کہ چناں سرور کند زویش را
یعنی تم اُسکی چالاک کو قیاس کر لو کہ ایسا سرور ارا اُسکی وجہ سے ڈاڑھی کو اگھاڑے۔ یعنی

جب وہ اُس سے زیر ہو گئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہاری ساتھ کیا کچھ کر سکتا ہو۔
الحذر لے گل پرستاں از سرش تیغ لائحے زیند اندر سرش

یعنی لے گل پر ستوا کے شر سے بچو اور لاجول کی تلوار اُسکے سر میں مارو۔

کو بھی بدینہ شمار از کہیں کہ شما درانی بینید ہیں

یعنی کیونکہ وہ تو نگو کہین سے دیکھ رہا ہے اور تم اُسکو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ) اندہ برنگم ہوا و قبیلہ من حیث لا تروھم تو اُسکی مثال ایسی ہے جیسی کہ صیاد کہ جاتو کہ صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جاتو اُسکو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

دانا صیاد دریزد دانا دانا پیدا باشد و پنهان دغا

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے نہ دانا تو ظاہر ہوتا ہے اور دغا مازی پوشیدہ ہوتی ہے

ہر کجا دانا بدیدی الحذر تانا بند ددام برتہ بال و پر

یعنی جہاں کہیں تم دانا دیکھو تو بچو تاکہ جال تیر بال و پر کو باندہ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانا مگر نریای حمام دانا چون خوردی در افتادی بدام

یعنی لے کہو تر جب تو نے دانا دیکھا تو تو پہاگ اور جو دانا تو نے کہا لیا تو (سمجھ لے کہ) تو جال میں پڑ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھا تا ہے اور ہر دم اُسکے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہے تو خدا کیلئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اُسکے جال میں نہ بھنس جاؤ پس جہاں کہیں ذرا شبہ بھی ہو خرم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹیہر و مت لبس چلو۔

زنانکہ ہر مرغے کہ ترک دانا کرد دانا از صحرائے بے تزدیر خود

یعنی اسلئے کہ جس جانور نے کہ دانا کو ترک کیا صحرائے بے تزدیر سے دانا کہا یا۔

مشاد مرغے کو ترک دانا گفت در ریاض قدس بہر شگل گفت

یعنی خوش ہر مرغ جسے کہ ترک دانا کیا اور ریاض قدس سے اُسکے لئے پھول کہلئے یعنی جسے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اُسکیلئے ریاض قدس سے گل کہل گئے اور علوم و معارف حاصل ہو گئے

بہم بدایں قانع شد و از دام است ہیج دامے پرو بالش را نہ بست

یعنی اُسپر قانع ہو گیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اُسکے پرو بال کو نہ باندھا۔ یعنی پھر وہ کہیں بھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک

کر گیا وہ کبھی اُسکے جال میں نہیں بچس سکتا آگے ایک مثال میں حرم کا فائدہ اور ترک حرم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

باز مرغِ فوق دیوارِ نشست بیک نظر او سوئے صحرایِ کند ایں نظر با آن نظر چالیش کرد رفت و دانه خورد و اندر دام ماند باز مرغِ کان تردد را گذاشت شاد پر و بال او بخشاله ہر کہ اور امتقد اس از دہرست زانکہ شاہِ عازمان آمدش حرم از و راضی و اوراضی ز حرم	دیدہ سوئے دانه و دامی لبست یک نظر حش بد اے می کشد ناگہا نے از نظر خالیش کرد صائدش کشت و بخورد کام راند زاں نظر بر کند و بر صحرایِ گماشت تا امامِ جملہ آزاداں شد او در مقام امن و آزادی نشست تا گلستان و چین شد منزلش ایں چنین کن گر گنی تدبیر عزم
---	---

اب ہم دو جاقوڑوں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تکوینت حاصل کرنا چاہئے۔ ایک جاقوڑ دیوار پر آزاد بیٹھا ہے اسی اثنائیں اُسے جال اور دانه کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحرایِ کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانه پر نظر کرتا ہے اور حرم اُسکو اُسکی طرف کھینچتی ہے۔ اب دونوں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر حرم غالب آکر اُسکی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اُسکو عقل سے کوہرا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانه کہا کر جال میں بچس رہتا ہے۔ شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کہا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے اب ایک دوسرا جاقوڑ لو اُسکو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور

دوانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جنگل کو ملح نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے ہیں اور اُسکے پرورد
بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا ہو جاتا ہے جو جانور اسکو
مقتدا بننا پسند نہ کرنا چاہتے ہیں اور اس قدر آزادی کی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ اُس نے نہایت
ہوشیاری سے کام لیا۔ اسنے اُس کا دل ہوشیاری میں لگا دیا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا
اور اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے دام یا شکار صیاد کے گلستان و چمن اُس کا مسکن بنا۔ اب
وہ خرم و امتیاط سے خوش ہے کہ وہ اُسکے کام آئیں۔ اور خرم و امتیاط اُس سے خوش
ہیں کہ اُس نے اُن کی قدر کی۔ پس اگر تلو کو نہا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا عزم اختیار کرو۔

شرح شبیری

اُس جانور کے حال کی پرکندگی جس نے ترک خرم ہوا

وہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیوار نشست دیدہ سوئے دانہ و دام بہ نسبت
یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ و دام کی طرف باندھا۔
ایک نظر اوسوئے صحرا میں کند یک نظر حرص بدانہ می کشد
یعنی وہ ایک نظر صحرا کی طرف کرتا ہے اور اُسکی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھینچتی ہے
یعنی ایک دفعہ دیکھتا ہے کہ جنگل میں ووق پڑا ہے مگر اُس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال
بھی یقیناً نہیں ہے اور جہاں دانہ ہو جال کا احتمال ہے غرض کہ وہ دونوں طرف
فکر رہا ہے۔

ایں نظر بااں نظر چالیش کرد ناگہانے از خورد خالیش کرد
یعنی اس نظر نے اُس نظر کیساتھ لڑائی کی تو ناگہان عقل سے اُسکو خالی کر دیا۔
رفت و دانہ خورد و اندر دام ماند صائدش کشت و بخورد و کام ماند
یعنی گیا دانہ کھایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اُسکو زخم کیا اور کھایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانیکا
 نصیب ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اسوقت یہ سوچتا ہے
 کہ لاؤ اسوقت تو مزہ لیلو پھر دیکھا جاوے گا بس یہ سوچ کر اُدھر کو چلا اور پھنسا پھر ساری
 عقل وغیرہ رنج و جھگڑا ہو جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان ترود را گداشت زان نظر بر کند و بر صحرای گداشت
 یعنی پھر اُس مرغ کو سنو کہ اُس نے ترود کو تو چھوڑا اور اُس (دانا) سے نظر الگ کر کے جنگل پر
 (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چل دیا)

شاد پرو بال او بخت الہ تا امام جملہ آزادان شد او
 یعنی اُسکے پرو بال خوش ہیں اور خوشی ہے اُسکے لئے یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا
 ہر کہ اور مقتدا سازد برست در مقام امن و آزادی نشست
 یعنی جسے کہ اُسکو مقتدا بنالیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زماکہ شاہ حازماں آمدنش تا گلستان و چین شد منرلش
 یعنی اسلئے کہ اُس کا دل حازموں کا بادشاہ ہی یہاں تک کہ گلستان اور چین میں اُسکی منزل ہو گئی
 خرم زدا راضی و اوراضی ز خرم ایں چنین کن گر کنی تدبیر و غم

یعنی وہ خرم سے راضی اور خرم اُس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و غم کرتا ہے مطلب
 یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آکر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اُس نے احتمال
 ضرر پر اُسیں لذت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے چل دیا بس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا
 اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا۔ اب اور بھی جو کوئی اُسکو مقتدا بنانے وہ بھی اُسکی طرح دام نہیں
 سے چھوٹ جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بار بار در دام حرص افتادہ خلق خود را در بریدن دادہ

بازت آن تو آب لطف آزا کرد
گفت ان عدم کذا عدنا کذا
چونکه جُفتے را بر خود آورم
جُفت کردیم این عل را با اثر
چوں رباید غارتے از جفت شو
بار دیگر سوئے این دام آید
بازت آن تو آب بکشد آن گره
باز چوں پروانه تسلیا رسید
کم کن اے پروانه نسیا و شک
چو رهیدی شکر آاں باشد که هیچ
تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او
شکر آن نعمت که تاں آزاد کرد
چندان در رنجها و در بلا
تا چنین خدمت کنم احسان کنم
چو خلاصت داد حق از امتحاں
چوں رها کردت فراموش کردیش
سگ زمستان حج کرده استخوانش

توبہ پذیرفت و شمارش را کرد
نخن ز وجنا الفعال بالجزا
آید آن جفتش دوانه لاجرم
چون رسد جُفتے رسد جُفتے دیگر
جفت می آید پئے او شوئے جوئے
خاک اندر دیده توبہ ز دید
گفت ہیں بگریز این سو پامنه
جان تا باں را جانب آتش کشید
در پر سوزیده بسگر توبه کی
سوئے آن دانه نداری هیچ هیچ
روزی بے دام و بے خوف عدد
نعمت حق را بساید یاد کرد
گفتی از دامم رها کن اینجا
خاک اندر دیده شیطان کنم
همچنانستی که بودی همچناں
جان خود را مست دہیش کردیش
زخم سرا خود گرداند چنانش

خانہ از سنگ باید کرد نم	کہ بگوید این قدر تن کہ نم
بہر سر ما خانہ سازم ز سنگ	چونکہ تالبتاں بیایند چنگ
استخوانہا پہن گرد و پوست و	چونکہ تالبتاں بیاید از کشاد
کاہے سیر غری خود رائے	رفت گرد پاک شد در سایہ
در کد میں خانہ گنج اے کیا	گوید او چون زفت بیند خوش را
گوید او در خانہ کے گنج بگو	گویش دل خانہ سازای عمو
در ہم آید خورد گردد در خورد	استخوان حرص تو در وقت درد
در زمستان با شدم کا شانہ	کوئی از توبہ بازم خانہ
پہچو سگ سودا خانہ از تو رفت	یوں بشر نچ و شد تان حرصت
شکر بارہ کے سوائے نعمت رود	شکر نعمت خوشتر از نعمت بود
زانکہ شکر آرد تر تا کوئی دوست	شکر جان نعمت و نعمت چو پوست
صید نعمت کن بدام شکر شاہ	نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ
تا کنی صد نعمت ایسا فقیر	نعمت شکر کند پر چشم و میر
تار و داز تو شکم خواری و دق	سیر نوشی از طعام و نقل حق
تا سر منجوس خود را لشکسید	نعمت وہاب لا شکرے کنسید
کفر نعمت مرد را کا فر کند	شکر جذب نعمت او فر کند

یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو

تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنس کر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو۔
 لیکن پھر بھی جبکہ تم نے توبہ کی توجہ سبھانہ نے اپنی عنایت بے غایت سے تمکو اس جال سے چتر کر
 خوش کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دیکھو اگر تم نے پھر یہ حرکت تو پھر ہی سزا مو جو رہے کیونکہ
 ہم نے افعال کو اُنکے نتائج کیساتھ والستہ کر رکھا ہے اور گو یہ کہ افعال و نتائج آپس میں نہ
 وادہ ہیں۔ ایک فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے نر یا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس فعل
 کی بنا پر جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود کھینچا چلا آئیگا۔ پس یوں ہی ہم نے عمل کو اُسکے
 نتیجہ کیساتھ والستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل تحقق ہوگا تو لامحالہ (ہماری عادت کی موافق جسکے
 بدلنے پر ہیکو کامل قدرت حاصل ہے) اُسکے ساتھ اُسکا اثر بھی تحقق ہوگا۔ دیکھو وجہ
 کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نر کو اڑالے تو اسکے پیچھے پیچھے مادہ بھی بھونچ جائیگی۔
 لیکن باوجودیکہ تمکو ہدایت کر دی گئی تھی مگر اس جال میں آپھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں
 خاک جو نکلی مگر جب تم نے مجذرت کی توجہ سبھانہ نے اپنی رحمت سے پھر عقدہ کشائی
 کی اور کہدیا کہ جاہلگ دیکھ پھر ادھر اگر نہ پھٹکنا لیکن پھر جبکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گنڈا
 کی آگ پر عاشق ہے آوارہ ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا
 اور گنڈا میں مبتلا کر دیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لمے پروانہ نسیان و شکر میں بہت
 ہو چکی۔ اب تو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھو اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر
 اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول کی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑو۔ دیکھو جب
 تمکو حق سبھانہ نے جال سے چترادیا ہے تو تمکو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے۔ اور شکر
 اس کا پیسہ کہ پھر دانہ کی طرف نہ نکر و۔ تاکہ جب تم شکر کرو تو حق سبھانہ تمکو ایسی فزنی
 عطا فرمائیں جس میں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح
 یا غذائے جنت اُس نعمت کے شکر میں کہ اُس نے تمکو دام بلا سے ربانی عطا فرمائی ہے
 تم حق سبھانہ کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اُسکے مقتضایہ عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رکھو کہ
 اس مقام پر ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ ”شکر اُن نعمت کہ تاں آزاد کردہ“
 بدل یا عطف بیان ہوا شکر کا جو بیت بالا میں ہے یا خبر ہو مبتدا و محذوف کی یعنی وہ

اُن شکر شکر اُن نعمت ست کہ تال آنزاد کرد (لیکن تنے اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت
 مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پہنڈے
 سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں لپچے کام کروں لیکن جب حق سبحا نے اُس
 تکلیف سے نجات دی تو پھر ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تکو اس مصیبت سے
 چھوڑا دیا تو پھر تم اُسکو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس ربائی اور راحت میں مست اور بیہوش
 کر لیا۔ تمہاری ایسی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اُسکی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے
 اور سردی کی تکلیف سے وہ شکر کر ذرا سار بجاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس
 جسم کی موافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہیئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی
 کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانیکا کسے پوش سے ہاں جب گرمیاں آجائیں گی
 اُسوقت جاڑوں کیلئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور
 اُسکا جسم کھلجاتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کہاں عمدہ ہو جاتی ہے تو خوب موٹا
 تازہ ہو جاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سویتا ہے اُسوقت وہ کاہل اور بے نیاز
 احمق اور خود رائے ہو جاتا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے
 بھلا میں اب کس گھر میں سما سکتا ہوں اُس کا دل اب بھی اُس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بناؤ
 تو اُس کا یہ جواب دیتا ہے کہ زچہا تو ہی بتائیں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور یہ وہ عذر
 کر کے گھر نہیں بناتا پس بالکل ہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کی وقت تو تمہاری حرص کی
 ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور شکر کر چھوٹی ہو جاتی ہیں اُسوقت تم کہتے ہو کہ مجھے
 قویہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہجوم سے نجات ملے لیکن
 جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہو گئی تو کتنے کی طرح گھر بنائے کا خیال تمہارا
 دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب
 مصیبت سے نجات حاصل ہو جاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے
 بھی اچھا ہے اسلئے کہ شکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور مصائب نعمت مصیبت میں گر کر فنا
 ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اُس کا قالب۔ اور یہ فرق اسلئے ہے کہ

شکر تکوین سبحانہ تک چھو نچا فیوالا ہے بر خلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ
نعمت تکفلفت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا
نفس نعمت سے اچھا ہونے مانا کہ نعمت ہی پیہی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے
پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اسکی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اسلئے
بھی شکر ضروری ہے بشکر جو کہ خود بھی ایک نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جاوے تو تم چشم
اور دو لہتمند ہو جاؤ گے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور تم
غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے۔ یہاں تک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور
اسکی تکلیف تم سے دور ہوگی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تاکہ یہ منحوس سر تہارا
بھوٹے سے بچ جاوے شکر نعمت فراوان کو کہنچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر
تک کر دیتی ہے۔

شرح شبیری

بارہا در دام حرص افتادہ خلق خود را در بریدن دادہ
یعنی بارہا تم دام حرص میں بڑھ چکے ہو اور اپنے خلق کو کاٹنے کیلئے تنہ دیدہ پایہ۔
بازت آں تو اب لطف آزاد کرو توبہ پدرفت و شمارا شاد کرو
یعنی اُس تو اب لطف نے تم کو آزاد کر دیا اور توبہ قبول کر کے تم کو خوش کر دیا یعنی تم نے بارہا
گناہ کر کے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تم کو خوش
کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا نحن روجنا الافعال بالجزا
یعنی فرمایا کہ اگر تم اس طرح لوٹو گے تو ہم اُس طرح لوٹیں گے یعنی افعال کو جزائے ساتھ
ملادیا ہے یعنی فرمادیا ہے کہ اگر تم بھر گناہ کرو گے تو ہم سزا دیں گے اسلئے کہ ہم نے افعال کو
اُٹلی جزائی ساتھ قرین کر دیا ہے تو جب فعل ہوگا اسکی مطابق اسکی جزا بھی مرتب ہو جاوے گی آگے
ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتہ را بر خود آدم آید آن جفتش دو انہ لاجرم
یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لادیں تو وہ دوسرا جو را بھی لیتا آو گیا تو اسی طرح جب
افعال و جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آدیتی گی۔
جفت کر دیم اس عمل را با اثر چوں رسد جفتہ رسد جفتہ دیگر
یعنی ہم نے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کر دیا ہے تو جب ایک جفت چھوٹے گی تو وہ دوسری
بھی چھوٹے گی۔

چوں را بید غارتے از جفت شو جفت می آید پئے اوشوی جوئی
یعنی جبکہ کوئی لوٹیر کسی جفت سے (اُسکے) شوہر کو اچک لے تو نہ جفت اُسکے پیچھے شوہر کو
تلاش کر تہ موئی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے
وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے تو حق تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے مگر

بار دیگر سوئے اس دام آمدید خاک اندر دیدہ تو بہ زردید
یعنی تھو سوری دھم (پھر) اس جال کی طرف آئی۔ اور دیدہ تو بہ میں تھے خاک جھونکدی۔ یعنی باوجود
اُسکے کہ اول تو بہ قبول کر کے یہ سب کچھ کھدیا گیا تھا مگر تھے پھر تو بہ توڑ دی

بازیت آن تو اب بکشود آں گرہ گفت ہیں بگریز رواں سوئے
یعنی پھر اُس تو اب تمہاری گرہ کھول دی اور کھدیا ارے بہاگ اس طرف نہ مت کر۔

باز چوں پروانہ نسیاں رسید جان تاں را جانب آتش کشید
یعنی پھر جب نسیان کا پروانہ چھوٹا تو تمہاری جان کو (اُس نے) آتش کی طرف کہنچا۔

کم کن لے پروانہ نسیان و شکے ہر پروانہ سوزیدہ سبگر تو کیے

یعنی لے (ا شخص) پروانہ نسیان و شک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ چلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔

(پروانہ سوزیدہ سے مراد محصیت کے نقیبات ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس نسیان و شک کو
چھوڑا اور محصیت جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے چھوٹا ہے اُسکو دیکھ کہ اگر تو پھر کر گیا
تو پھر ہی ہوگا تو اس سے عبرت پکڑ اور آئندہ اُن افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے
فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آن باشد کہ بیج
سوئے آن دانہ نداری بیج بیج
یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اُس کا شکر یہ ہے کہ اُس دانہ کی طرف کبھی رغبت نہ رہے۔

تا تر اچوں شکر گوئی بخشاد
روزی بے دام و بے خوف غدا

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف غدا مرحمت فرما دے مطلب یہ کہ اُس چھوٹ جانیکا شکر یہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رخ نہ کرتے اور جب تم اُس طرف کو رخ نہ کرتے تو ان لذات و شہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تم کو لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا احتمال بھی نہ تھا

شکر آن نعمت کہ تان آزاد کرد
نعمت حق را بیدار باید کرد
یعنی اُس نعمت کے شکر میں کہ تم کو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئے۔

چند اندر برنجساؤ در بلا
گفتی از دامم رہا کن اینجا
یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج و بلا میں کہا ہے کہ اے اللہ مجھے (اس وقت اس) دام سے چھوڑا دے
تا چنین خدمت کنم احسان کنم
خاک اندر دیدہ شیطان کنم
یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کر دوں اور احسان کر دوں اور دیدہ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اُس وقت خوب خوب وعدے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حق نے امتحان
ہیچناستی کہ بودی ہیچناں
یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اُس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔
چوں رہا کردت فراموش کردیش
جان خود را مستی ہمیش کردیش
یعنی جبکہ تجھے رہا کر دیا تو نے اُس (وعدہ) کو فراموش کر دیا۔ اور اپنی جان کو مست و بیہوش بنا لیا (اور سارے وعدے و وعید بھول گئے) آگے اس وعدہ کرنے اور پھر بھولنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتون کے جاڑوں میں نذر کرنیکی کہ جب می
آویگی تو جاڑے کیلئے گھر بنا دیں گے

سنگستان جمع کرد و دستخوش زخم سر ما خورد گرداند چنانش
یعنی گنجا جائے میں اُسکی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اسکو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے
کو بگوید کایں قدر تن کہ منم خانہ از سنگ باید کردنم
یعنی کہ نہ کہتا ہے کہ جتھور کہ میرا بدن ہی مجھے ایک گھر پھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن ستر جاتا ہے
تو کہتا ہے کہ میرا جسم دہلا پٹلا تو ہے ہی لہذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہو گا اور کہتا ہے کہ
چونکہ تالستان بیابان میں یہ جنگ بہر سر ما خانہ سازم ز سنگ
یعنی جب گرمی آوے گی تو میں اپنی ہاتھ سے سردی کے واسطے پھر کا ایک گھر بناؤں گا۔
چونکہ تالستان بیابان کشاد استخوانہا میں گرد و پوست و
یعنی جیکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اُسکی ہڈیاں موٹی ہو جاتی ہیں اور کہاں بھی ہو جاتی ہے
زفت گرد و پاکشد در سایہ کاہلی سیرے غرے خود رایہ
یعنی موٹا ہو جاتا ہے تو سایہ میں پاؤں پہنچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رانی (ہو کر)
گوید و چوں زفت میںد خولیں را در کد میں خانہ گنجم لے کیا
یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ لے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔
گویدش دل خانہ سازای عمو گویداد در خانہ کے گنجم بگو
یعنی اُس سے دل کہتا ہے کہ گنجا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤں
آگے اس مثال کو مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد ہم آید خورد گرد در نور
یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں ہم برہم ہو جاتی ہیں اور لپٹکر چھوٹی ہو جاتی ہیں۔
گوئی از تو بہ ب از م خانہ در زستان باشد م کا شانہ
یعنی (اُس وقت) تو کہتا ہے کہ میں تو بہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کا شانہ
ہو جاوے

چون بشدرنج و شدت آں حرص فت ہمچو سگ سودائے خانہ از تو زست
یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہو گئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا۔

زا اور پھر اسی طرح غافل ہو گئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اُس رہا ہونے کا شکریہ یہ ہے کہ پھر کبھی اُس کے
مترکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کر داسلئے کہ
شکر نعمت خوشتر از نعمت بود شکر بارہ کے سوئی نعمت بود
یعنی شکر نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اسلئے کہ) شکر نعمت کی طرف کب لپکتا ہے۔
شکر جان نعمت چو پوست زانکہ شکر آرد تیرا تا کوئی دوست
یعنی شکر نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اسلئے کہ شکر تو تم کو کونے دوست
تک لاتا ہے

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ صید نعمت کن بدام شکر شاہ
یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر بیداری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے
دام میں کرو مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت سے بہتر ہے اسلئے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ
سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر کبھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو
کہ شکر خود غالب نعمت ہے نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آوے گی۔
نعمت شکر کند پر چشم و میر تا کنی صد نعمت ایسا فقیر
یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ تجھے پر چشم اور میر کر دے گی۔ یہاں تک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نشان
کردو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رہو ہی گے مگر اور دل کو بھی دو گے
سیر نوشی از طعام و نقل حق تارود از تو شکر خواری و دق
یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کہا دیکھا یہاں تک کہ تجھے شکم خواری اور دق (باب)
جاتا رہے گی یعنی اس قدر نعمت ملے گی کہ پھر حرص نہ رہے گی۔

نعمت و باب را شکر کنید تا سر منجوس خود را نشکنید
یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تا کہ اپنے سر منجوس کو نہ توڑو۔
شکر جذب نعمت او فر کند کفر نعمت مرد را کافر کند
یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفر ان نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے۔ (اور)
بہر شے کا شکر انگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اُس کام کے مترکب نہ ہو

آگے بل سب کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا نصیب ان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p>اچھ گفتیہ رادریں دہ کس بود کس نداند بر د بر خالق سبق این نخواهد شد یگفت و گو دگر کہنہ را صد بار گوئی باش نو آب را گوئی غسل شویا کہ شیر پیش را گوئی کہ سوئے بادرو یاکہ اکسیر شود چالاک شو آب کے گردو غسل لے ارجبند خالق آب و تراب و خاکیان آب و گل را تیرہ روئی و نما کے تواند آب و گل صفیت خرید کے کے گردو بجمہدت چوں کہے</p>	<p>قوم گفتند اے نصوحان بس بود قتل بردہا مائے ما نہ ساد حق تقش ما این کرد آں تصویر گر سنگ را صد سال گوئی لعل شو خاک را گوئی صفات آب گیر نار را گوئی کہ نور محض شو قلب را گوئی کہ زتر پاک شو ہیچ ازاں اوصاف دیگر گویا شوند خالق افلاک و ہم افلاکیاں آسمان را داد دوران و صفا کے تواند آسماں در دے گزید قسمتے کردست ہر یک را رہے</p>
--	---

غرض کہ جب انبیاء علیہم السلام نے انکو بہت کچھ نصیحت کی اور جنتوں سے انکو منسوب کیا تو انہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر بیجا چھوڑا ناچا یا اور کہا کہ صاحبو اگر اُس کا دُش میں کوئی شخص آپ کی بات ماننے والا ہو تا تو جس قدر آپ فرما لے گئے ہیں وہ سب کافی تھا مگر کیا کچھ کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل

لگا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اُس میں پھونچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کرے اُس سے باری باری کے کُسنے تو قتل لگایا ہے اور دوسرے شخص اُسکو توڑ دے جبکہ اُس مصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ چھر کو سو برس تک کہیں کہ قتل ہو جاوے پڑے کہ سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہو جاوے آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہو جاوے یا دودھ بن جاوے کہیں کہ نور محض بن جاوے یا صفت چھوڑے پھر سے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کر کہیں کہ کہہ اب نیا اکسیر ہو جاوے اور حُصت و چالاک ہو جاوے لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں۔ پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور فاعلوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی عطا فرمائی ہے اور آب و گل کی تیرگی اور نم و عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کر سکتا۔ اور آب و گل صفائی حاصل نہیں کر سکتی غرض کہ ہر چیز کو اُسے ایک خاص روش عطا کی ہے جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پہاڑ کو گوشش سے کا د بنا نا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبر یوں کے طریقہ پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس ابود اُنچہ گفتند اردیں دہ کس ابود
یعنی قوم (سب) نے کہا کہ اے نا صحو جو کچھ کہتے تھے کہاں سے اگر کوئی کاؤں میں اسنے والا ہو تو
کافی ہے یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو صنائے کہاں سے اسقدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں
ہم سمجھ ہی نہیں کئے اسنے کہ۔

فضل بردہ ہمارے نہیں اسحق کس نذراند بردہ برخالق سبق
یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر فضل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لیجا نہیں سکتا
(تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری

حالت بدل لیں

نقش ما این کرد آن تصویر گیر
اس نخواہد شد بگفت و گو در گیر
یعنی اُس موصوّر نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہو سکتا۔ (اس لئے کہ)
اس کی تو ایسی مثال ہے کہ

سنگ کا صد سال کوئی لعل شو کہنہ را صد بار کوئی باش نو
یعنی پتھر کو تیرے بس تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پڑا نے کو شو مرتبہ کہہ کہ نیب ہو جا۔
خاک را کوئی صفات آب گیر آب را کوئی عمل شو یا کہ شیر
یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لیلے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دو دہ ہو جا۔
نار را کوئی کہ نور محض شو پشہ را کوئی کہ سیرے بلور
یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور پتھر کو کہے کہ ہوا کی طہت جا۔

قلب را کوئی کہ عین پاک شو یا کہ اکسیرے شود چالاک شو
یعنی کہوئے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔
یا صبح ازان اوصاف دیگر گویں شوند آب کے گرد و غسل اے ارجمند
یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک و ہم افلاکیان خالق آب و تراب و خاکیان
یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان را داد دوراں و صفا آب و گل را تیرہ روی و نما
یعنی آسمان کو تو چکر کہا نا اور صفائی دی۔ اور آب و گل کو۔ تیرہ روی اور نشو و نما دیا۔
کے تو اندر آسمان در دے گزید کے تو اندر آب و گل صفوت خیز
تو آسمان تو تیری گوی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کبے سکتی ہیں۔

قسمتہ کرد دست ہر یک را رہے کے کہے گرد و بھرت چوں گے
یعنی ہر ایک کیلئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنے کی برابر کب
ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرمادیا ہے

اگر ہم اسکو بھی کیسے کہنے سننے سے بدل نہیں کہتے لہذا نصیحت کرنا فضول ہے جب کہوں
نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ -

شرح حبیبی

انبیاء گفتند کارے آفرید	و صفہا نے کہ نتاں زال کسشید
وافرید او و صفہا نے عارضی	کہ گے مبعوض می گرد و رضی
سنگ را گونی کہ زرشو بہود است	مس را گونی کہ زرشو راہ ہست
ریگ را گونی کہ گل شو عاجزست	خاک را گونی کہ گل شو جانرست
رنجہا دادہ است کانرا چارہ نیست	آن بشل گنگے و فطس عی است
رنجہا دادہ است کانرا چارہ ہست	آن بشل لقوہ و درد سرست
ایں دوا ہا ساخت بہر ایتلاف	نیست این درد و دوا ہا از کراف
بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست	چوں بجد جوئی بیاید آن بدست

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جنکے آگے
تشریح خم کرنا بڑا تباہ ہے لیکن اسکے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل
تغیر ہیں مثلاً دیکھو کبھی ایک شے مبعوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہو جاتی
ہے یہ مسلم کہ پیچھے سے سونا ہوتے کی طلب خوب ہے کیونکہ اسمیں اسکی قابلیت ہی نہیں پیدا
کی گئی لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب معقول ہے کیونکہ اسمیں قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو
کہ بھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امراض بھی
حق سبحانہ نے دو قسم کے پیدا کئے ہیں وہ بعض جنکا کوئی علاج ہی نہیں گو نگا مادر زاد ہونا
یا ناک کا خلقت چپٹا ہونا یا مادر زاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج

پیر میں نقوہ یا دوسرا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو بخور
 نہیں پیدا کیا بلکہ انکو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض
 عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش
 کی ضرورت ہے جب کوشش کرو گے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے انکو زائل کیا جاوے
 جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہوگئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریلوں کو جواب

انبیاء گفتند کہ ارے آنحضرت! وصفہائے کہ نشان زلال سر کشید
 یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے
 کشتی نہیں کر سکتے (لیکن)

وافرید اوصاف عارضی کہ گے مبغوض می گرد درضی

یعنی اہل اوصاف عارضی (یعنی) پیدا فرمائے ہیں کہ کبھی مبغوض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی
 ایک شخص مبغوض ہوتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اُسکے اندر مبغوض ہونیکا
 وصف عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں
 ہو سکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظر ثریشیں فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گونی کہ ز رشوبہ ہست مس را گونی کہ ز رشوراہ ہست

یعنی لوہے کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جاتو یہ ہو گئی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جاتو راہ ہے۔
 یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اسلئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اُسکو کہنا ٹھیک ہے۔

ریگ را گونی کہ گل شو عاجز ہست خاک را گونی کہ گل شو عاجز نہست

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گار ہو جاتو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گار ہو جاتو عاجز ہے۔ (اسلئے کہ
 اُسکا گار بنا کر تاج ہے)

رنجما دادست کا نڈا چار نہست آن مثل گئے و فطش علی امت

یعنی اکثر امراض ایسے دئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو خل گونگے ہو نیکے اور ناک چٹپی ہو نیکے
اور (مادر زاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)

رنجباد و دست کا نر اچارہ ہست آن بشل لقوہ و درد سر راست
یعنی بعض امراض ایسے دئے ہیں کہ جھکا علاج ہے اور بشل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔

اس دوا ہا ساخت بہر ایتلاف نیست این درد دوا ہا از گراف

یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کیلئے بنایا ہے اور یہ درد اور دواؤں فضول نہیں ہیں یعنی دواؤں کو
امراض کیلئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جودل میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ
لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب رنجما را چارہ ہست چوں بجد جوئی سیاید آن بدست

یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج ہیں جب تم کو کشش سے تلاش کرو تو مانتھا آسکتے ہیں (تو بس
جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے تغیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری
اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے
یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بن جاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اس میں ان کا یہ
کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے بھڑان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاء کے جواب منکر
انہوں نے دوبارہ اپنی حجت کو مضبوط کیا اور اس پر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

قوم گفتندے گردہ این رنج ما	نیست زان رنجی کہ پیزد و دوا
سایہا گفتند زین افسوں و پند	سخت تر میگشت زان ہر لحظہ بند
اگر دوا را این مرض قابل بدے	آخر از دے ذرہ زائل شدے
سدہ چوں شد آب ناید در جگر	گر خور و دریا رود جائے و گر
لاجرم آماں گیر و دست و پا	تشنگی را نشکند آن استقا

انبیاء گفتند نو میدی بدست
 از چنین محسن نشاید نا امید
 ای بسا کای که اول صحبت
 بعد نو میدی بے امید ماست
 خود گرفتیم که شما سنگین شدید
 هیچ ما را یا قبولی کار نیست
 اولی فرمود دست ما این بندگی
 جان برائے امر او داریم ما
 امر حق را ما کرده بے ریا
 غیر حق جان نبی را راه نیست
 مزد تبلیغ رسالتش از دست
 ما برین درگه ملولان نیستیم
 دل فرو بسته و ملولان کس بود
 دلبر و مطلوب با ما حاضرست
 در دل ما لاله زار و گلشن است
 دأما تر و جوانیم و لطیف
 پیشان صدان یک ساعت یکیست

فضل و رحمت‌های باری بیدست
 دست در فراق این رحمت زنید
 بعد ازانی بکشاده شد سختی گذشت
 از پس ظلمت بے خورشید ماست
 قفلها بر گوش و بر دل برزید
 کار ما تسلیم و فرمان برد نیست
 نیست ما را از خود این گویندگی
 اگر بریگی گوید او کاریم ما
 می رسانیم این رسالت با شما
 با قبول و رد خلقش کار نیست
 زشت و دشمن رو شدیم از هر دست
 تا ز بعد راه هر جا نیستیم
 که فراق یار و محبس بود
 در نثار حترش جان شاکرست
 پیری و پیر مردگی ما راه نیست
 تازه و شیرین و خندان ظریف
 که در ازو که تا از ما منفک است

آن دراز و کوتی در جسمهاست
صد و نود سال آن اصحاب کیمت
و انگوینمود شان یک روز ہم
چون نباشد روز و شب یا ماه و سال
در گلستان عدم چون پیچودی است
لم یزق لم یدر ہر کس کو نخورد
نیست موبوم اربدے موبوم آن
دورخ اندر و ہم چون آرد ہشت
ہیں گوی خود مبر پدای ہماں
را بہائی صعب پایاں بردہ ایم
ہیں بچو پید از نجوم سدرہ
ہر کہ مارا گشت پیر و باز رست
و انکہ نشنید از شقاوت پند ما

خود دراز و کوتہ اندر جان کجاست
پیش شان یک روز بے اندہدہ
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
کے بود سیری و پیری و ملال
مستی از سغراق لطف اینروی است
کے بو ہم آرد جل نفاس ورد
ہیچو مو ہومان شدے معدوم آن
ہیچ تا بدروئے خوب از خاک شست
ہیچین لقمہ سیدہ تاد بان -
رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم
زانکہ در ظلمت در دید و قمر چاہ
از عذاب نار و در جہنم شست
در عذاب جاودان شد مبتلا

انبیاء علیہم السلام کا جواب نہ کر چرنگون نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپ کی تعلیم ہے کہ امراض
دو قسم کے ہیں اجض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض ان امراض سے نہیں
ہے جو قابل علاج ہوں اور دلیل اسکی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں پہلو نصحتیں کیں اور
متر پڑے مگر مرض بڑھ گیا چون جون دو کی اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ
ہی ہو نا گیا اور زہر بہر بھی کی نہ آئی پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔

دیکھئے جب جگر میں سہ پہا ہو جاتا ہے تو اس میں پانی نہیں چھونچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیون
 نہ پہنچا دے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر جلا جاتا ہے اور اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیاس
 تو نہیں بجھتی جسکے لئے پیالیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہو جاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کر جاتے
 ہیں۔ پس یہی حالت ہماری ہے اسپر انبیاء نے کہا کہ نا اُمید کی کوئی بات نہیں تم
 کوشش کرو۔ ان شاء اللہ سر اراض زائل ہو جاوے گا اسلئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور اُنکے
 فضل عید ہیں اور ایسے صاحب مقام و اکرام سے نا اُمید ہونا زیبا نہیں تم کوشش کرو اور رحمت
 حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام استداد و سخت ہوتے ہیں اُسکے بعد
 سب بہل ہو جاتے ہیں اور ساری شکلات دفع ہو جاتی ہیں اگر کیسے مرض کی حالت
 یاس تک چھونچ جاوے تب بھی وقع میں اُسکے لئے بہت اُمیدیں ہیں اور اگر ظلمت قلب
 انتہا کو چھونچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتاب معارف وغیرہ ہیں جو اسکو
 زائل کر سکتے ہیں۔ اچھا ہمنے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہو گئے اور تم نے اپنے دلوں اور کانوں پر
 قفل لگا لئے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سنئے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہکوا اسکی بھی کچھ پروا
 نہیں کیونکہ ہماری بیغرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کرو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی
 اطاعت اور اُسکے حکم کی تعمیل ہے۔ اُس نے ہکوا اس خدمت پر مامور کیا ہے اسلئے ہم کرتے
 ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہو کر اسکو چھوڑ دیں ہماری جان تو اُسی کی
 احکام کی اطاعت کیلئے ہے پس اگر حق میں حکم دے کہ تم ریت میں کہتی کرو ہم کرنے کو
 موجود ہیں خواہ پسداوار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھاؤ تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہکو تو اطاعت
 مقصود ہے پس ہم اُس حق سبحانہ کے سبب جو ہکو ہماری تبلیغ کی بابت ہوا ہے
 یہ پیغامات تم تک چھونچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو غیب سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام
 کا دوست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اسلئے اُنکو اُسکی اطاعت مد نظر ہوتی ہے اُنکو مخلوق
 کے رد و قبول سے کچھ پروا نہیں ہوتا۔ اور اپنی پیغام رسانی کی اُجرت وہ اُسی کو خزانہ
 سے پاتے ہیں مخلوق سے نہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی
 کی خاطر لوگوں کی نظروں میں بُرے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ نگاہ حق سبحانہ تک

پھونچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اکتا نہیں گئے کہ بعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ
جایا کریں۔ دل تنگ اور طول وہ شخص ہوتا ہے جو فراق یا ر کے قحیضہ میں ہو۔ مگر محمد الشہم
ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم پر اپنی رحمت برسا رہا ہے جسکی
ہماری جان ہر دم شکر گزاری کرتی ہے اور ہمارا دل باغ باغ ہے بڑا پے اور ہر دم دلی کو
ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ۔ جوان۔ پاکیزہ۔ ششیرین خستہ راہ
خوش طبع رہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں اسلئے کہ درازی
دکو تاہی کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں درازی و کوتاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سر پار روح ہیں۔
روح میں درازی و کوتاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اسلئے تین سو نو برس
انکے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رنج گزر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ
جاگے ہیں تو اسوقت انکو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہکواہ و سال اور رات دن
سے بھی تعلق نہ ہوا اور جبکہ گلستان فنا میں جس میں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں بخودی اور جام شراب
لطف خداوندی کی سستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے پیر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بڑھی
اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اکتا سکتے ہیں جس نے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا
وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیرٹے کے وہم میں بھی نہیں آسکتی
اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو جبکہ احوال
ہوا کہ ہم حق سبحانہ سے اکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے
کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے
ہم جو کچھ اور غیبی کی نسبت بیان کرتے ہیں اسکو تم ہمارا وہم نہ سمجھنا اسلئے کہ اگر یہ بات وہی
ہوتی تو اور وہ ہولت کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فاقی نہیں پس وہم بھی نہیں تم سوچو کہ وہی
کو آدمی بہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بد صورت سور کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ
نہیں ہو سکتا تو ہماری مدح کات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا ماوا اور جبکہ ایسی نفیس غذا ہماری
منہ تک پہنچ گئی ہے تو انا کلا کات کرا سکو معرہ میں جانے سے نہ رو کو مانا کہ وہ غذا اس
طرح معرہ میں نہ پہنچ سکی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری

اصیحتوں کی نصیحت اندازہ بہرہ بہن اور ہماری نصیحت خواہ اسے قبول کرو دیہو اس رستہ کی
کڑیاں خود اپنے اوپر اٹھا کر بہنے اپنے متبعین کیلئے اسکو آسان کر دیا ہے اب وصول الی اللہ کچھ
زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو انشا اللہ بہت آسانی سے پھونچ جاؤ گے ہم سعد
ستارے ہیں اور تم تلکری ضلالت اور کنوئیں کی تہ میں ہو پس تم ہمو راہ نما بنو۔ یاد رکھو
جس نے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جس نے اپنی بدعتی
سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبیری

اُن منکروں کا جبر یا نہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند کہ گروہ ایں پنج ما نیست زان رنج کہ بہ پذیرد دوا

یعنی قوم نے کہا کہ گروہ (انبیاء) ہمارا مرض اُن امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔
مطلب یہ کہ انبیاء نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کا علاج ہو سکتا ہو تو تم بھی
اپنا علاج کرو تو ان کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اس کا فریہ
یہ ہے کہ۔

سہا گفتند زیں افسون پسند سخت تر میگشت زان ہر لحظہ بند

یعنی سہا سال تک تھے ان افسون و پسند سے کہا (گمراہ) اس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی
ہوئی گئی یعنی تھے اتنا سمجھا یا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گردوار این مرض قابل بدے آخر از دے ذرہ زائل شدے

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ فساد ہو سزا ئل تو ہوتا مگر ہمارے مرض بڑھ
رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لا علاج ہے اور ظاہر ہے کہ اُن کا یہ کہنا غلط ہے اسلئے کہ یہ تو اس وقت

ہے کہ جو جبکہ انبیاء کے کہنے پر عمل کرتے اور اسکے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لا علاج ہی
جب علاج ہی نہ کرے تو پھر اسکا لا علاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چون شد آب ناید در دگر گر خورد دریا رود جائے دگر

یعنی سُدہ جب پیدا ہو گیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا پیدا دے تو وہ دوسری جگہ چلا جاد
 لاجرم آماں گیر دوست و پا تشنگی را تشکند آن استقا
 یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماں اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو بجھاتا نہیں ہے
 (تو چونکہ ہمارے اندر اسکے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر
 نہیں کر سکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبر لوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاء افتد نو میدی بدست فضل و رحمتا و باری بی دست

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ نا اُمیدی بُری ہے (اسلئے کہ) فضل و رحمت حق تو بیحد ہے۔

از جنین محسن نشاید نا امید دست در فراک این رحمت زبند

یعنی ایسے محسن سے نا اُمید نہونا چاہئے۔ اور اس رحمت کے فزاک میں ہاتھ مارو مطلب
 یہ کہ انبیاء نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے نا اُمید نہونا چاہئے بلکہ فزاک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت
 حاصل ہو جاوے اور نا اُمیدی بہت بُری چیز ہے۔ نا اُمید ہرگز نہوا سئلے کہ۔

لے بسا کارو کہ اول صعب گشت بعد ازان بکشادہ شد سختی گذشت

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اسکے بعد کھل گئے اور سختی گذر گئی (تو کمو بھی چاہئے
 کہ نا اُمید نہوا ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہو اور اب ہو جاوے)۔

بعد نو میدی بسے اُمید باست از بس فطمت بسو خورشید باست

یعنی نا اُمیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور فطمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا نا اُمید
 مت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہنے مانا کہ
 تم قبول نہیں کرتے مگر سچو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔
 خدا کا حکم ہے کہ تسلیم کرو کرتے ہیں چاہے کوئی سُنے یا نہ سُنے۔ آخر سُرنی تک ہی مضمون
 ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گر فتم کہ شما سنگین شدید قفلہا برگوش و برہل برزید

یعنی میں نے فرض کر لیا کہ تم سنگین (دل) ہو گئے ہو اور گوشتی دل پر تم نے قفل لگا لئے ہیں۔

بے بیج مارا با قبو لے کا نیست کار مالتسلیم و فرمان بر و نیست
یعنی ہیکو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

امر حق را ما گر وہ بے ریا می رسانیم این رسالت با شما
یعنی تم اگر وہ بے ریا امر حق کیلئے اس رسالت کو تم تک پہنچاتے ہیں مطلب کہ ہیکو حکم حق ہے
کہ یہو چاؤ تو ہم پہنچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اسلئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یا نیست با قبول و رد خلق کا نیست

یعنی جان نبی کیلئے سوائے حق نکلنے کے کوئی یا نہیں ہے اُسکو مخلوق کے قبول و مردود کرنے سے
کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہیں کہ وہ یہ دیکھے کہ میں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں اُسکے لئے تو
کام کرنے کیلئے یہ حرکت کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو پس وہ پہنچاتا ہے

مرد تبلیغ رسالتش از دست زشت و دشمن رو شدید از ہر دست
یعنی اُسکے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اُسی کی طرف سے ہے اور ہم بُرے اور دشمن مرد دوست کے
واسطے ہو گئے ہیں۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم تاز نجد راہ ہر جا نیستیم
یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تاکہ نجد راہ کی وجہ سے ہر جگہ گھڑے ہوں یعنی ہم ملول نہیں ہیں
کہ اس کام کو سخت سمجھ کر بار بار شیرین اور ٹھکین اس کام میں ہم محوش و غم ہیں اسلئے کہ۔

دل فرو بستہ و ملول آنکس بود کز فراق یار در محبس بود
یعنی دل مقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضرست در شمار حشش جان شاگردست
یعنی ہمارا دلبر اور مطلوب ہماری ساتھ موجود ہے اور اُسکی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری
جان شاگرد ہے یعنی چونکہ اُس طرف سے ہر دم رحمت بر سر رہی ہے تو اسکا شکر ہماری جان
کے ذریعہ ہے تو جب وہ ہر دم ہماری ساتھ ہے پھر ہم ملول اور مقبض کیوں ہوں

درد ملالہ زار و گلشنہ است پیری و پڑ مروگی از راہ نیست

یعنی ہمارے دل میں ایک انداز اور ایک شے ہے کہ پیری اور بزرگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے
یعنی اس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر بزرگی اور
کسل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دا کا تر و جوانیم و لطیف تازہ و خندان و شیرین ظریف
یعنی ہم ہمیشہ تروتازہ اور جوان اور لطیف ہیں۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیرین اور ظریف ہیں۔
مطلب یہ کہ ہمیشہ خوش و خرم ہیں۔

پیش ما صد سال کی ساعت کیست کہ دراز و کوتہ از ما منفک است
یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز و کوتہ ہم سے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ
خوش رہنے اور طول نہ ہونیکے اعتبار سے ہر کو ایک ساعت اور سو برس برابر ہیں کہ نہ ہم ایک
ساعت میں طول ہوں اور نہ سو برس میں اسٹے کہ یہ زمانہ کا طول قصر ہمارے پاس ہے ہی نہیں
بلکہ ہم سے ایک طرف ہوا اسٹے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسم ہاست خود دراز و کوتہ اندر جان کیاست
یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان میں دراز و کوتاہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ
روح تو مجرد ہے اس کے اندر زمانہ کے طول و قصر کا اعتبار نہیں ہے تو چونکہ انبیاء و مطہم اسلام میں
روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہیں ہمارے اوپر اس کا
اثر نہیں ہوتا۔ اس طول و قصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہیں کہ۔

صد و نہ سال آن اصحاب کہف پیش شان یک روز بے اندوہ و لطف
یعنی تین سو نو برس اُن اصحاب کہف کے اُن کے سامنے ایک دن بے رنج و غم کے تھا۔ یعنی دیکھو
اصحاب کہف تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ اُن کے اندر روحانیت غالب تھی لہذا انکو وہ مدت
ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

وانگھے نمودن شان یک روز ہم کہ بہ تن باز آمدار اح از عدم
یعنی اسوقت اُنکو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارواح بدن میں واپس آئیں مطلب یہ کہ اُن پر تو مدد
کا استدراغ نہ تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت اُن کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف

میں بحایت فرماتے ہیں کہ کمال قائل منہر عمر لثیم قالوا البشایہ ما اذ بعض یوم تو دیکھو اول تو اس
دلت کو ایک دن کہا اگر میرا میں بھی شبہ ہو گیا اور برے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اس میں نہیں رہ
ہیں تو یہ سب اسوجہ سے تھا کہ اُنکے اندر روحانیت بڑی ہوتی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں بلکہ
انکے زمانہ کا طول کچھ طول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہیں کہ ہم طول زمانہ
سے طول نہیں ہوتے

چون بنا شد روز و شب با ماہ و سال کے بوسیر و پیری و ملال
یعنی جبکہ روز و شب مع ماہ و سال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہو گا۔ یعنی جو طانیت
غالب ہے اور اس اعتبار میں روز و شب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال نہ پڑے اور وہ بھی نہیں ہوتی
در گلستان عدم چون بخود لیت مستی از سفر اقل لطف این ولایت
یعنی گلستان عدم میں جب تم بخود ہو اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بہلا پھر ملال
کہاں ہو سکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو خورد کے بوجہم آرد جمل انفس ورد
یعنی جسے کہا یا نہیں وہ (مصدق) لم یذق لم یدر (کا ہے اور گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کو کب ہم
میں لاسکتا ہے مطلب یہ کہ جسے ابھی چکھا ہوا ہے کسی تو وہ حالت ہے کہ جسے نہ چکھا اسے نہ جانا تو پھر
تم اسکی لطف سے بھی واقف نہیں ہو اور بطرح کہ گوہ کا کیرا گلاب کی خوشبو کا قصہ نہیں کر سکتا اسی
طرح تم اسکی لطف اور طول نہ ہو نیکانہ ازہ نہیں کر سکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب
دہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہو گی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اسکا جواب
فرماتے ہیں کہ۔

نیست موہوم اربدے موہوم آن ہچھو موہومان شدے موہوم آن
یعنی موہوم نہیں ہے اور اگر وہ موہوم ہوتا تو مثل اور موہوموں کے یہ موہوم ہو جاتا۔ یعنی جو طرح کہ
اور موہوم چیزیں ہوتی ہیں کہ ان کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح
اگر یہ حالت موہوم ہوتی تو فنا ہو جاتی۔ مگر اس مستی کا اثر نہایت زیادہ ہوتا تھا رہا ہے کہ موہوم نہیں
بلکہ واقعہ میں کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہاں تک چلتا آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دورخ اندر وہم چون آر بہشت بیچ تابد روئے خراب ہو گشت
یعنی وہم دورخ کو بہشت کس طرح کر دیا۔ اند کیا روئے خوب ایک بھونڈے سود سے ظاہر ہو سکتی
مطلب یہ کہ جوشہ ناطقی ہوا سکودہم میں بھی نہیں لاسکتے اسلئے کہ دیکھو مصیبت کو راج کس طرح فرض
کر دے گا یا ایک بھونڈی صورت کے سود کو حسین اور خوب دس طرح فرض کر دے گا اور اگر فرض کر لیا
بھی اور تصور باندہ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر میں جاتا رہیگا اور یہ حالت بڑی ہی ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہین گلوئے خود متبرید ای همان این چنین لقمہ رسیدہ تادہان
یعنی ہاں لے چو دہر یہ اپنے گلے مت کاٹو ایسا لقمہ منہ تک چھونچا ہوا ہے۔ یعنی ہلاکت قریب آگئی ہے
اب تم اسکو قبول کر لو اور انکار مت کر دہلاک مت ہو۔

راہ ہائے صعب پایاں بردہ ایم رہ بر اہل خوشی آسان کردہ ایم
یعنی مشکل راہیں تو ختم ختم کیجئے ہین اور راستہ کو اپنے اہل پرہنے آسان کر دیا ہے مطلب یہ کہ
جو خود کامل ہوتے ہیں اور مکمل بھی ہوتے ہیں وہ اول خود اپنے اوپر شکلیں برداشت کرتے ہیں
اور خود سارے کام کر کے اور ان میں تجربہ حاصل کر کے دوسروں کیلئے آسانیاں کر دیتے ہیں تو
اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہیں کہ راہ ہلاکت
کو ٹھہرا کر آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہین بچو سید از نجوم سعد راہ زانکہ در ظلمت درید و قمر چاہ
یعنی راست نجوم سعد سے راہ تلاش کرنا اسلئے کہ تم فلت ہو اور قمر چاہ میں ہو۔ یعنی ہمارا اتباع
کر دو اور ہماری پیروی اختیار کر دو فلاح پاؤ گے۔

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست از عذاب نار و درخت نشست
یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاب نار سے چھوٹ گیا اور جنت میں بیٹھ گیا۔

وانکہ شنید از شقاوت پندہا در عذاب جاودان شد مبتلا
یعنی اور جس نے کہ بد بختی کی وجہ سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب جاودانی میں مبتلا ہو گیا۔ (رجل نبیلا
علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ۔)

شرح شبیری

قوم گفتند ارشما سعد خود دید	نخس مائید و ضدید و مرتدید
جان ما فارغ بد از اندیشها	در غم افکندید مارا و عنا
ذوق جمعیت که بود و اتفاق	شدر فال بد شما صد اقراق
طوطی نقل و شکر بودیم ما	مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہر کجا افسانہ غم گستری است	ہر کجا افسانہ مستنکری است
ہر کجا اندر جہان فال بد ملی است	ہر کجا نسخ نکالے موخدی است
در مثال و قصہ و فال شما است	در غم انگیزی شمارا مشتہا است

آہنوں نے کہا اگر آپ سعد ہیں تو اپنے لئے ہمارے واسطے تو آپ منحوس مخالف اور مرتد ہیں کیونکہ ہماری جلالت و عظمت سے خالی تھی آپ لوگوں نے ہکو غم اور تکلیف میں ڈال دیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہو گیا اس کے پیشتر ہم طوطی نقل و شکر خوار تھے اب ہکو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا جہاں کہیں غم پھیلائے گا قصہ اور جہاں کہیں بھی کوئی ناخوش ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی فال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی نسخ عذاب یا گرفت ہے وہ ہمارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس توضیح پر در شبیری ہو گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ طریقہ ہم اس وقت مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی رنجیدہ باتیں آپ لوگوں کے بیان میں موجود ہوتی ہیں لعل ہذا ہوا لفظ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگوں کو غم میں مبتلا کرنا ہے۔

شرح شبیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکر کرنا

قوم گفتند ارشاد خود دید نخس مانید و ضد دید و مرتد دید
یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نخس ہو اور ضد ہو اور مرتد ہو (نہ خود بانٹو)
جان ما فارغ بد از اندیشہا در غم افکندید ما را و عنا
یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہرکو مصیبت اور غم میں ڈال دیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے
رہتے تھے تم نے اگر فضول فکر میں ڈال دیا کہ یوں ہو گا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی نہیں
بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

زوق جمعیت کہ بود و اتفاق شد ز فال زشت تان صد افتراق
یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے مطلب یہ کہ سب ایک
تھے اور آپس میں اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب میں بھوٹ پر گئی اسلئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ
متردد ہوئے کچھ مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے تو یہ سارا افتراق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا
وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اتفاق کو بکھوڑ دیا ہم کہتے ہیں کہ اگر سب ایمان لے آؤ تب بھی تو اتفاق ہو سکتا
ہے بلکہ اس اتفاق سے بدتر جہاں ولی ہو گا وہ کہتے تھے کہ

طوطی نقل و شکر بودیم ما مرغ مرگ اندیش گشتیم ز شما
یعنی ہم طوطی نقل و شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہو گئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہو)
کہ دیکھو مرے دو کیا ہو گا شاید یہی (انبیاء) صبح کہتے ہوں

ہر کجا افسانہ غم گستری است ہر کجا آوازہ مستنکری است
یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدی است ہر کجا بسخ و نکالے موخدی است
یعنی جہاں کہیں جہاں میں فال بدی ہے اور جہاں کہیں سخن یا نکال یا بکڑد ہوئے (یہ سب)
در مثال قصہ و فال شماست در غم انگیزی شمار امشہا است

یعنی تمہاری قصہ و فال کی مثال ہے اور غم انگیزی میں تمکو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی

ہائیں آ رہی ہے وہ تمہاری خواست کا نمونہ ہے اہل تہا کے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں (غور یا نشتر)
آگے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند فال زشت و بد
گر تو جائے خفتہ باشی با خطر
مہربانے مہر تر آگاہ کرد
تو بگوئی فال بد چون میزنی
از میان فال بد من خود ترا
چون نبی آگاہ کنندہ است از نہاں
گر طیبے گویدت غورہ مخور
تو بگوئی فال بد چون میزنی
در منجم گویدت امروز هیچ
ز آنکہ نیکو نیست روز امروز ہاں
صدرہ اربینی دروغ اخترے
این نجوم مانند ہرگز خلاف
آن طیب و آن منجم از گمان
دو دمی بینیم و آتش از کران

از میان جان تان دارد و بد
اثر و ہا در قصد تو آید بسر
کہ بجہ زودار نہ اثر در ہات خود
فال چہ بر جہ بین در روشنی
می رہا تخم می برم سوؤ سرا
کو بدید آنچه ندید اہل چہاں
کہ چنین رنجے بر آرد شور و شہر
پس تو ناصح را موتم می کنی
آنچنان کارے مکن پندرسچ
تا نگردی نادم و خاسر دراں
یکدوبارہ راست آمدی خرے
صحتش چوں ماند از تو و غلاف
می کنند آگاہ ما خود از عیان
حملہ می آرد بسوئے منکران

تو بھی گوئی خوش کن ز مقال
ایکے نصیح نا صحاں را نشنوی
افعیے بر پشت تو برے رود
گویش خاموش غمگینم مکن
چوں زندانی دہان برگردنت
پس بدو گوئی ہمین بودای فلان
یاز بالایم تو سنگے میزدی
او بگویدے کہ می آزدہ
گفت من کردم جو افریدی پسند
از لینی حق آن نشاختے

کہ زیان ماست قال شوم فال
قال بد باتت ہر جامی روی
اوز باے بیندت آگہ کند
گویدت خوش باش خود رفت این سخن
تلخ گردد جملہ شادی کردنت
چون نہ بدریدی گریبان فغان
تا مرا از جد نمودی آن بدی
تو بگوئی نے کہ شادم کردہ
تار ہانم من ترا زین خشک بند
مایہ ایذا و طغیان ساختے۔

انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ بخت تو تم فال بد نکالنے کا لازم ہے کہو دیتے ہو فال بد کہو تو خود تمہاری
جان برابر مدھو بچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم خود خوش حالت میں کسی مقام پر سوسہ ہے ہو اور اژدہا
تکو ہلاک کرنے کیلئے تمہارے سر پر آچھو نچے اُس وقت ایک مشفق تکو مطلع کرے کہ ارے جلدی
اٹھ ورنہ اژدہے نے بچے کہا لیا۔ اسپر تو کہے کہ میان ایسی بڑی فال کیوں منہ سے نکالتے ہو تو وہ
اس کا جواب یہی دینا کہ لے نہ خودس فال کسی تو اٹھ اور دشمنی میں دیکھ لے کہ میں سچ کہتا ہوں یا
بد فال زبان سے نکال رہا ہوں۔ میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو بچے اژدہے سے چھوڑا کر
صحیح و سالم تیرے گھر چھوٹا ناچتا ہوا ہوا میں تجھ کو یوں ہی مطلع کرتا ہوں جس طرح ایک نبی
جو ان مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جسکا اہل عالم مشاہدہ نہیں کرتے۔ اپنی اُمت کی ان مصائب سے
مطلع کرتا ہے یا یوں سمجھو کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کھا نا ورنہ فلاں بیماری زور

کر جائیگی اسپر تم ہو کہ حکیم صاحب پ فال بد منہ سے کیوں نکالتے ہیں آپکو ایسا نہ چاہئے تو یقیناً
یہ ہوگا اور اسکو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطا مار ٹھا رہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی بخوی یہ کہے
کہ دیکھو آج کسی کام کا سرگز تصدق نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم نیکو بچنا دُور
نقصان اٹھاؤ تو وہاں تم یہ نہ کہو گے کہ آپ بد فال کیوں منہ سے نکالتے ہیں وہاں تو ہماری
حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سو مرتبہ بخوی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اُسکی بات
صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اُسکو قبول کر لیتے ہو پھر سمجھ میں نہ آتا کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک
بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تو پھر تمکو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اُسکی صحت تمسے کیوں
مخفی ہے طیب اور خیر تو جو بیان کرتے ہیں محض ظن سے کہتے ہیں جس میں صحت اور غلطی دونوں کا
احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ مشاہدے کی بنا پر کہتے ہیں جس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں اور
ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہاں ام آگ ایک طرف سے منکر دن پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر با این ہمہ تمکو
طیب و خیر کی باتوں کا یقین ہو رہا ہے اور جسے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتیں نہ کرو کہ یہ بد فال کی باتیں ہیں
اور ان سے تمکو نقصان ہو تا ہے دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سننے اور اُسکو بد فال کہتے ہو
یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تمکو ایسا قدر بھونچا گی
کہ تم سر پکڑ کر رو گے اور خیر خواہوں کی نصیحت کی قدر کر دگے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری
کمر پر چل رہا ہے ایک شخص کو ٹٹے پر سے دیکھتا ہے اور نہیں مطلع کرتا ہے تم اُسے کہتے ہو کہ بس جی
چُپ رہو خواہ خواہ پریشاں نہ کرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گزشت ہو جاتی ہے
اُسکے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نقشے ہرن ہو جاتے
ہیں اور ہر خوشی تمکو بُری معلوم ہوتی ہے اسوقت تم کہو گے کہ اے شخص تو ٹھیک کہتا تھا۔ ارے تو ایک
دفعہ نصیحت کر کے خاموش کیوں ہو رہا۔ تو نے نالہ و فریاد کر کے گئے بیان کیوں نہ پہاڑ لیا یا پھر سے
میرے پتھر کیوں نہ مارا تاکہ مجھے یہ بُرائی واقعی معلوم ہوتی اور میں اُسکو دل لگی نہ سمجھتا اسپر وہ کہتا ہے کہ
جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشاں ہوتے اسپر تم یہ ہی کہو گے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا ہوں وہ
یہ کہتا ہے کہ میں نے تو انبار سے کام لیا تھا اور تمکو نصیحت کی تھی تاکہ تمکو اس صحت چھندے سے بچھوڑاؤ
مگر تم نے اپنے باجی بن سے اُسکی قدر نہ کی اور اُسکو تم نے تکلیف اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا میرا کیا قصور

پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو انکی بات مانو اور اُن پر بند خالی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا اُنکو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال زشت و آید از میان جانِ نان دار و مرد

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال زشت و بد تمہاری ہی جان کے اندر سے مرد کرتی ہے مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ فال طائر کے معکم آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

اژدہا در قصد تو آید بسر گر تو جائے خفتہ باشی بے خطر
یعنی اگر تو کسی جگہ پر بے کھٹکے سو رہا ہو اور اژدہا تیرے (کہانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے

مہربانے مرثرا آگاہ کرد کہ بچہ زوردار نہ اژدہا بات خورد
یعنی کسی مہربان نے بچے آگاہ کیا کہ جلدی سے اٹھ ورنہ تجھے اژدہا نے کھا لیا۔
تو بگونی فال بد چون میزنی فال چہ برجہ بین دروشنی
یعنی تو کہتا ہے کہ کیون فال بد مارہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اٹھ اور دروشنی میں دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میان فال بد من خورد ترا می رانم می برم سوئے سرا
یعنی ارے میں تو تجھے فال بد میں سے خود چھوڑا رہا ہوں اور اگر کی طرف سے لیجا رہا ہوں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

چون نبی آگہ کندہ است از زبان کو بدید انجہ ندید اہل جہان
یعنی یہ پوشیدگی سے آگاہ کرنے والا شئی نبی ہی کے ہے کہ اُس نے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس ناصح نے اژدہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سوئے والیکوڑا رہا ہے اور وہ اُسکو فال بد خیال کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کی ناپرانی

سے ڈرا رہے ہیں اور انہوں نے تو اسکو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اسکو فال بخیاں کرتے ہیں آگے دوسری مثال ہے کہ

گر طیبہ گویدت غورہ مخور کہ چنین رنجے برآرد شور و شر
یعنی اگر کوئی طیبہ سے کہے کہ کچا انگور مت کھا واسلے کہ ایسا خج شور و شر پیدا کرتا ہے۔ طلبت کہ اُسکے کہانے سے تکلیف نہ اُٹھوگی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی پس تو ناصح را موثم می کنی
یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گتھکا رٹھیرا رہے ہو مطلب یہ کہ اُس طیبہ سے یہ کہنا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بد ہے ایسا ہے گویا کہ تم اُس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کبھی نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

در منجم گویدت امروز هیچ آنچنان کارے کن اندر هیچ
یعنی اور اگر منجم تجھے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا۔ یعنی اُس کا قصد کرنا تا نگر دی نادم و خاسر ودان زانکہ نیکو نیست روز امر و نہان
یعنی تاکہ تم اُس میں نادم اور خاسر نہ واسلے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صدرہ از بینی دروغ اخترے یک دوبارہ راست آید می خرے
یعنی سو بار اگرچہ تو نے ستاروں کا چوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دوسرے مرتبہ درست آتا ہے (مگر تو خرید لیتا ہے۔

این نجوم مانشد ہرگز خلاف صحتش چون ماند از تو در غلاف
یعنی یہ ہمارا نجوم کبھی خلاف نہیں ہوا تو اسکی صحت تجھے حجاب میں کس طرح رہ گئی۔ مطلب یہ کہ انبیاء نے فرمایا جو یہ تجھے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہو گا اور سیکڑ دن مرتبہ اُس کا غلط ہونا محکم معلوم ہو چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے اسکو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ نجوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہو مگر اسکو تم صحت نہیں مانتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو ورنہ نقصان اٹھا دے گا تو اسکو غلط مانتے ہو یہ کیسے غصب کی بات ہے۔

آن طیبہ آن منجم از گمان می کنند آگاہ ما از خود عیان

یعنی وہ طبیب اور مخبر تو لگان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے۔ یعنی وہ اُنک سے کہتے ہیں کہ نقصان ہو گا اور ہمتو اُس نقصان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

دودھی بینیم و آتش از کراں حملہ می آرد لبوئے منکراں
یعنی ہم دھوین اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکبین پر حملہ کر رہی ہے (تو اُسکو دیکھ کر ہم تھکے ڈراتے ہیں اور اُس سے بچاتے ہیں)۔

تو بھی گوی مُخمش کن زین مقال کہ زیاں ماست قال شوم قال
یعنی تو کہتا ہے کہ اس بات سے چُپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہو کہ نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)۔

ایک نصیح ناصحان را نشنوی فال بد با تست ہر جا میروی
یعنی اے شخص جو کہ ناصحوں کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو یہاں کہیں جاویگا یعنی جہاں بھی تو جاوے گا فال بد تیری ساتھ موجود ہوگی اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

افغے بر پشت تو بر می رود اور با سے بلیندت آگ کہ کند
یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے تو وہ (ناصر) ایک کوٹھی پر سے دیکھ کر تھکوا آگاہ کرتا ہے۔

گویش خاموش غلگنم کن گویدا و خوش باش خود رفت این سخن
یعنی تو اُس (ناصر) سے کہتا ہے کہ چُپ رہ مجھے غلگن مت کہ تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہ اور یہ بات رفت گذشت ہو گئی یعنی جب اُس نے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو رنج ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہو اسی حالتیں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہو چکی اور تم اُسی حالتیں رہے۔

چون زندا فی دہان برگردنت تلخ گردد جملہ شادی کردنت
یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کراتلخ ہو جاوے گا یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غلگن مت کہ خوش رہنے و ذاک وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بد و گوی ہمین بودای فلان چوں نہ بدریدی گریبانِ فلان

یعنی پھر تو اُس سے کہتا ہے کہ ارے میان کیا یہی تھا تو تہنہ خان میں گریبان کیوں نہ بچا ڈر دیا۔

یا ز بالا لیم تیرے سنگے می زدے تاہرا از جد نمودے این بدے

یعنی یا اوپر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی جد سے دکھانا۔ مطلب یہ کہ اب اُس سے کہتی ہو کہ میان تہنہ تو بڑی متانت سے کہا کہ تمہاری پشت پر سانپ ہے ارے میان میرا گریبان پہاڑ ڈالتے یا اوپر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے میں تو سمجھا کہ یو نہیں کہہ

ہے، بین

او بگویدے کہ می آزد دہ تو بگوئی نے کہ شاد م کردہ

یعنی وہ کہتا ہے کہ نہیں تم آزد دہ ہوتے تھے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تہنہ شاد کیا ہے مطلب یہ کہ کن کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپکو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ اب مجھے آپ نے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔

گفت من کردم جو انگری و پند تار یا خم من تر ازین خشک بند

یعنی ناصح نے کہا کہ میں نے تو جو انگری اور نصیحت کی تاکہ میں تجھے اس قید سخت سے چیرا دوں۔ از لیسٹی حق آن نشناختے مایہ اید او طغیان ساختے۔

یعنی لیسٹی کی دجہ سے تو نے اُس کا حق نہ پہچانا اور (اُسکو) مایہ اید او طغیان بنالیا۔ تو اب میں کیا کر دن اور میری کیا خطا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

بد کند با تو چو نیکوئی کنے
کہ لیسٹ مست و نسا زد نیکویش
ہر یکے را و عوض بفسد دہد
بندہ گرد و تر بس با و فا
باز در دوزخ ندا شان رہنا

این بود خوئے لیمان دے
نفس را زین صبر میکن منحنیش
باکریے گر کنی احسان سزد
بالیسٹے چون کنی قہر و جفا
کافران کارند در نعمت جفا

که لیثمان در جفا صافه شوند
مسجد طاعات شان خود دوزخ است
هست زندان صومعه دزد لیثم
چون عبادت بود مقصود از بشر
آدمی راهست در هر کار دست
ما خلقت الجن والانس این بخوان
گر چه مقصود از کتاب آن فن بود
لیک از مقصود این بالش نبود
گر تو میخی ساختی شمشیر را
گر چه مقصود از لبشر علم و هدایت
معبد مرد کریم اگر مست
مر لیثمان را بزین تاسه نهند
لا جرم حق هر دو مسجد آفرید
ساخت موسی قدس در باب صغیر
زانکه جباران بزدند و سرفراز
آنچنان که حق ز چشم استخوان
ازین نیاسجده ایشان کنند

چون وفا بینند خود جانی شوند
پای بند مرغ بیگانه فح است
کاندران ذاکر شود حق را مقیم
شد عبادت گاه گرد نکش سقر
لیک از مقصود این مستبد است
چیز عبادت نیست مقصود از جهان
اگر تو اش بالش کنی هم می شود
علم بود و دانش داشت و سود
برگزیده بر ظفر ادبیر را
لیک هر یک آدمی را معبد است
معبد مرد لیثم اسفست
مر کر یان را بده تا برده بند
دوزخ آنها را و اینها را مزید
تا فرو آرند سر قوم زحیر
دوزخ آن باب صغیرست و نیاز
از شهان باب صغیر ساختن
چونکه سجده کبریا را دشمنند

ساخت سرلین دانگے محرابشان
 لائق این حضرت پا کے نیند
 آن سگان را این خزان خاضع شوند
 گر بہ باشد شمنہ ہر موش خو
 خوف ایشان از کلاب حق بود
 ربہ الاعلیٰ است و رد آن ہمان
 موش کے ترس دز شیران مصفا
 رو بہ پیش دیگ لیس و کاسہ لیس
 بس کن از شرعے بگویم دور و ست
 حاصل آن آمد کہ بد کن ای کریم
 بالیئم نفس چون احسان کند
 زین سبب بد کابل رحمت شاگرد
 ہست طاغی بگل ز زرین قبا
 شکر کے روید ز املاک و نعم

نام آن محراب میر و پہلو ال
 نیشکر نے لیک در صورت نیند
 شیر را عارست کو را بنگر و ند
 موش کہ بود تاز شیران ترسدا
 خوف شان کے ز آفتاب حق بود
 رب ادنی در خور این الہمان
 بلکہ آن آہو تگان مشکث و
 تش خداوند ولی نعمت نویس
 خشم گیر و میر و ہم دانکہ ہست
 بالیئمان تا ہند گردن لئیم
 چون لئیم آن نفس بد کفران کند
 ال نعمت طاغی اند و ما گرد
 ہست شا کر خستہ صاحب عبا
 شکر می روید ز بلوائے و سقم

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی کشتی کا سبب یہ تھا کہ ان پر اقامات و احسانات کئے گئے
 کیونکہ پاجی لوگوں کی عادت یہ تھی کہ جب ان کی ساتھ نیکی کیجاتی ہے تو وہ اس کے عوض میں برائی
 کرتے ہیں۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی پاجی ہے اور اسکو نیکی اس نہیں پس

تم اس کے ساتھ برائی کرنا اور نجات سے اسکو نڈھال کر دینا اسوقت یہ مطیع ہوگا۔ احسان کریم کے موافق ہے نہ کہ انیم کے۔ اگر ہم کے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اُس کا بدلہ سات سو نیکوئیوں کے ساتھ دے گا۔ انیم کی حالت اُس کے برعکس ہے۔ اس پر جب سختی کی جاتی ہے اسوقت وہ فساد غلام ہوتا ہے دیکھو کافر لوگ لغتوں کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ میں جائیں گے تو اسوقت سب تناسر بننا پھارین گے کیونکہ پاجون کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور جب ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکثر بجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جنسی جائزہ بدون جال کے قابو میں نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قید خانہ ہی ہوتی ہے۔ جہان کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کر رہا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصد اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا میں عبادت و اطاعت کرتے نہیں لہذا ان کے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا کہ اچھا تم وہاں عبادت نہیں کرتے تو یہاں کرو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کر رہا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اُسکو عبادت ہی کیلئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام میں دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہیں۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے: **اخْلُقْتُ الْبَشَرَ وَالْإِنْسَ وَالْجِبَّ وَالْعَبْدُونَ** اس کلام میں حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو منقسم فرمایا ہے عبادت و اطاعت میں۔ پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہیں اور توضیح اسکی اس مثال سے ہوگی کہ کتاب مقصود علم ہے مگر بائیں ہمہ وہ امر کام میں بھی آسکتی ہے مثلاً اگر تم اسکو تکیہ بنا لو تو نجائگی اگر اُس سے روٹی پکاو تو پک جائیگی وغیرہ وغیرہ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اُسکو تکیہ بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل برایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جسکے لئے وہ ہے بلکہ اُس سے دوسرے کام لئے جائیں تو سب بے مروت ہے علیٰ ہذا تم لو کہ مقصود اصلی اپنی مخالفت ہے اور اسکی ساتھ ہی کہہ دینے کا کام بھی دیکھ سکتی ہے۔ پس اگر تم اُسکو کہہ نہا بنا لو تو گو یا کہ نفع کے مقابلہ میں تینے بدعتی کو ترجیح دی اور اسکو اختیار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع زیادہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اُس کا دوسرے کاموں میں نہ جک ہونا اسکی بدعتی بہت اب ہم کہتے ہیں کہ مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کیلئے ایک

جداگانہ مسجد ہے پہلے آدمیوں کا مسجد تو محل وانعام واکرام ہے اور پاجیوں کا مسجد محل تکلیف کیونکہ یہ عام
 قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرانا ہو تو انکو خوب مارنا چاہئے تاکہ وہ مطیع ہو جاویں اور اگر پہلے
 مانسوں سے کام لینا ہو تو انہیں انعام واکرام کرنا چاہئے تاکہ وہ کام دین اسی اصول کی بنیاد پر حق سبحانہ لے
 دو مسجد بنائیں ایک دوزخ جو کافروں کیلئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدین امزیدہ اور
 عبادت گاہ مومنین ہے موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کہڑی بنائی تھی تاکہ ذلیل لگ آئیں
 جہکین کیونکہ یہ لوگ متکبر و مغرور تھے حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے انکو عار تھی اسلئے انکے سرووں
 جھکوائے گئے پس دوزخ کو بھی اسی کہڑی کی مثل اور محل خنوع سمجھو وہ باب مغیرہ و رخ ایسا ہی ہے جیسے
 کہ دنیا میں بادشاہین کے گوشے اور بندوں کی انکے لئے کہڑی بنائی گئی ہے کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ
 کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں تو ان سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کر لیا گیا اور گوہ دانوں کو انکی محراب
 عبادت بنالیا گیا جنکا لقب دنیا میں عزیز اور بہادر وغیرہ ہے کیونکہ یہ کھت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہیں
 ہیں کہ وہ ان سجدہ کریں اسلئے ان کی محراب بھی اونکی تجویز کی گئی جیسے یہ خود قے یعنی گوہ دان اور گوہ کے تھیلے
 یہ کئے اہل دنیا گروہوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہیں مگر حق سبحانہ کی اطاعت انکو عار آتی ہے کیونکہ
 قاعدہ ہے کہ جو باطنی سے ڈرتا ہے اور شیر سے نہیں ڈرتا حالانکہ دونوں میں کوئی بھی نسبت نہیں لگتی
 یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں زائل دنیا سے توڑتے ہیں مگر حق سبحانہ سے جو کہ آفتاب حقیقی ہیں نہیں ڈرتے
 بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہیں چنانچہ وہ سردار توں بالا علی کہتے ہیں یعنی جو سب اسلئے ہے وہ میلہ پر درگاہ ہے
 اللہ یہ احق ان کی نسبت کہ زمین حلال و بالا دینی کہتے ہیں یعنی ذلیلوں کو معبود بناتے اور ان کی پرستش کرتے
 ہیں اور ہر ایک کا طریق اسکے موافق ہے کیونکہ کفار دست و دعاوت میں جو ہے کی مثل ہیں اسلئے وہ
 حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جس طرح جو بائیں ان شکلی سے نہیں ڈرتا نہ اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عبادگی میں
 آہ و شک کے مثل ہیں اسلئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہیں جس طرح آہوئے شک شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا
 کھانکویہ طلب کیے کہتے ہیں کہ اویسا لہ چاٹنے والوں حق سبحانہ کے دربار میں تدارک کچھ کام نہیں تم ہانڈی
 چاٹنے والوں ہی کے پاس جائے اور انہیں کو خداوند اور ولی نعمت کہو و تمہارے مناسب اور تمہارے
 مناسب گوشت خوردن انکے اب مولانا متنبہ ہو کر فرماتے ہیں کہ بس جی اسکو ختم کرو کیونکہ اگر میں
 مفصل شرح کروں گا تو معزز حضرات خدا ہوں گے کہ ہماری توہین کرتے ہیں یہ فقرہ بطور ذلت کے

ہے نہ کہ بوجہ خوف کے اور سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہیں گو برائی ہی کیساتھ
ہیں خلاصہ مقصد یہ ہے کہ بایچوں کی مطیع کرنے کیلئے ضرورت ہے کہ ان کی ساتھ برائی کیجاوے تاکہ وہ مطیع
ہوں انفس کیساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اسلئے کہ جب کوئی اس پانچ کیساتھ احسان کرتا ہے
تو وہ بایچوں کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ کہ مبتلائے تکالیف لوگ شاکر ہیں اور خوش عیش
لوگ کشر اور مکار ہیں معزز طبقہ کچھ بخش دینا شک لوگ کشر میں اور کبیل پوش خستہ حال
شکر گزار کیونکہ ریاست اور نعمتوں سے شکر پیدا نہیں ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا
ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگوں کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہیں چنانچہ
خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہ ہونا چاہئے)

شرح شبیری

این بود خوئے لیمنان منے بدکنند با تو چونیکوئے کنے

یعنی کینے لیمنوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تمہاری ساتھ برائی کریں جب تم نیکی کرو۔

نفس را زین صبری کن مخنیش کہ لیثم ست ولسازد نیکویش

یعنی نفس کو اس صبر سے مخنی کر کیونکہ لیثم ہے اسکو نیکی موافق نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لیمنوں کی

عادت معلوم ہوگئی اور نفس لیثم ہے لہذا اسکی ساتھ بھی برائی کر داور اسکو عبادت و ریاضات میں

کینچہ خوب باز رہے گا۔ آگے فرمائے ہیں کہ

با کریمے گر کنی احسان سزد ہر یکے را او عوض بہ مقصد و ہد

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دیکھا یعنی ہمیشہ اس

احسان کو مانے گا اور تمہارا شکر گزار ہوگا

با نیسے چون کنی قہر و جفا بندہ گرد و ترالس با ونا

یعنی کسی لیثم کیساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت بادقا ہو جائے آگے اسکی ایک مثال آئی

کافران کارند در نعمت جفا باز در دوزخ نراشان ربنا

یعنی کافروں کو نعمت میں تو جفا لاتے ہیں اور پھر دوزخ میں ان کی عداوت یا ربنا ہوگی

کہ لٹیمان در جہت صافی شوند چون وفا بینند خود جانی شوند
یعنی لٹیم لوگ جہاں صافی ہو جاتے ہیں اور جب وفادار کہتے ہیں تو خود جفا کر بولے ہو جاتے ہیں مطلب کہ
دیکھو کافر دنیا میں نعمت میں رہتے ہیں تو ہمیشہ کفر میں رہتے ہیں اور جب دوزخ جادینگی تو وہاں اللہ کو یاد
کرین گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لٹیم ہیں اصلان کیساتھ تو کافر ہے مگر جب ان پر جفا ہوئی تو درست
ہو گئے آگے ایک تکتہ سر بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون
تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان میں سے بعض
افراد تو وہ ہیں کہ جنہوں نے طوعاً و تہیلاً کر لیا اور ان پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مومنین مگر بعض وہ
ہیں کہ جنہوں نے یہاں نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہو نا ضروری تھا تو حق تعالیٰ ان کیلئے دوزخ بنا لی کہ
وہ وہاں جا کر خلا کی یاد کر سینگے اور دوزخ میں ان پر یہ غایت مرتب ہوگی اور ان کا سبب بد بزرگی اب سنو کہ
فرماتے ہیں کہ۔

حکمت دوزخ کے اُس جہان میں اور زندان کا اس
جہان میں پیدا کر نیکی یہ کہ تاکہ وہ منکروں کا عقوبت کیونکہ حکم ہوا تھا
طوعاً و کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اسکا اسکو ذریعہ سزا کر ہا لایا جاوے گا

مسجد طاعات شان خود دوزخ است پلے بند مرغ بیگانہ فتح است
یعنی ان (لیٹیموں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے (کیونکہ) مرغ بیگانہ کا پانے بہتر چل چو تلے مطلب یہ کہ دیکھو
پلا ہوا چادر تو مالک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہو تلے اسکو چال نہ گنہگار کے لئے ہیں تو جو
نومنین تھے وہ خود آ گئے اور جو بچکے تھے انکو دوزخ و زندان کے ذریعے لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے
کہ اکثر زندان خوبی میں جا کر بھی خدا کی یاد آ جاتی ہے تو کفار کو اس خوبی سے عبادت میں لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعہ دزد لٹیم کا ندان ذاکر شود حق را مقسم
یعنی قید خانہ دزد لٹیم کا عبادت خانہ ہے کیونکہ وہ اس کے اندر ظاہر میں ہمیشہ کیلئے ہو جاتا ہے۔
چون عبادت بود مقصود از البشر شد عبادت گاہگر ز نکش سقر

یعنی جسکے عبادت پر انسان سے مقصود تھی دیگر گھن گشتوں کی عبادت کا دوزخ ہو گئی

آویز است در هر کار دست
لیک ز مقصود این خدمت بیت

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے

ما خلقت الجن والانس اين بخوان
جز عبادت نيست مقصود از جهان

یعنی مآخلاق النجس و افسوس بخ کو جو کہ :- اے عبادت کے جہان سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان

وایسے دنیا میں سارے کام کرنا ہے مگر اس کی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرنا ہے اب دیکھ سہی

کام طبعاً کرتا ہے اُسکی اسپی مرثال ہے کہ

گرچه مقصود از کتاب آن فن بود

یعنی اگرچہ مقصود کتاب دینی فنِ نوشتاری (حکلی و کتابت) مگر جو تم اس کو تکیہ کرو تو یہ ہر کتاب ہے۔

لیک از مقصود این باشد نمود علم بود دانش و ارشاد و سود

لیکن اس کتاب کی نگارش مقصود نہ تھا (مقصود) علم اور دانش اور ایشیاء اور نفع تھا (مگر نگارش)

بنالیا تو بن ہی گئی۔ اسی طرح سنن اگر اور کام کر لے لے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اسکے پیدا

لرنے سے اُس سے عبادت کرنا ہی تھا) آگے دوسری مثال ہے کہ ۔

گرتوینے ساختی شمشیرا
برگزیدی برظفر ادبیرا

یعنی اگر تو نے ملواری کہ یہ کتاب الیا تو فتح مراد بار کو قبل کا معنی جس سے کہ فتح ہوئی تو اس کو ایسے کام میں لایا کہ

سکو بیکار کر دیا۔ گویا کہ ادب اور کی خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ

نکر چه مقصود از اختر علم و ریاضیت لیک هر یک آدمی را محب دلیست

خانی اگرچہ مقصود انسان سے علم و ریاضت ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک عیب ہے۔

معبد مرد کریم اگر مت
معبد مرد لثیم اسقمت

نبی مہد کریم کا معجزہ تو اگر مت ہے اور اللہ کا معجزہ اس قدر ہے یعنی کریم کا اگر تم کو وہی وہ اور شکر گزار ہو کر

بیکام کرے گا۔ اہل غنیمت کہ اگر وہ تے کے نیچے رکھو تب وہ بیکام ہوتا ہے۔

مرلیمان را زن تابشند
مرکوبان را یدہ تابردهند

و یسین کو بار تک اطاعت کرن اور کرموں کو دے تاکہ نیل دین نہ توجہ ہم ایک کیلئے معدودہ ہے

آنجنابان کہ حق ز محرم استخوان از شہان باب صغیر و حسبان

یعنی اس طرح حق تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کا بدباد شاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی باہر شاہوں کو
ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا جو کہ جطرح باب صغیر موسوی میں جلالین کی جھکنا پڑنا تھا اسی طرح جو خدا
کے آگے نہ جھکیں ان کو ان بادشاہوں کے آگے جھکنا پڑنا ہے اب یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مرتبہ مقبولان
حق اور طمعین کو بھی تو بادشاہوں کے سامنے جھکنا پڑنا ہے تو پھر یہ غایت کہاں رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ
جو چمکتے ہیں تو کراہت کیسا تھا انکو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف ان جبارین کے کہ وہ ان کی تعظیم کے
اعتبار سے جھکتے ہیں۔

اہل نیاسجدہ الی شان کنند
چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند

یعنی اہل دنیا انکو سجدہ کرتے ہیں چونکہ حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہیں۔

ساختہ سیرگین نامائے محرابشان
نام آن محراب میر و پہلوان

یعنی حق تعالیٰ نے ایک گروہ ان کے سکوان اختیار کیا کیلئے محراب بنا یا ہے کہ وہ ان جا کر یہ جھکتے ہیں اور
اس گروہ ان کا نام امیر صاحب پہلوان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ۔

لایق این حضرت پاک کنیند
نے شکر تے لیک در صورت آنند

یعنی (لاستغیا) اس دعا گاہ پاک کے لائق نہیں ہیں شکر نہیں ہیں لیکن صورت میں نے میں یعنی
صورت تو انسانی ہے مگر حقیقت انسانی نہیں ہے

آن سگاز این خزان خنوع شوند
شیر را عارست کو را بگر وند

یعنی ان گھوڑوں کے مطیع ہوتے ہیں اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اس کے تابع ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ
کی اطاعت کے یہ لوگ لائق نہ تھے تو ان سگاز دنیا کے مطیع ہوئے۔

گر بہ باشد شمشہ ہر نوش خو
موش کہ بود تاز شیران تر سداو

یعنی بلی ہر خوش نصبت کی کو قتل ہوتی ہے جو باکون ہو تلخ جو کہ شیریوں سے ڈرے یعنی دیکھو جو باہلی
سے تو ڈرتا ہے مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشتیاق شہان و فیلاے تو ڈرتے ہیں مگر حق تعالیٰ
سے نہیں ڈرتے دو گویا موش خصلت میں۔

خونایان از کلاب حق بود
خونشان کو را آفتاب حق بود

مگر وہ دان ۱۶۶
کو ان اشتیاق کی محراب بنایا ہے اور اس محراب کا نام ہم در پہلوان ہے یعنی انسان جو ایک

یعنی انکو حق کے کتون سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے (اسنے کہ آفتاب
حق کی معرفت ہی نہیں کہتے اس سے ڈرین کیا)

ربنی الاعلیٰ ست اور و آن ہماں رب ادنیٰ در خور این اہل ہماں

یعنی اُن سداوند کا تو درجہ ربی الاعلیٰ ہے اور اُن بیوقوفوں کے لائق رب ادنیٰ ہے یعنی وہ ان شاہان
دنیری ہی کے مطیع ہوتے ہیں اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسدر شیران مصاف بلکہ آن آہو تگیاں مشکناٹ

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشکناٹ (ڈرتے ہیں اسلئے کہ چوہے کو شیر
کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارین حق قالی سے ڈرتے ہیں اور ان کی حاجت
کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

رو بہ پیش دیگ لیس ای کا لیس نس خداوند ولی نعمت نویس

یعنی کا لیس تو دیگ لیس کے پاس جا۔ اور تو اسکو خداوند اور ولی نعمت لکھ لینی لئے دنیا دار تو دنیا دار
ہی کے پاس جا اور اسکی خوش آمد کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس کن از شر جو بگویم دور دست خشم گیر و میر و ہم دانند کہ ہست

یعنی بس کر اگر میں کوئی شر طویل کہوں گا تو میر غصہ ہو جاوے گا۔ اور جائیگا کہ مجھ سے۔ مطلب یہ کہ اگر
میں بہت کچھ مشاہان دنیا کی مذمت کروں گا تو میر صاحبِ خفا ہو جاوے گا دوسری خرابی۔ ہوگی کہ
اُنکو خیال ہوگا کہ ہم کچھ نہیں جب تو ہماری اس قدر بھجکجا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اسکو
توڑا جا رہا ہے تو اسکو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاوے گا لہذا میں اسکو نہیں تک کہتا ہوں اور آگے بیان
نہیں کرتا۔

حاصل این آمد کہ بد کن ای کریم بالیمن تانہد گردن لئیم

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لیمن کیساتھ سختی کرو تا کہ لئیم اطاعت قبول کرے

بالیئم نفس چون احسان کند چوں لیمنان نفس بد کفران کند

یعنی نفس لئیم کیساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لیمن کی طرح نفس بدنا شکری کرتا ہے
زین سبب بد کا بل محبت شاگرد اہل نعمت طاعی اند و ما کرند

یعنی یہ سببت کہ اہل نعمت تو شاکرین اور اہل نعمت طاعی ہیں اور کارہین یعنی چونکہ نفس لثیم مصیبت ہی میں درست رہتا ہے لہذا اہل مصیبت ہیں وہ تو شاکرین اور جواہل نعمت ہیں وہ طاعی ہیں اسلئے کہ۔

بہت طاعی بگلر زریں قبا بہت شاکر خستہ و صاحب عبا
یعنی طاعی تو بڑے اور زریں قبا ہیں اور شاکر خستہ اور صاحب عبا ہیں یعنی اکثر ایسا ہے ورنہ بہت سو نہ لوگ بھی ہیں کہ بقدر نعمت زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر وہ زیادہ مشکرتے ہیں انکے غرور وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

شکر کے رویدار اہل ملک و لغم شکر می رویدار بلوا و سقم
یعنی شکر اہل ملک و نعمت سے کب اُلتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جتنا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے ورنہ بہت مرتبہ اسکے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھ کر شکر کرتے ہیں آگے ایک صوفی کی حکایت آئی ہے کہ اُسکو کہوئی پر دسترخوان پڑا ہوا دیکھ کر جب وہ لالہ لوگوں نے دریافت کیا تو اسے کہا کہ مجھے اسکو دیکھ کر یاد آیا کہ کبھی اسکے اندر رویشان ہوئی تو دیکھنے پر جو کہا تھا کہ اہل نعمت شاکر ہوتے ہیں تو یہ صوفی چونکہ مجاہد و ریاضت کئے ہوئے تھا اسکو تصور نعمت پر جب ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

چرخ می رود جا ہمارا سہ درید
قحط پاؤ درد یار انک دوا
بہر کہ صوفی بود با و یار شد
تا کہ چندین مست و بیخودی شدند
سفرہ آونختہ از نان تنی است
یخیز از خوش و عاشق نیستے

صوفی ہر منج روزے سفرہ دید
بانگ میزدنک لوائے بیوا
چونکہ درو سوزا و بسیار شد
کنکھ و ہائے و ہوسے می زدند
بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیت
گفت رور و نقش بے معیتے

اولانے او پریشان کیا تھا کہ شکر ریاضت اور نعمت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ مصیبت اور تکلیف سے

پس یاد ہو تلے اُسکی تائید میں ایک تہہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے کہوئی پر دسترخون
 پڑا ہوا دیکھا۔ اُسکو دیکھتے ہی سپردِ جگر کی حالت طاری ہو گئی اور اُس نے ناچنا اور کپڑے پراونا شروع
 کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ غفلت کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اُسکا درد و سوز
 زیادہ بڑھا تو جو وہاں اور صوفی تھے انہیں بھی وہی حالت طاری ہو گئی اور ان بھی اُسکے ساتھ و بعد
 میں مشرک ہو گئے یہ قبیحہ لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتیٰ کہ پیدست اور بخود ہو گئے کہ یہ
 پیٹ بھرے نہ لگا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دسترخوان پڑا ہوا ہے جن
 روٹی و دہنی کچھ بھی نہیں صوفی نے جواب دیا کہ جالبابن تو ایک بے معنی تصویر ہے تو محض غفل ہے اور
 عاشق نہیں ہے۔ ہم تجھے اسکا راز کیونکر سمجھائیں یہ تو اجمال ہے۔ اسکی تشریح و طرح سے ہو سکتی تو
 ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اسلئے وہ روٹی کے طالب اور قدر دان تھے اور شدتِ گرسنگی سے
 یہ کیفیت ان کی استعداد ترقی کر گئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو دیکھنا روٹی کے ظن کو دیکھنے میں بھی لگتے
 آجاتا تھا چونکہ نعمتِ الہی کے قدر دان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اسلئے وہ شکر تھے اور
 اس شکر کا منشا انکی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اسکے کہ سراسر شخص چونکہ عیش میں تھا اسلئے وہ مبتلا
 غفلت تھا اور روٹی کی قدر اسکے دل میں نہ تھی اسلئے وہ انہیں ہنستا تھا اور قدر نہ کرنے کے سبب ناشکر تھا
 و ہذا احوالِ الظاہر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دسترخوان کے خالی ہونے سے
 اُسے اسلئے خوشی ہوئی کہ اُس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ ہے حصولِ غزلے
 روحانی کا اور علاج ہے امراضِ روحانیہ کا اور تندی و شغالی روحانی مطلوب ہے تو خلوی سفر ذریعہ
 ہما مطلوب کا اور بطرح مطلوب لذتِ بخش ہو توین ہی ذریعہ مطلوب بھی لذتِ بخش ہے اسلئے اُنکو خالی
 دسترخوان دیکھنے سے خوشی ہوئی اور متراض چونکہ غیر طالب حق تھا اسلئے اُسے اُن کی حرکت کو تو سمجھا
 اور اعتراض کر دیا سپر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سبحانہ نہیں ہے اسلئے تجھے دسترخوان کے خالی
 ہونے کی قدر نہیں اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت
 اور اُسکا میل الی اللہ جو ناظر ہوا اور سیری کا نقص اور اس کا مانع حصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از حلقہ
 مصائب و اسیری از قیل و غم پس ثابت ہوا کہ غم مانع شکر نہیں اور مصائب باعث شکر

شرح شبیری

ایک صوفی کا عشق خالی دسترخوان پر جو کہ کہا نیسے خالی تھا

موتے پر میخ روزے سفرہ دید چرخ میزد جاہمارامی درید
یعنی ایک صوفی نے کھدائی پر ایک دسترخوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پہاڑنے لگا یعنی اسکو
جسد پر گیا۔

ہانگ میزد تک لڑائے بینا قوط ہاورد و بارانگ روا

یعنی آواز دیتا تھا کہ بیسے دیالوں کا پوشہ ہے اور قوط اور دردوں کی یہ دوا ہے
چونکہ درد و سوز اور بسیار شد ہر کہ صوفی بود یا و یا رشد
یعنی جبکہ درد و سوز آسکا زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اسکے ساتھ یا ہو گیا یعنی جتنے صوفی تھے وہ بھی
اسکی حالت کو دیکھ کر اسکے شریک ہو گئے اور وہ بھی جسد کرنے لگے۔

کھنچے و ہا و ہوئے می زدند تاکہ چندین مست و بخود می شدند

یعنی قہقہہ ادا ہائے ہو کر رہے تھے یہاں تک کہ خوب مست و بخود می شد گئے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست سفرہ آویختہ از نان تہی است

یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دسترخوان روٹی سے خالی لٹکا ہوا ہے

یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میان دسترخوان لٹکا ہوا ہے اسپر و جسد کیلئے۔

گفت رور و نقش بے معنیست تو بخوستی کہ عاشق نیستی

یعنی صوفی نے کہا کہ با جا کہ نقش بے معنی ہے تو مستی کو تلاش کر اسلئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

بندہ ہستی نیست ہر کو صادق است

عاشقان را ہست بے سرمایہ سوز

عشق نان و نان غذا و عاشق است

عاشقان را کار نبود با وجود

دست نے وگوز میدان می ہرند	بال نے وگرد عالم می ہرند
دست ہریدہ سہمی زنبیل یافت	آن فقیرے کوز معنی بوئی یافت
چوں عدم مگر نگ و نفس واحدند	عاشقان اندر عدم خمیر زوند

یہاں سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور جہر بط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے حالات تھی یعنی دسترخوان میں باوجود روٹی نہ ہونے کے اُسکو دیکھ کر خوش ہونا لہذا یہاں سے مولانا عاشق آگہی کے حیرت انگیز اور اس کے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہیں چنانچہ ایک صفت اُن کی یہ ہے جو دوسروں میں نہیں کہ اُن کی غذا عشق ہے جسکو غذا ہونیکے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جاسکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جو ع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ اے عشق کہ اور یہی ہے نان است و باعتبار سے غیر نان۔ اور اس توجیہ پر محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہو جائیگا کیونکہ اس وقت معنی یہ ہونگے کہ عاشق خدا کی غذا ہو کہ عاشق ہے (لا یخو خائفہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق ہیں اور جو صادق ہوتے ہیں ان سستی و محسوس نہیں ہوتے لہذا انکو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیستی اور فنا چاہتے ہیں اور نیستی ہی سے اُنکو دولت وصال ملے آتی ہے جو گویا کہ اُنکو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو اُنکے بازو نہیں ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہیں یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہیں نیز اُنکے ہاتھ نہیں ہوتے مگر میدان سے گیند اُڑا لگاتے ہیں (یعنی وصال محبوب کے کامیاب ہو کر دوسروں پر سبقت لجاتے ہیں اور کوئی حیلہ و تدبیر ذاتی نہیں رکھتے کیونکہ کافی ہوتے ہیں اور خودی کو مٹا چکے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنے کو حق سبحانہ کا تابع کہہ کر کرتے ہیں) عام محسوسات میں بھی تمکو اس کی نظیر ملیگی دیکھو وہ غیر متشیج اقلع جسکو معنی اور حقیقت کا پتہ نلگ گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل جتنے تھے پس بلا ہاتھ کے گیند اڑا لیا نایت ہی قریب فہم ہو گیا اور دیکھو چونکہ عشاق سستی کو فنا کر کے نیستی میں سکونت اور بود و باس اختیار کرتے ہیں اسلئے

ہر کی صفت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور بطرح اعلیٰ میں تائید نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور شال کی
جان کے ہوتے ہیں۔ یعنی چونکہ ان کے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ نشا تفرق ہے اسلئے
سب ایک جان و ذوق غالب ہوتے ہیں (تنبیہ قولہ) عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ
بھی احتمال ہے کہ قولہ معنی ہو اسوقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روئی کے عاشق... ہیں اور ہماری غذا تو روئی کا
عشق ہے نہ کہ روئی پس ہکوا کے تصور میں بھی مزہ آتا ہے اور اسکی طرف کو دیکھ کر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے
اسلئے تیری غذا روئی ہے اور تو بہستی نان حاصل ہے اور معنی سے تعبیر کچھ بظاہر نہیں ہوتا۔ یہ تقریر موافق
برسجہ لہذا جو ان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں کی مذکورہ بالا دو توجہوں میں سے پہلی توجہ
کی توجہ ہے)

شرح شبیری

عشق نان و نان غذائی عاشق است بندہستی نیست ہر کو صادق است

یعنی عشق روئی کا ہے روئی کے غذا عاشق کی ہے اور صادق ہے وہ عقیدہستی نہیں مطلب یہ کہ چونکہ
تو عاشق نہیں ہے لہذا تو اسکو ڈھونڈ کہ روئی ہے یا نہیں ہکوا تو تصور کافی ہے ہکوا اس محسوس کی ضرورت
نہیں ہے بلکہ ایسے نان محسوس کے ہکوا غذائی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس معنی نے جو دسترخوان
دیکھا اور اس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذا و معنوی کی طرف
ذہن منتقل ہو گیا بس اس پر وجہ کر ہاتھ اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم خانی
ہو تا ہے نہ کہ حقیقی تو ان کا یہ کہنا کہ تم سستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس سستی محسوس کو ڈھونڈ
ہکوا کسی غمزدہ نہیں ہکوا سستی معنوی ہکوا عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرمانے ہیں کہ

عاشقان را کار نبود از وجود عاشقان را بہست بے سرمایہ سود

یعنی عاشقوں کو وجود و محسوس اسے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کو دفع ہوتا ہے

بال نے دگر و عالم می ہرند دست نے دگو ز میداں می ہرند

یعنی باز و محسوس نہیں ہے اور عالم کے گرداڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے
لبجائے ہیں اسلئے کہ ان کی سیر اسیان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اسلئے ان محسوسات

کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اسکی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن فقیرے کو ز معنی بوی یافت دست ببردہ ہمی زنبیل یافت
یعنی وہ فقیر جسے کہ بومعنی سے پائی ہاتھ کٹے ہوئے بھی زنبیل بنتا تھا۔ (تو دیکھئے انکو اس دست محسوس
کی ضرورت نہ تھی انکے لئے دست منوی موجود تھا)

عاشقان اندر عدم خیمہ زدند چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند
یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ لگاتے ہیں اور نل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق
ہیں انکو احساس ہی محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اسکی ہی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جسکو
کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور اسکے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جس طرح عدم میں
باعتبار وجود کے تشبہ نہیں ہے بلکہ نسبت کم ہے اس طرح تشبہ اند بھی تشبہ اور اخلاقیات نہیں
رہتا اگرچہ تشبہات مختلف ہوتے ہیں مگر اخلاقیات اور تشبہات نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ
آپکو ہی معلوم ہوتا ہوگا کہ تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے حسن استیجاد کو دور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

میری را بونے باشد لوت پوت	شیر خوارہ کے شناسد ذوق بوت
چونکہ خودی اوست ضد خودی اوست	آدمی کے بوبرد از بونے او
آب باشد پیش سبطے جمیل	پیش قبط خون بود آن آب سیل
غرہ کہ باشد ز فرعون عوان	جادہ باشد بحر زاسر ایلماں
لیک برمود و بر قوش ظفر	باد بد بر عادیان گرز و بتر
لیک بر فرود باشد ز ہر مار	گلستان باشد ہر ابراہیم نار
لیک باشد ہر دگر مرغان زیان	بر سمندر باشد آتش خاندان

لیک حلوا بر خسان بلوا بود

نزد عاشق درد و غم حلوا بود

ایک مولانا عاشق کے احوال عجیبے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور مقررہ کے اعراض کی پیروی کی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چیز اور شخص کیلئے کچھ نہ سب بات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیا سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسب بات ناواقف اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے مثلاً بچہ کی غذا دودھ ہے اسلئے وہ نہیں جانتا کہ لڑکے کا ہاڈ میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا امض بیجے تو آدمی جسکی غذا اجسام میں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ وہ بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اسکی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو آئیل قطبی کیلئے خون ہے اور سہلی کیلئے پانی۔ دیر یا اسرانیلیون کے لئے رہگذر ہے اور فرعون کیلئے محل غرق آندہ کیلئے گرز و تبر کی طرح ہلک ہے اور ہودا اور ان کی قوم کیلئے آتش۔ آگ ابراہیم کیلئے ٹنگستان ہے اور فرد کو لئے سانپ کے زہر کی طرح ہلک۔ آگ سمندر کا گہر ہے اور دوسرے جانور دن کیلئے موجب ضرر ہے ہذا عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کھانے منہ ڈکھتا اور کچھری کھاتے پہنچا اترتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کیلئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ وصال محبوب سے متعلق ہوتے ہیں اور نالائقوں کیلئے لعابے اکیسیر بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان میں مشغول ہو کر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیا کے احوال خلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہو جو اسکے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کیلئے ہے حالانکہ وہ انکار اسکا سچو رہے اس اس میں مقررہ کے اعراض کی نوعیت اور عاشق کیلئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو کیونکہ اعراض اور استبعاد کی بناء دوسروں کی حالت کو اپنے اور قیاس کرتا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اسقید میں ان سے سیرق ہوتی ہو تو اور نہ۔

شرح شبیری

مر پری را بونے باشد لذت پوت

شیر خواہ کے شناسد ذوق پوت

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جبکہ وہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا
غذا ان کی بوسونگہ کر سبٹ بہر جاتا ہے تو مولانا ابن لؤ علی اللہ مشہور فرما رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ
دیکھو بچہ کو غذا کے مزہ کی خبر نہیں ہوتی اس بطور میں خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اور ہم نہیں
کر سکتے تو اس طرح اگر اسکو بھی تم بھیج سکو اہل اللہ سمجھ لیں تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے
ہیں کہ۔

آدمی کے بوبردا زبوں نے او چونکہ خوں او صحت بخوری او
یعنی آدمی کب بولجاتا ہے اسکی بوسے جیکھا اسکی فہم اسکی خو کی مطلب یہ کہ صطرح کہ جن بوسے
غذا حاصل کر لیتے ہیں تو اسکی نکو ہوا بھی نہیں لگ سکتی اسلئے کہ تمہاری خاصیت اہ ہے اور ان کی
خاصیت اور ہے۔

یابد از بوان پری بوی کش تو نیابی آن ز صد من لوت خوش
یعنی وہ جن بوا کیسینچہ والا بوسے وہ چیز بالقلب کہ تم سون غلہ غذا سے ہی نہیں پاسکتے (اسلئے کہ تم تو
بے کہلئے ہوئے اسکی متع نہیں ہو سکتے اور وہ صرف بوسونگہ کر اس سے متع ہو سکتے ہیں اسی طرح
اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکیں اور تم دیکر کہتے اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اور
مثال فرماتے ہیں کہ۔

پیش قطعی خون بود آن آب سبیل آب باشد پیش سبیل جمیل
یعنی قطعی کے آگے تو آب سبیل خون ہو جاتا ہے اور سبیل جمیل کے سامنے وہ پانی ہو جاتا ہے (تو دیکھو ایک
کیلئے خون اور ایک کیلئے پانی)

جادو باشد محرز اسرا سلیان غرقہ کہ باشد ز فروغ عوان
یعنی دیا اسرا سلیان کے لئے تو راستہ ہوتا ہے اور فروغ عوان کیلئے غرق کی جگہ ہوتی ہے
باد بد بر عادیں گرز و تبر لیک بد بر بود بر قوش ظفر
یعنی ہوا عادیوں کیلئے تو گرز و تبر ہو گئی تھی لیکن ہوا ان کی قوم کے لئے فتح ہو گئی رکمان کے
اوراد کو ہلاک کیا)

گلستان باشد برابر اسم ناز لیک بر فروغ باشد زہر مار

یعنی آگاہ ابراہیم علیہ السلام پر تو گلستان ہو جاتی ہے لیکن فرد پر زہر بار ہوتی ہے،

برسمندر باشد آتش خاندان لیک باشد بر دگر مرغان زیان

یعنی سمندر پر تو آگاہ ہر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانوروں کیلئے نقصان دہ ہوتی ہے۔ (تو دیکھو)

ایک شے ایک کیلئے مفرا و دوسرے کیلئے نفع تو اس طرح اہل اللہ کو وہ اشیا و معنوی کارآمد ہوتے ہیں اور وہ ان محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور نگو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد و غم حلوا بود لیک حلوا بر خسان بلوا بود

یعنی عاشق کیلئے درد و غم حلوا ہو جاتا ہے لیکن خسوں پر یہی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید دین ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

وانچہ او از بونے او اندر کشید
خاص رو بد او با خوان و کرسید
وان بکین از ہر او چہ میکند
پیش یعقوب است پر کوشتہ نیست
لاصلوۃ گفت الا بالحضور
جمع ازین رویت قوت جانہا
بونے نان خوش می رسید از دور جا
بونے پیرا ہاں یوسف می نیافت
چونکہ بد یعقوب می بوسید بو

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید
وانچہ دروے بود و اندروے بدید
این عشقش خویش در چہ میکند
سفرۂ او پیشین از نان تہیست
روڈ نا شستہ نہ بیند و دور
عشق باشد لوت پلوت جانہا
جمع یوسف بود و یعقوب را
آنکہ بستد پیر ہن را می شتافت
وانکہ صد فرسنگ رہ از نسو بد او

اویسا عالم زدانش بنصیب	حافظ علم است آنکس فی حبیب
مستمع از وی بھی یا بد مشام	گر چه باشد مستمع از جنس عام
زانکے سیرا بن بدستش عاریہ است	چوں بدست آل نخاسی جاریہ است
جاریہ پیش نخاسے سرسری است	در کف او از بر او مشتری است

دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ میں نظر آتی تھی اور جو سرور کہ انکو انکی بسے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیاں کہ یوسف علیہ السلام میں تھیں اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام ان کی اندر دیکھتے تھے یہ سب باتیں انہیں کیسا تھہ مخصوص تھیں۔ بھائیوں کو انکی بوجہ دی گئی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو انکے غم میں اپنے کو ہلاک کئے دیتے تھے اور بھائی انکے لئے کنواں کہوتے اور انکو مارنے کی فکر میں تھے انکو تو وہ خالی دسترخوان کی طرح معرا عن کمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کیلئے روٹیوں سے پر دسترخوان کی طرح کمالات کو بریزتے تھے وہ فرق کیا ہے وہ یہ کہ انکو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ برطینت اور نالائقی لوگوں کو جو کا چہرہ حسین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسف کو یوسف کا چہرہ نہ دکھلائی دیا۔ اسلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوة مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدون حضور قلب تک نہیں ہوتا۔ اور حضور قلب بدون صفائی باطن و ازالہ صفات رذیلہ کے نہیں ہوتا۔ اسلئے ضرورت ہوتی صفائی باطن اور ازالہ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو جو رکھنا چہرہ نظر نہ آئے گا کیونکہ انکو اس مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدون حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور میں مناسبت نہیں اس موقع پر یہ دو مستقل نظریں ہونگی) اور چونکہ انکو روئے خوب اسلئے دکھلائی نہیں دیتا کہ اس پر صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے انکو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سر اپانفس میں تو انکو یہ دولت کیونکہ حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ہی ہے اور

اسی لئے کہا گیا ہے الجمع طعام الصداقین یا یون کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اسکی دو تیس میں ہوگی)
 بن اول یہ کہ جمع استعارہ ہو عشق سے تب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جمع اپنے حقیقی معنی پر جو اس
 وقت اسکی توجیہ ہوگی کہ بھوک سے سورۃ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت حقد رکھنے کی آہنی
 ہی روح کو قوت ہوگی اسلئے بھوک قوت روح کا سبب ہے لہذا اسکو روح کی غذا کہا گیا اور وہ
 تفرع غذا نیست جو عہد غذائیت عشق یہ ہوگی کہ جمع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت
 ٹوٹے گی اُس سے صفات ذمیرہ زائل ہوگی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہوگی اس سے
 اُسکو عشق حق سبحانہ حاصل ہوگا والا قرب ہو الاول حکما بدل علیہ البیت الاتی) پس چونکہ
 یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب بھی اسی لئے اُنکو دور دراز جگہ
 سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو آتی تھی دیکھو جو شخص کرتے لئے جوئے اٹھا تھا
 چونکہ اُسکو بھوک (عشق) نہ تھی لہذا اُسکو بو نہ آتی تھی اور جو شخص کہ سفر سنگ اُدھر تھا چونکہ وہ
 یعقوب (عاشق) تھا وہ اُسکو سونگھتا تھا اسی طرح بہت سے عالم ایسے ہیں جو علم باعلیٰ سے بے بہرہ
 ہیں اور انہیں اُس کا کچھ اثر نہیں لہذا گویا کہ اُنکو علم ہی حاصل نہیں ایسے لوگ علم کا صندوق ہیں اور خود
 کوئی کمال نہیں رکھتے مگر سننے والا اُس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وہ اسکی ہے کہ وہ
 علم اُنکے لئے نہیں ہے اُنکے پاس تو بطور عاریت کے ہے اور منتفع ہونیوالے اس سے مستفید ہیں
 جس طرح کہ بردہ فردش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اُسکی پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ
 اسپر شتری تک چھو نچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ مشتری کیلئے ہوتی ہے اور
 وہی اُس سے منتفع ہوتا ہے

شرح شبیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرے سے جام حق کو پینے

میں مخصوص ہونا اور بوئے یوسفؑ سے بوئے حق لینے میں

اوپر ہائیون کا ان دونوں معنوں کو محرم ہونا

انچہ یعقوب از رخ یوسف بدید وانچہ ادا ز بونے اواندر کشید
یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکھا اور جو کچھ کہ اُنہوں نے اُنکی بوسہ کھینچا
وانچہ دروے بود اندر دگر بدید خاص اود ادا و باخوان کورید
یعنی جو چیز کہ اُنکے اندر تھی اُنہوں نے اُن میں دیکھ لی اور وہ اُنہیں کا خاصہ تھا وہ بہائیوں کو
کب کچھو کچھو مطلب یہ کہ دیکھو یعقوب یوسف سے بونے حق پاوین اور اُنکے بھائی اُس سے محروم
رہیں۔

اوز عشقش غریب در چہ میکند وان یکین از بہر او چہ میکند
یعقوب علیہ السلام تو اُن کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنوین میں کرتے ہیں اور وہ بھائی اُن کے
واسطے کنواں کہو در ہے ہیں۔

سفرہ او پیش این از نان تہی است پیش یعقوب است پر کو مشتی است
یعنی اُن (یوسفؑ) کا دسترخوان ان (بہائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے
پُرسے کہو نہ کہ اشتہار والے ہیں۔ (تو دیکھئے یوسفؑ اور یعقوبؑ میں مناسبت ہوا اور بھائیوں
میں ادا ان میں مناسبت نہیں ہے)

رونے ناشستہ زمیند رقی اور لاصلوۃ گفت الا بالاحضور
یعنی نجس خور کا منہ نہ دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوۃ الا بحضور (الغلبہ)
نجس سے مراد کافر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوۃ میں اور عین اور عین مناسبت ہے تو یہ تو
انکی ساتھ جمع ہو جاوین گے اور دوسروں کے ساتھ جمع نہ ہون گے۔

عشق با شد لوت پوت جاہنا جوع ازین رویت قوت جاہنا
یعنی احوال کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت اور اوج جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگوں
نے کہا ہے کہ الحیوۃ طعمہ الصدیقین تو جواہل اللہ ہیں اُنکو اس غذائے ظاہری عیسوی کی فرصت
نہیں ہوتی بلکہ اُنکی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود در یعقوب را بونے ناشی رسید از دور جا
یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو اُنکو اُنکی نان کی بود در ملکہ سے بونچتی تھی یعنی چونکہ وہ اُنکے

طالب تھے لہذا وہ سے اُنہوں نے بوئے پیر این محسوس کر لی۔
 آنکہ بستہ پیر این رانی شتافت بوئے پیر این یوسف می نیافت
 یعنی جس نے کہ پیر این (یوسفی) کو لیا اور وہ (اُس کو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اُس نے بو پیر این یوسف
 کی نہ پائے۔

وآنکہ صدر فرسنگ زال سو بودا و چونکہ بد یعقوب می بوئید و
 یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اُس طرف تھے چونکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگہ رہے تھے (تو دیکھو
 چونکہ وہ لائے والا تو طالب یوسف نہ تھا اسلئے وہ اُس سے متمتع نہ ہو سکا اور یعقوب علیہ السلام
 طالب تھے وہ اُس سے متمتع ہوئے اب مولانا اسپر تفسیر بحسبِ فرماتے ہیں کہ)
 لے لیا عالم ز دانش و نصیب حافظ علم است آنکس و حسیب
 یعنی بہت سے عالم ہیں جو عقل سے بے نصیب ہیں وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو
 لوگ کہ عالم بے عمل ہیں وہ علم کے محافظ ہیں باقی خود کامل نہیں اور چونکہ طالب حق نہیں لہذا اس
 علم سے متمتع نہیں ہوتے

مستمتع از دے ہی یا بد مشام گرچہ باشد مستمتع از جنس عام
 یعنی سننے والا اُس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام میں ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس
 عالم سے جو اور لوگ سنتے ہیں وہ اگرچہ عوام ہی ہیں اُن کو نفع ہو تا ہے اسلئے کہ وہ طالب ہوتے ہیں
 اُسکی وہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ پیر این بدستش عاریہ است چون بدست آن غاسی جاریہ است
 یعنی اسلئے کہ پیر این اُسکے ہاتھ میں عاریت ہے جیسے کہ غاسی کے ہاتھ میں جاریہ ہوتی ہے
 مطلب یہ ہے کہ حبطرغ غاسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اُس کو اُسکے حسن و جمال سے کوئی
 واسطہ ہی نہیں اُس کو اپنے ٹکون سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آریہ پیر این ہے کہ اُس کو اسکی
 خوبی اور اُسکے صفات سے کوئی غرض ہی نہیں وہ صرف اُسکے حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار
 جاریہ کا ہے وہ اسپر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گہرا پیر سے نثار کرنے کو تیار رہے
 اسلئے کہ وہ اُسکی قلد جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم وہ بھی علم پر سوجان سے قربان ہوتا ہے

اور اُس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ
 جاریہ پیش نخاسی سرسری است
 در کف ادا ز برائے مشتری است
 یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اُسکے ہاتھ میں خرید اریکلے ہے (جو تک وہ اس کے پاس عارضی طور پر رہتا ہے) اُس سے متمتع بھی نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کیلے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کیلے دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اثر غذائے معنوی کو حاصل کریں اور تم نہ کر سکو تو اُس میں استیجاد ہی کیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بہر یکے را سوئے دیگر راہ نے
 یک خیال زشت راہ آن زدہ
 واں خیالے عالے بر ہم زدہ
 وز خیالے دوزخ و جاہ گدافت
 پس کہ داند راہ گلشنہائے او
 گز کہد امین رکن جاں آید خیال
 کون اور انیست کردہ کون حق
 بند کردے راہ بر ناخوش خیال
 کہ بود مرصاد در بند عدم
 قبض اعمی پس بود لے شہر یار
 نیکنختے کہ تفی جان ولیست

قسمت حق است روزی خوانے
 یک خیال نیک باغ آن شدہ
 آن خیالے از اثر باغے شدہ
 آن خداؤ گز خیالے باغ ساخت
 پس کہ داند راہ گلشنہائے او
 دیدہ بان دل نہ بنید در مجال
 جز مگر آن دل کہ دارد عون حق
 گر بدیدو مطلعش از احتیال
 کے رسد جاسوس را آنجا قدم
 وامن فضلش بکف کن کو روار
 دامن او امر و فرمان ولیست

وان یکے پہلوئے ادا اندر عذاب
این عجب ماندہ کہ این در جس کسیت
ہیں چرا زردی کہ اینجا صد وواست
گوید لے جان من نیارم آمدن
گویش نے نے نتا تم تو بالیت
بو کہ یابی زین بیان سر نہفت
اگو ش بکشتا تا بری زان حصہ

آن یکے در مرغزاری جوئے آب
او عجب ماندہ کہ ذوق آن زہیت
ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہا است
ہیں بیالے ہمنشین در انجن
ہیں بیاجا نان کہ پایت بستہ نیست
ایں مثل آمد دریں معنی بگفت
اندین معنی بگویم قصہ

اب ہر ہی سیات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیوں نہیں ہوتی اُسکی وجہ یہ ہے کہ یہ
تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اُسنے اپنی حکمت بالغہ کی بنیاد کی ہے خود لوگوں کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے
حاصل کرے اسلئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھا ایک خیال تو چاہا
جو صاحب خیال کیلئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے ادا ایک خیال ہر لہے جو صاحب
خیال کو خوشی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً
خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ وبالا کر دیتا ہے (خیال جود) یہ کس کا پیدا کیا ہو ہے وہ
خدا ہی ہے جس نے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنا یا ہے اور دوسرے خیال کو
دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گہلائے دلا بنا یا ہے جبکہ یہ تصرف کرتے ہوئے خدا ہی ہے تو اب اس کے
باغوں یعنی عمدہ خیالات اور اُسکی دونوں یعنی بڑے خیالات کا رستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں
سے اور کیوں نکرتے ہیں۔ دل جولا نگاہ روح بین چاروں طرف دیکھتا ہے کہ انکارستہ معلوم کر دن کہ وہ
بہان سے آتے ہیں لیکن اُسکو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار میں کو پھوٹ آتے ہیں الا وہ دل جو
حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور موید بقوت حکم ہو اور اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی میں فنا کر کے
متعلق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ میں رنگ گیا ہو جسے کہا ہے کہ ہر دل نہیں دیکھ سکتا اُسکی

یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے چھوٹے ہیں تو وہ تدبیر سے ہر پاسبند یہ خیال کا رستہ
بند کر دیتا اور کبھی تکلیف دہ خیال دآنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے
معلق نہیں رکھتا اسلئے اسکی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی
ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گہات تو عدم و فنا میں محبوس ہے اور عدم و فنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہی نہیں
کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم
کر سکتا ہے پس اگر جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ
اندھے کیلئے رستہ کو دیکھنے کی فکر فربہ ہے اسلئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے دامن فضل حق اسلئے
اطہر ہیں۔ یعنی بس تو احکام پر کار بند رہ اور زائد فکر نہ کر دے یہی بڑی سادت ہے کہ آدمی
کی جان سویش عشق الہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں ہنمک ہو اور انگشتات اسرار کو فی مقصود
کمال نہیں جسکی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ انصاف حق کی ایک اور دلیل سننا ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے
کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اس کے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مصیبت زدہ فوج کر رہا ہے کہ اسے
کاہے کی خوشی ہے اور وہ فوج کر رہا ہے کہ کجخت تکلیف میں کیونکہ مقید ہے یہ میرے پاس کیونکہ نہیں
آجاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کر کے وہ اس سے کہتا ہے کہ ارے تو پیاسا کیونکر رہا ہے آ جا
یہاں بہت چشہ ہیں اور تو پیاسا کیونکہ ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔
ارے یا تو بھی اس محفل عیش و نشاط میں آ جا مصیبت کیونکہ جہل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں کر سکتا
وہ پھر کہتا ہے کہ ارے آ جا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اسپر بھی ہی جواب دیتا ہے کہ بس
کرو جی نہیں معلوم نہیں میں اسے نہیں سکتا غلام یہ کہ ایک شخص خوش و فرم ہے اور دوسرا تکلیف میں
بتلا ہے وہ بیڑیاں حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھ سا ہو گویا بیڑیاں حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں
کر سکتا اور قید حال بنا بر اغلب ہے ورنہ گفتگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون
کو ایک قصہ واضح کرتے ہیں شاید سمجھ میں آ جاوے اچھا اب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تاکہ
سمجھو اس سے کچھ ملجائے۔

شرح شبیری

قسمت حق است روزی خواہنے ہر یکے را سوئے دیگر رہنے
یعنی تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہیں ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہیں ہے کہ جو عہدہ اپنے لئے رکھ لیتا یہ تو تقسیم حق ہے جو جسکی مناسب
مقام ویسا اُسکو کر دیا کسی نے خوب کہا ہے کہ سہ خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق - دانا
کوئی کسی کو سکندر بنادیا تو کیسے ہی ہے ایک کیلئے اور اثر دوسرے کیلئے دوسرا اثر - گے بھی اسکو فرماتے ہیں کہ

یک خیال نیک باغ آن شدہ یک خیال زشت راہ این زدہ
یعنی ایک خیال خوب اُسکے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک بُرے خیال نے اُس (دوسری) کی رہنری بنی

آن خیالے از آخر باغے شدہ وان خیالے عالے برہم زدہ
یعنی وہ خیال تو آخر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اُس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کر دیا ہے
آن خدائے کز خیالے بارغ ساخت وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

یعنی وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اُسے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گیلے کی بنائی
پس کہ داند راہ گلشنہای او پس کہ داند جائے گلشنہائے او
یعنی پس اُسکے گلشنوں کی راہ کو ن جانتا ہے اور پھر اُسکو گلشنوں کی راہ کا کسکو علم ہے -

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال کز کد این رکن جان آید خیال
یعنی دل کی آنکھ والا جو لنگاہ میں نہیں جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال آتا ہے یعنی دل کو بھی
خبر نہیں ہوتی کہ یہ خیال خوب و زشت کہاں سے آ رہے ہیں اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ

یہ میرے خیالات کہاں سے آ رہے ہیں -

چہر گر آن دل کہ دارد عون حق کون اور نیست کردہ کون حق
یعنی مگر سوائے اُس دل کے جو کہ حق تھا لے کر دیکھتا ہے اور اُسکی ہستی کو ہستی حق نے نیست کر دیا ہو
مطلب یہ کہ جو فانی الحق ہو چکا ہو وہ تو سمجھ سکتا ہے وہ نہ دوسرے کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی - آگے اس
خبر نہ ہونے کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ -

گر بدیدے مطاعش راز احتیال بند کردے راہ ہر ناخوش خیال
یعنی اگر اُس خیال کے مطلع کو جبکہ سے دیکھ لیتا تو ہر بُرے خیال کی راہ کو بند کر دیتا - (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم کو بود در صادر و در بند عدم
یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہاں تک کب پہنچتا ہے جبکہ کینکاہ بند عدم میں ہو مطلب یہ کہ اگر انسان
کو معلوم ہو جائے کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہاں سے یہ خیالات آتے ہیں تو جب قدر خیالات
بڑے ہوتے آتے آتے ہی نہ دیت اور ان کے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہاں سے یہ خیال آتے ہیں وہاں
تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اسلئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہاں کون جاسوس ہی
جو ان کے مطلع کو بند کرے ہاں ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ

دامن فضولش بکف کن کو ردار قبض اعمی این بود اے شہر یار

یعنی ہاسکی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لپیٹے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے
اے شہر یار یعنی بس اُسکے فضل کا دامن پکڑ لو تو انشاء اللہ کبھی جھٹکے گئے بس جدھر کو وہ چلے اُدھر
کو تم چلو اور کہتے ہیں کہ اندھا جو دامن پکڑتا ہے وہ بھی تو اسلئے تاکہ جدھر کو دامن والا چلے اُدھر
ہی کو یہ بھی چلے تو بس تم دامن حق کو استوار پکڑ لو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میان کے بھی دہن
ہوتا ہے تو بتاتے ہیں کہ۔

دامن ادا مرد فرماں دلیست نیکیختہ کہ تھی جان دلیست

یعنی اُن کا دامن اُنکے امر و فرمان ہیں اور وہ نیکیختہ ہے اُسکی جان گرمی دالی ہے مطلب یہ کہ اُنکے
احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جبکہ گرمی عشق حق نصیب ہے وہ شخص
بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے را مرغزار و جوئے آب دان یکے پہلوئے ادا ندر عذاب

یعنی ایک کیلئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اُسکا پہلوئے عذاب میں ہے مطلب یہ کہ ایک
خیال ہوتا ہے مگر ایک شخص کیلئے جنت ہے اور دوسرے کیلئے دہی دوزخ ہے

او عجب ماندہ کہ ذوق آن نصیبت دین عجب ماندہ کہ این در جس کسیت

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اسکو خوشی کسکی ہے اور اُسکو تعجب ہے کہ یہ کسکے جس میں ہے کہ
جو غمگین ہے اور وہ اسکو غمگین دیکھ کر کہتا ہے کہ

ہن چرا خشکی را اینجا چشمما است ہن چرا زردی را اینجا صدودا است

یعنی ارے تو خشک کیون ہو رہا ہے اس جگہ تو چشمے ہیں اور تو زرد کیون ہے یہاں تو سودا میں ہیں۔
 ہیں بیا لے ہمنشین در انجمن گوید لے جان من نیارم آمدن
 یعنی (وہ کہتا ہے کہ) ارے لے ہمنشین انجمن میں آ تو وہ کہتا ہے کہ لے جان میں آ نہیں سکتا۔
 (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

ہیں بیا جانان کہ پایت بستہ نیست گوید شرنے نے تمام تو بالیت
 یعنی لے جان آ جا تیرا پاؤں بندھا ہوا تو نہیں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نہیں آ سکتا تو کہراہ
 مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ میں خوش ہے اور وہ دوسرے کہتا ہے کہ میان تم دنیا میں پھنس کر
 غمیں کیون ہوتے ہو یہاں آ جاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھے تو جو تا ہی نہیں وہ کہتا ہے
 کہ ارے اس میں بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہو گا مگر مجھ سے تو کچھ بھی نہیں
 ہوتا تو دیکھ لیجئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان ایک کو مشکل ایک کو آرام دہ ایک کو سواں روح ہر
 آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفتہ بود کہ یابی زین بیان سر نہفت
 یعنی ایک مثال اس میں گفتگو میں آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ کو پاؤ۔ اے ایک
 حکایت لاتے ہیں کہ ایک آقا اور ایک غلام جارہے تھے غلام غازی تھا راستہ میں نماز کا وقت آیا تو
 غلام بہارت لیکر نماز کو چلا گیا اور وہاں بہت دیر ٹھکادی آقا نے کہا کہ ارے بھائی آتا کیون نہیں آئی
 کہا کہ آئے نہیں دیتے۔ آقا نے کہا کون نہیں آئے دیتے غلام بولا کہ جو آپ کو اندر نہیں آئے دیتے وہ مجھے
 باہر نہیں آئے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کو مسجد کے دروازہ پر ہوا دعا نہیں آ سکتے اسی طرح وہ بچے
 روکے ہوئے ہیں تو دیکھئے ایک ہی شے نماز ہے ایک کو اس قدر آسان اور دوسرے کو اس قدر مشکل
 اندرین معنی جو یلم قصہ گوشش بکشا تا بری زان حصہ
 یعنی اس معنی میں ہیں ایک قصہ کہتا ہوں تو کان بول تاکہ اُس سے حصہ لے جا سکے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

در زمانے بود امیرے از کرام بود سفر نام اور ایک غلام

میرشد محتاج گر مابه سحر
طاس و مندیل و گل از التون گیر
سنقر آمد طاس و مندیل نکو
مسجدی در ره بد و بانگ صلا
بود سنقر سخت مولع در نماز
تو بدین دکان زمانه صبر کن
رفت سنقر میر بهر دکان شست
میر از بهر دل آن زنده جاں
چون امام و قوم بیرون آمدند
سنقر آنجا ماند تا نزدیک داشت
گفت ای سنقر چرا نانی بیرون
صبر کن نک آدم اے روشنی
بهفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
پاخش این بود می نگذارم
گفت آخر مسجد اندر کس نماند
گفت آنکه بسته است از بیرون
آنکه نگذارد ترا کافی درون

بانگ زد سنقر بلا بر دار سر
تا بگر مابه رویم از ناگزیر
بر گرفت و رفت پا او دو بدو
آمد اندر گوش سنقر بر ملا
گفت ای میر من ای بنده نواز
تا گذارم فرض و خواهم لم یکن
منتظر از باده پندار مست
کرد یک ساعت توقف بر دکان
از نماز و وردها فارغ شدند
میر سنقر از مانه چشم داشت
گفت می نگذارم ای ذوفنون
نیستم غافل که در گوش منی
تا که عاجز گشت از قیاس مرد
تا بیرون آیم هنوز ای محترم
کیست و امیدار د آنجا کت نشانند
بسته است او هم مرا از اندرون
می نه بگذار مرا کایم بیرون

آنکہ نگذار دگر بن سو پا نہی | او بدیں سولست پائے این رہی

کسی زمانہ میں ایک شریف امیر تھے اور سنقر نام اُن کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کیوقت اُن کو حمام کی ضرورت ہوئی تو اُنہوں نے آواز دی سنقر اُٹھو۔ اور کنیزک سے طشت اور تولیہ اور سرد پورے کی مٹی لو تاکہ حمام چلین سنقر آیا اور اُسے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ بولیا۔ رستہ میں ایک مسجد پڑتی تھی اس میں سے نماز کی آواز آئی سنقر کو چونکہ نماز کا شوق تھا اسلئے اُس امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دکان پر تشریف فرما ہوں تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں لم کین وغیرہ پڑھوں گا۔ یہ کہکر سنقر روانہ ہو گیا۔ اور امیر دکان پر اُسکے انتظار میں بادہ پندار میں مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز میں تو کسران حق نماز کیلئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ دل کی دلجوئی کیسے کچھ دیر تک دکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور مقتدی نماز اور درود وظائف فارغ ہو کر نکلے تو سنقر نہ نکلا وہ چاشت (اشراق یا چاشت معروف) تک وہیں رہا امیر نے ایک عصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سنقر تم آتے کیون نہیں اُس نے جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہیں دیتا ذرا توقف فرمائے میں ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے اور میں جناب کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ غرض یوں ہی سات مرتبہ اُس نے آواز دین اور ساتوں مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اُس نے صبر کیا۔ آخر وہ اُسکے غمزہ سے عاجز ہو گیا۔ کیونکہ اسکا جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہیں دیتا۔ بالآخر اُس نے مجبور ہو کر کہا کہ مسجد میں تو کوئی شخص بھی نہیں رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کس نے ٹھکارا کہا ہے اُس نے جواب دیا کہ حضور جسے جناب کو باہر روک رہا ہے اُسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو اُپکو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اُس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا یعنی وہ حق سبحانہ میں جو مقلب القلوب ہیں اور جو لوگوں کو مختلف خیالات میں مجبوس کرتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیر و از کرام بود سنقر نام اور ایک غلام
یعنی ایک زمانہ میں ایک امیر کرام میں سے تھا اور اُس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔
میر شد محتاج گر مابہ سحر بانگ زد سنقر بلا بردار سر
یعنی امیر کو صبح کی وقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر پوشیا رہو جاؤ اور سر اٹھا
طاس و مندی لگ از التون بگیر تا بگر مابہ رویم و ناگزیر
یعنی تشلہ اور رومال اور منین لونڈی سے لیلے تاکہ ہم ضرورتاً گر مابہ کو جاوین
سنقر اٹھ طاس و مندی لگ نکو بر گرفت و رفت با او دو بدو
یعنی سنقر نے اُسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اُسکے ساتھ ساتھ چلا۔
مسجدے در رہ بد و بانگ صلا آمد اندر گوش سنقر بر ملا
یعنی ایک مسجد راہ میں تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان میں ظاہر طور پر آئی۔
بود سنقر سخت موع در نماز گفت لے میر من ای بندہ نواز
یعنی سنقر نماز کا بہت حویس تھا تو بولا کہ میرے امیر اور لے بندہ نواز۔
تو برین دکان ز مانے صبر کن تا گذارم فرض و خراغم لم یکن
یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ میں فرض ادا کر لوں اور لم یکن پڑھ لوں (لم یکن پڑھنے
سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصر تھی لوں گا زیادہ طول نہ دوں گا)۔
رفت سنقر میر بر دکان نشست منتظر از بادہ پندار مست
یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غرور سے مست تھے
میر از بہر دل آن زندہ جان کہر و یک ساعت تو قف بر دکان
یعنی امیر نے اُس زندہ جان کی خاطر ہے ایک گھڑی دوکان پر تو قف کیا۔
چون امام و قوم بیرون آمدند از نماز و در باقارغ شدند

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکلے اور نماز اہلداد سے فارغ ہو گئے۔

سنقر آجنا ماند تا نزدیک چاشت میر سنقر باز مانے چشتراشت
یعنی سنقر اس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سنقر کا کچھ دیر تو انتظار کیا
گفت اے سنقر چرا نائی بیرون گفت می نگذارم لے ذوقون
یعنی اُس نے کہا کہ اے سنقر تو باہر کیوں نہیں آتا تو وہ بولا کہ لے ذوقون مجھے چھوڑنا ہیں۔
صبر کن تک آدم لے روشنی نیستم غافل کہ در گوش منی
یعنی صبر کر مین ابھی آیلے (صاحب) روشنی میں غافل نہیں ہوں آپ میرے کان میں ہیں یعنی مجھے خود
خیال ہے۔

ہفت ذیت صبر کرد و باگ کرد تاکہ عاجز گشت از تیباش مرد
یعنی سات مرتبے آواز دی اور صبر کیا یہاں تک کہ اُس کے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا
پاسخش این بودی نگذارم تا بیرون آیم ہنوز لے محترم
یعنی اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑنا ہیں تاکہ میں باہر آؤں لے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس ماند کیست و امیدار و آنجا کت نشاند
یعنی اُنہوں نے کہا کہ آخر مسجد میں تو کوئی نہیں رہا کون اُس جگہ ہے جس نے کہتے ٹھالیا ہے
گفت آنکہ بستم است از بیرون بستہ است او ہم مرا از اندرون
یعنی غلام نے کہا کہ جس نے کہتے باہر ماند رہا ہے اُسی نے مجھے اندر سے ماندہ رکھا ہے۔
آنکہ نگذارم ترا کافی درون می نہ بگذارم مرا کا کیم بیرون
یعنی وہ ذات کہتے ہیں چھوڑی کہ تو اُسرے آوے مجھے نہیں چھوڑی کہ میں باہر آؤں۔
آنکہ نگذارم کز این سو با نبی او بدیں سو بست پائی میں رہی

یعنی جو کہ نہیں چھوڑا تاکہ تم اُس طرف پاؤں رکھو اُسی نے اس غلام کے پاؤں اس طرف باغہ دھیں
لا وہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو مکمل دے دے کو آسان آگے بولا نا اس کی
مثال لانے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

خاکیان را بجز بگذار و بدرون
حیلہ و تدبیر اینجا باطل است
دست در تسلیم زن و اندر رضا
این کشایش نیست جز از کبریا
یابی آن بخت جوان از پیر خویش
بنده گشتی آنکہ آزادت کنند
بندگی کن بندگی کن بندگی
فانی حق شو کہ تا یا بی بقا
محو شو و اللہ اعلم بالیقین

ماہیان را بجز بگذار و بدرون
اصل ماہی ز آب حیوان از گل است
قفل زفت است و کشایندہ خدا
ذره ذره گر شود مفتاح ہما
چون فراموش شود تدبیر خویش
چون فراموش خودی یادت کنند
گر تو خواہی حری و دل زندگی
از خودی بگذر کہ تا یا بی خدا
گر تر آبا بد وصال راستین

دیکھو سمندر ہے کہ مجھلیوں کو باہر نہیں آنے دیتا اور خاکین کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وہ اسکی
یہ ہے کہ مجھلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس
کو مانع۔ اور بقلے مغائر کیساتھ کوئی تدبیر ایسی نہیں جس سے سمندر میں رہنے کے قابل ہو سکے
پس تم بھی مناسبت با حق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائر و مضادات کو دور کرنا اسکی صورت یہ ہے
کہ ہمہ تن منقاد حق سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر
خدا اسکو کھول بھی سکتا ہے یہ قفل کھلجا و گھٹا اور بدون حق سبحانہ کے کھولے ہوئے اگر ذرہ
کنجیان ہو جاوے اور بگوشش اسکے کھولنے کی کرے تو ناممکن ہے پس اسکو خدا ہی کھول سکتا ہے
بشرطیکہ تم خودی کو مٹا دو اور اپنی تدبیر کو بھول جاؤ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم
بتاتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں دیکھو یہ خوش نصیبی تمکو اپنے شیخ سے حاصل ہو گی اس کا دامن
پکڑو پس جب تمکو اپنی شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائیگی اور تم اپنے کو بھول جاؤ گے

اُس وقت یہ قفل ٹوٹ جاوے گا۔ اور وہ بھی تنکو یا در کھینے اور جبکہ تم بندگی اختیار کر لو گے اُس وقت تنکو قیدنا سوتی سے آزاد کر دین گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور نفع دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑو تاکہ خدا کو پاؤ۔ اور فنا فی الحق ہو جاؤ تاکہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تنکو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مٹاؤ واللہ اعلم۔

شرح شبیری

ماہیان را بحر نگذار و بر دلن خاکیان را بحر نگذار و درون

یعنی مچھلیوں کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکین کو بحر ہی اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی مچھلیوں دریا ایک شے ہے مگر مچھلیاں اُس سے نکلنے میں ہلاکت سمیٹتی ہیں اور مرغان خاکی اُس کے اندر جانے میں اپنی ہلاکت متصور کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ

اصل ماہی ز آب و حیوان از گل است حیلہ و تدبیر اینجا باطل است

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیلہ و تدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا میں جاسکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس میں حیلہ و تدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیلہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا میں چلے جا دیں یا مچھلیاں اُس سے باہر نکل آ دیں تو اسی طرح جو کہ فناء فی اللہ ہو چکے ہیں وہ تو احکام حق میں خوش ہیں انکو تو وہاں سے نکلنا موت ہے اور جالگ ہیں انکو انکی بجائے آوری موت ہے نہ وہ ادھر آسکتے ہیں اور نہ وہ ادھر جاسکتے ہیں۔ اب یہاں سننے والے کو یاس ہو سکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی اُمید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی ایسے مطابق رہیں گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی لہذا آگے فرماتے ہیں کہ

قفل زلفت است کشا یند و خدا درست در تسلیم زن و اندر رضا

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کہہ کرنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم و رضا میں مارو مطلب یہ کہ اگر چہ قفل تو عظیم ہے مگر اُسکو بولنے والے حق تعالیٰ ہیں تم تسلیم و رضا حاصل کر لو اور راضی برضا ہو انشاء اللہ یہ قفل عظیم حق تعالیٰ کے ہاں لے سینگے۔

ذرہ ذرہ کر شود مفتاح ہما این کشایش نیست جز از کبریا
 یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیان ہو جاوین تو یہ کہلنا سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہے یعنی اگر تمام
 ذرات عالم کنجیان بن جاوین تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہیں کھول سکتا۔
 چون فراموش شود تدبیر خویش سخت یابی لے جوان از پیر خویش
 یعنی جبکہ تجھے اپنی تدبیر فراموش ہو جاوین گی تو لے جوان اپنے شیخ سے بہت پاد و لگا مطلق کہ
 جب تم تدبیر کو فنا کر دو گے تو ٹکڑوں کوئی رہبر مل جاوے گا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔
 چون فراموش خودی یاد ت کنند بندہ گشتی و آنکہ آزاد ت کنند
 یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کرین تو غلام ہو جاوے اس وقت تجھے آزاد کرین
 (اس لئے کہ ارشاد ہے فاذا كبروني اذ كبرم یعنی مجھے یاد کرو میں ٹکڑیاں کروں گا۔ اور یاد کامل
 وہ ہے کہ اس میں اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو پہلا دیا تو اُس طرف سے اذ کر کم
 صادق آگیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
 ۱۔ گر تو خواہی حری و دل زندگی بندگی کن بندگی کن بندگی
 یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو بندگی (کہ اسی سے دل
 زندگی حاصل ہوگی)
 از خودی بگذر کہ تیا یابی خدا فانی حق شو کہ تیا یابی بقا
 یعنی خودی سے گنجا تا کہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تا کہ تو بقا کو پالے۔
 گر ترا باید وصال راستین محو شو و الله اعلم بالیقین
 یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فانی الحق ہو کر بقا
 حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے بھراں انبیاء علیہم السلام کا قصہ
 بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

انبیاء گفتند با خاطر کہ چند میدہیم این را و آن را و عطا ویند

چند کو بهیم آهن سردی نغ
 جنبش خلق از قضا و وعده است
 عقل اول را ند بر عقل دوم
 لیک هم میدان و خرمیران چتر
 تو نمیدانی که آخر کیستی
 چون نبی پرشت کشتی بار را
 تو نمیدانی که از هر دو کئی
 اگر بگویی تا ندانم من کی
 من درین ره نا جیم یا غرقه ام
 من نخواهم رفت این ره با لگان
 هیچ بازگائے ناید ز تو
 تا جبر تر سنده طبع شیشه جان
 بل زبان دارد که محروم ست و خوار
 چونکه بر لبک است جمله کارها
 نیست دستورے درین جاذع باب
 داعی هر همیشه امید است و لبک
 بامدادان چون سودکان رود

در میدان در قفس پرتاب
 تیزی دندان ز سوز معده است
 ماهی از سرگنده گرد و نه ز دم
 چونکه بیخ گفت حق شد ناگزیر
 چند کن چندانکه دانی چستی
 بر تو کل میسکنی آن کار را
 غرقه اندر سفر یا ناجی
 در نخواهم تاخت بر کشتی ویم
 کشف گردان کز کد این فرقام
 بر امید خشک همچو دل دیگران
 زانکه در غیب ست ستر این دور
 در طلب نے سود دارد نه زبان
 نور او یا بد که باشد شعله خوار
 کار دین اوے گزان یابی رها
 جز امید الله اعلم بالصواب
 گر چه گردن نشان ز کوشش شد چو
 بر امید و لبک روزی می دود

بلوک روزی نبودت چون میروی
 خوف حرام ازل در کسب و عت
 گوئی از چه خوف حرام هست پیش
 هست در کوشش امیدم بیشتر
 پس چرا در کار دین ای بدگما
 یا ندیدی کابل این بازار با
 زین دکان رفتن چه کان شان نمون
 آتش آن را رام چون خلخال شد
 از دم آن مرده زنده شده
 آهن آنرا رام همچون موم شد
 شده را در دفع و شمن چوب مار
 قوم دیگر سخت پنهان می روند
 این همه دارند و چشم هیچ کس
 هم که امت شان هم ایشان درم
 یا نمیدانند که بهائے خدا
 شش جهت عالم همه اکرام است
 اگر کی می گویدت آتش در

خوف حرام هست چونی قوی
 چون نکر دان سست اندر محبت
 هست اندر کابلی این خوف پیش
 دارم اندر کابلی افزون خطر
 دامت میگرد این خوف زیان
 در چه سود ندا ندیا و اولیا
 اندر این بازار چه بستند سود
 بحر این را رام چون حمل شد
 ابر آنرا سایه بانه آمده
 باد آنرا بنده و محکوم شد
 عنکبوتی شد مرا آنرا پرده دار
 شهره خلقان ظاهر که شوند
 بر نیفتد بر کیان شان یک نفس
 نام شان را نشنوند ابدال هم
 کوثر امی خواند این سو که بی
 هر طرف که بنگری اعلام اوست
 اندر آزد و دو مگو سوزد مرا

گورائش نرگس و نسیم کت۔	وزمیا نش غنچا سر برزند
در حقیقت آتش از بهیبت چو است	گاز در دستار خوان نبیا است

انبیاء علیہم السلام نے جب ان لوگوں کو بہت نصیحت کی اور انہیں کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم نے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ جو اپنی نگرانی سے ہنڈا لوبا بنے ہوئے ہیں آخر انکو ہم تک کو بین اور سوراخ دار بنجرے میں کب تک بھونک بہنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک دوسو تو جھکوا انہوں نے یوں ادھر ادھر کر دیا کہ ہر چیز کہ مخلوق کی حرکات بحکم قضا و قدر ہیں اور جب اوپر ہی سے ملے ہو اور ان کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ بدون طلب کچھ نہیں ہو سکتا۔ فانت اس وقت چلتے ہیں جب پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چونکہ جس بھجانہ ان کی عقل پر حاکم اور متصرف ہیں اور انکو منظور نہیں اسلئے کچھ نہیں ہوتا اور یہ فساد جو ان میں پیدا ہوا ہے اور پھر ہی سے ہے جس میں کوئی حکمت مضمر ہے کیونکہ چھپی سر ہی کی جانب سے سڑتی ہے دم سے نہیں سڑتی یہ سب کچھ ہے لیکن بھوک اسکو فقط علم ہی تک محدود رکھنا چاہئے اس کا اثر عل پر نہ ہونا چاہئے اور کام برابر کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جب حق سبحانه نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اسکی اطاعت فروری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ جسطرح انبیاء نے قدر کا راز سمجھ کر نصیحت کی نہیں چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ ماننا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارا کیا خسر ہو گا لیکن تمکو اس وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تمکو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہو گا۔ تو مرنے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے۔ دیکھو کہ خستہ سی پر توجہ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تمکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم دو فریق میں شے کس فریق میں ہو آیا ذوق جاؤ گے یا خج جاؤ گے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک میں نہ جان لوں گا کہ میں دوسرے والا ہوں یا نہ ہوں اسوقت نہ کشتی پر سوار ہوں گا نہ دریا میں چلوں گا۔ پس پہلے تم مجھے بتاؤ کہ میں کس فریق میں ہوں آیا ذوق جاؤں گا یا خج جاؤں گا تب چلوں گا۔ ورنہ میں اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جاؤں گا تو اس صورت میں تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہو سکتی کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کی حقیقت پردہ غیب میں مستور ہے۔ دیکھو جو تاجر ڈرپک اور نازک مزاج ہوتا ہے چاندی و دولت کے

بارہ میں نہ اسکو فائدہ ہوگا نہ نقصان کیونکہ یہ دونوں باتیں تجارت کرنے کے بعد ہوتی ہیں اور وہ
 در کے مارے تجارت ہی نہیں کرتا۔ پس اسے نفع یا نقصان کیونکہ ہو بلکہ اگر نظر کو غائر کیا جاوے
 تو اس حالت میں اسکو نقصان ہی ہوگا کیونکہ محروم اور ذلیل ہوگا اور اسکو ملتا ہے جو آگ بہاؤ
 یعنی راحت و خفاکش ہی اٹھاتا ہے۔ پس چونکہ ہر کام کا مدار توقع اور اُمید پر ہے لہذا دین کا
 کام اس کا زیادہ مستحق ہے کہ احتمالات کی بناء پر اسکو نہ چھوڑا جاوے اور یہی صورت رہائی کی ہے
 دین کے معاملہ میں بجز اُمید کے اور کسی طرح دروازہ بہتنگشتا کی اجازت ہی نہیں صرف یہ
 اجازت ہے کہ اُمید رکھو اور کام کرو۔ نہ اسکی اجازت ہے کہ کام چھوڑو اور نہ اسکی کہ تم نتیجہ کے
 پیچھے پڑو۔ دیکھو اُمید ہی وہ ہے جو آدمی کو ہر کام پر آمادہ کرتی ہے خواہ اُس میں اسکو کتنی ہی
 مشقت برداشت کرنی پڑے اور خواہ اُن کی گردن سو لکھ کا نٹا ہو جاوے۔ مثلاً تاجر جب صبح
 کو دوکان پر جاتا ہے تو رزق کی ضرورت اُمید ہوتی ہے کیونکہ اگر اُمید نہیں ہوتی تو پھر کیوں جائے
 ہو اور اگر محرومی کا خوف ہے تو تم کیسے اس کام پر مضبوط ہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ روٹی کمانے
 کے بارہ میں حرام ازیلی کا خوف نکمہ جستجو میں کیوں کمزور نہیں کرتا دہان تو تم کہتے ہو کہ جو حرام کا خوف
 بھی سامنے ہے مگر کالمی میں یہ خوف اور بھی زیادہ ہے وہاں اگر احتمال تھا تو یہاں یقین ہے اور
 گوشش ہی میں کامیابی کی اُمید زیادہ ہے اور ترک سہی میں تو غلبہ حرام ہی کو ہے پس دین کے
 کام میں خوف نقصان بہت بڑا انگلیہ کیوں ہوتا ہے اسکی دو وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ تم نہیں دیکھتے
 کہ اس بازار کے تاجر انبیاء اعدا و لیاوسی کی بدولت کیسے کیسے نفع اٹھا رہے ہیں اور دوکان پر
 جانے سے انکو کس قدر دولتیں مل رہی ہیں اور بازار میں انکو کس قدر نفع ہوا ہے کہ بعض کیلئے آگ
 ختمال کی طرح مطلع ہو گئی۔ بعض کا سمندر باربر دار ہوا ہے۔ اور بعض کے ہاتھوں مروے زندہ
 ہوئے ہیں اور بعض پر ایسا یہ کہ تا تھا۔ اور بعض کے ہاتھ میں نو ہا موم ہو گیا۔ اور بعض کی ہوا
 محکوم تھی۔ بعض کیلئے دفع دشمن کیواسطے لکڑی سانپ بن گئی۔ اور بعض کی حفاظت کیلئے مگر نے
 جالا بنا دیا۔ اور کچھ ایسے ہیں جو مخفی ہیں اور مخلوق میں مشہور نہیں۔ وہ دولت ہر قسم کی کہتے ہیں
 لیکن ان کے کمال پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ انکو شرف بھی حاصل ہے اور قرب بھی مگر انہیں بلکہ بال
 تک ہی ان کا نام نہیں سنتے یا یہ کہ ہمیں حق سبحانہ کی عنایتیں معلوم نہیں کہ وہ خود ہمیں بڑا برکتیں

کہ ارے ادھر آ تمام عالم اُسکے انعام سے پُر ہے اور ہر طرف اُسکے وجود اُسکی وحدانیت اُسکی عظمت و جلال اُسکے لطف و کرم کی شہادتیں موجود ہیں پس تمکو اُن باتوں پر غور کرنا چاہیے اور اطاعت پر کمر بستہ ہونا چاہیے اور اگر کوئی بھی کرم سے یہ بھی کہے کہ تم آگ میں کود پڑو تب بھی اندیشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہیے بلکہ اُس میں فوراً کود پڑنا چاہیے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس و شہرین منافع دینویہ و اخرویہ پیدا کر دیگا۔ اور اسی میں انواع و اقسام کے پھول کھلیں گے۔ آگ تہا بے نزدیک آگ ہے اُسکے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہیں کہ خلاف منشا کوئی تصرف کر سکے وہ تو انبیاء کے دستِ فرخاں کا دھوبی ہے پس اُن کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پہنچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دستِ فرخاں کا دھوبی ہے

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام ہنکروں کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتی اذا استبیاں لرسالہ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند مایوسیم این را و انرا و عطا و پند
یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل میں کہا کہ ہم کب تک اسکو اور اسکو عطا و نصیحت کریں۔
چند کو ہم آج بن سر دوزخے در زمین در قفس بن تابکے
یعنی ایک آج بن سر دوزخہ غلطی سے کب تک کوٹیں اور قفس میں پھونکنا کب تک مطلب کہ
اگر کوئی قفس میں پھونکے تو بھڑاسکے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے
ہاں اگر مشک وغیرہ میں پھونکیں تو ہوا کے اسی طرح ان لوگوں کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں
ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں اور اس کا اثر یہ نہیں ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کر دیتے نہیں بلکہ صرٹ اٹکوا نکے
راہ پر آئیے یا اسی چوٹی کہ اب یہ ہدایت نہ پاوینگے۔

دوم خبر پیو دن آخر تا چند چون میراید جوئے جزو رشتہ خند
یعنی کہ ہے کی دم کو آخر تا پناکب تک جبکہ وہ ایک جو بھی بجز مسخرہ بین کے نہیں بڑھتے مطلب یہ کہ

گدھے کی دم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اسی قدر ہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ بین زیادہ ہوتا ہے
اسی طرح انکو سمجھنا نافضل ہے اور فرماتے ہیں کہ

جنبش خلق از قضا و وعدہ است تیزی و دندان ز سوز معہ است

یعنی خلوق کی جنبش قضا و قدر کی وجہ سے ہے اور دانتوں کی تیزی معہ کی طبع سے ہوتی ہے
یعنی جب خوب بھوک لگی ہو اسوقت دانت خوب تیز چلتے ہیں تو اسی طرح جب قضا و قدر سے
توفیق ہوتی ہے اسوقت انسان کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

نفس اول را ند بر نفس دوم ماسی از سر گند یا شدن ز دم

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور پھلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی طرف
سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول
روح ہی خواب ہے تو اسے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جبکی اصل فطرت اچھی
ہوتی ہے اسکے سب کام اچھے ہوتے ہیں دوسرے مصرعہ میں مثال دیتے ہیں کہ چھلی سر کی طرف سے
اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتدا و فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا و قدر نے جن طرح
اصل میں بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکرت ہیں لہذا اب بھی وہی حالت ہے
لیک ہم میدان و خمیران چو تیر چو نکہ بلخ گفت حق شد ناگزیر

یعنی لیکن جلتے بھی رہو اور گرہے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلخ فرمادیا ہے تو اب اچاری
ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانیں گے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے
رہو اسلئے کہ حق تعالیٰ نے بلخ کا حکم کر دیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو نمیدانی کہ تین دو کیستی جہد کن چند انکہ بینی چستی

یعنی تو نہیں جانتا کہ تین دو کیستی تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھے لے کہ تو کون ہے
مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہیں ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقین معلوم
ہو جاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہو گا لہذا امر نیکی وقت تک کوشش میں لگے رہو مگر
ہے کہ سعیدی ہو اسی سے شقی ہو نیکیا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اسکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون نبی بر پشت کشتی بار را بر توکل میکنی آن کار را

یعنی جب تم کشتی پر اسباب رکھتے ہو تو اُس کام کو توکل پر کرتے ہو (اسلئے کہ)

تو نیکوئی کرنی ہر دو کئے غرقہ اندر سقر یا نا بیٹے

یعنی تو نہیں جانتا کہ تو ان دونوں میں سے کون ہے سقر میں غرق ہونی والا ہے یا ناجی ہے یعنی دونوں
احتمال ہیں کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کر کے نفع ہو

گر بگوئی تا ندانم من کیسے در نخواہم تاخت بر کشتی دیم
یعنی اگر تو کہنے لگے کہ میں جب تک کہ معلوم نہ کروں کہ میں کون ہوں (اُس وقت تک) میں کشتی یا دریا میں
سوار نہ ہوں گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہو جاوے کہ آیا میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اُس وقت تک
میں تو کشتی میں سوار ہوتا نہیں اور کہو کہ۔

من درین رہ نہ نا جیم یا غرقہ ام کشف گردان کنز کدا بن فرقام

یعنی میں اس راہ میں ناجی ہوں یا غرق ہونی والا ہوں مجھے بتا دو کہ میں کس فرقہ سے ہوں یعنی یا تو بچو
بتا دو کہ میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اور اگر نہیں بتاتے تو سن کر کہو کہ۔

من نخواہم رفت این رہ با گمان بر امید خشک ہچون دیگران

یعنی میں تو اس راہ میں (صرف) شبہ پر اور امید خشک پر دوسروں کی طرح نہ چلون گا۔
یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ امداد صرف احتمال نجات پر چل کرے ہوتے ہیں ایسے احتمالات پر
نہ چلون گا بلکہ مجھے بتا دو یقیناً کہ میں بچوں گا یا نہ بچوں گا۔ تو اگر تم اس طرح کہنے لگو کہ ہو گا کہ
ہیچ باز رہا گائے نا بد نہ تو زانکہ در غیب مست سیران دورو

یعنی تجھے کوئی تجارت نہ ہوگی اسلئے کہ ان دونوں پہلوؤں کا راز تو غیب میں ہے یعنی کسی کو یقینی طور
پر معلوم تو ہے نہیں اور بے یقین کے آپس فر نہیں کرتے تو بس تجارت ہو چکی۔

تاجر تر سندرہ طبع شیشہ جان در طلب نے سود دار دے زیان

یعنی تاجر در نیوالا نازک جان طلب میں نہ نفع رکھیں گے نقصان یعنی اُس کو نہ نفع ہو گا نہ نقصان آگے
ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

بل زیان دارد کہ محروم است خوار نور او یا بد کہ باشد شعلہ خوار

یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم و خوار ہے نور تو وہ رکھے جو شعلہ خوار ہو یعنی جلاکس ہو

اسکو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجوں سے کیا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ
چونکہ ہر بلوک است جملہ کارہا کار دین اوئے کمزین یا بی رہا
یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہیں تو دین کے کام اولیٰ ہیں کہ اُن سے رہائی پائے۔ مطلب یہ کہ
جب معلوم ہو گیا کہ صرف احتمال نفع پر ہی کوشش کرتے ہیں تو ٹکڑے بھی تو سعید ہو نیکا
احتمال تو ہے اسی احتمال پر دین کے کام کرو یہ کیا ضرور ہے کہ جب تم کو سعید ہو نیکا یقین ہو جاوے
جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہاں تم شاید سعید ہو کیونکہ کام نہیں کرتے جیسا کہ
وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اسکو تو اُس میں احتمال ضرر بھی ہے اور کار دین
میں تو احتمال ضرر ہے ہی نہیں تو افسوس ہے کہ یہاں تو یقین کے جو یا ہو اور وہاں احتمال پر
بھی کام شروع کر دو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نیست دستورے دین بجا قریع باب جز امید اللہ اعلم بالصواب
یعنی اس جگہ سوائے امید کے قریع باب کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ
باب حق کو کہنٹھانے میں سوائے امید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہیں ہے کہ جب یقین ہو
اُس وقت تو کام کرو ورنہ نہیں پس یہاں تو کام امید کا ہے امید پر سب کام کرو۔

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است و بلوک گرچہ گردن شان ز کوشش شد چو دو
یعنی ہر پیشہ کیلئے محرک امید و احتمال ہی ہے اگرچہ اُن کی گردن کوشش سے قتل تکلی کے ہو جاوے
یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تکلی کی طرح ہو جاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک
احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہو جاوے۔

یامدادان چون سوئے دکان رود بر امید و بلوک روزی می دود
یعنی (تاجر) صبح کو جب دکان کی طرف جاتا ہے تو امید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے
بلوک روزی نبوت چون میری خوف حرمان است تو چوئے قوی
یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہ ہو تو کیونکہ جارہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس

طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت چون نکر دست اندر جستجو
یعنی کسب لذی میں خوف حرمان ازل نے تیجے جستجو میں سست کیوں نہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ احتمال
تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہو کر کوشش کر رہے ہو اس میں اس احتمال پر چوڑی نہیں
بیٹھے بلکہ

گوئی کہ سے خوف حرمان بہت پیش بہت اندر کا ہلی این خوف پیش
یعنی کہتے ہو کہ ہاں خوف حرمان تو سامنے ہے (مگر) کا ہلی میں یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)
بہت در کوشش امیدم بیشتر دارم اندر کا ہلی افزون خطر
یعنی کوشش میں تو مجھے اُمید زیادہ ہے اور کا ہلی میں خطرہ زیادہ رکھتا ہوں یعنی کہتے ہو کہ کوشش
کرنا رہوں گا تو غالباً امید نفع کی ہے اور اگر کوشش چوڑی کا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہو جاوے گا۔ اور
اُمید نفع مطلوب ہو جاوے گی مولانا سپر تفریح فرماتے ہیں کہ

پس چرا کار دین اسی بد گمان دامت می گیر دین خوف زمان
یعنی پہلے بد گمان کار دین میں یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیوں پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار
دنیا میں خوف نقصان مانع کوشش نہیں ہوتا تو کار دین میں خوف نقصان مانع کیوں ہے
دوسری شق پر کیوں نظر نہیں کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اُس احتمال کی بنا پر کام میں لگو کف ہو
یا ندیدی کا بل این بازار با درجہ سود نذر انبیاء و اولیاء

یعنی ما تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار ولے کیسے نفع میں ہیں انبیاء اور اولیاء یعنی آیا تیجے خوف
نقصان مانع ہے یا کہ تیجے اُس کے اندر نفع ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر
ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء کیا تو نے اُن کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسے نفع میں ہیں اور کیا انکو اس کی خبر
نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چه کان آن رونو اندین بازار چون بستند سود
یعنی اس دکان سے جانے سے اُنکو کسی سود نے منہ دکھایا۔ اور اس بازار میں اُنہوں نے
کس طرح نفع باندا میں کیا تھے اُنکے بقوی کو کبھی دیکھا نہیں ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام

کے کہیں معجزات، بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان حضرات کو یہ نفع ہوئے اور وہ ایسے ہو گئے۔
آتش آذرارام چون غلغل شد بحرین رارام چون حمل شد
یعنی آگ اُنکے لئے غلغل کی طرح مطیع ہو گئی اور اُنکے لئے دریا حمل کی طرح مطیع ہو گیا۔ مطلب یہ کہ
جس طرح کہ غلغل پاؤں میں پڑا رہتا ہے اور حمل صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع ہو گئے۔ یہ کیا تھا یہ اُسی بازار جب
حق کا سودا اور نفع تھا۔

ازدم آن مردہ زندہ شدہ ابراہیم راسایہ بانے آمدہ
یعنی اُن کی چھونک سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور ابراہیم کیلئے سائبان آیا۔ یعنی علیہ السلام کے
دم سے مُردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابراہیم کی کہ چلا ہے۔
آہن آذرارام ہچون موم شد باد آذر اسندہ و محکوم شد
یعنی لوہا اُن کیلئے مثل موم کے ہو گیا۔ اور لوہا اُن کیلئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے
لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا مسخر تھی۔

شدر وارد دفع دشمن چوب مار عنکبوتے شدر آذر ابرہہ دار
یعنی دفع دشمن میں اُن کیلئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک کڑی اُن کیلئے پردہ دار ہوئی۔ یعنی یحییٰ
کیلئے دفع دشمن میں عصا اُڑا ہوا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کڑی سے حفاظت ہوئی کہ غارت
میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو کڑی نے جالاتن دیا تھا تو یہ سب اُسی یا حق کا نفع اور اُسی کا
سود تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ تو انبیاء ہیں کہ جبکہ معجزے ظاہر و باہر میں حق تعالیٰ کے بہت سے
اولیاء پوشیدہ ہیں کہ نہ کسی کو اُن کی کرامات کی خبر اور نہ اُنکی بزرگی کی اطلاع مگر ہیں مقبول حق

معنی اُس حدیث کے کہ ان اللہ اولیاء و اخصیاء

(حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں)

قوم دیگر سخت پناہاں آمدند شہرہ خلقان ظاہر کے شونند

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آئی ہیں اور مخلوق ظاہری میں کب شہور ہوتی ہیں۔

ایہمہ دازند و چشم بچکس بر نیفتد بر کیا شان یک نفس

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ اُن کی بزرگی پر ایک گہڑی کو نہیں پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم یشان درجہ نام شان رافشنو و ابدال ہم
یعنی اُن کی کرامت بھی ہیں اور وہ حرم (حق) میں بھی ہیں (مگر) نام اُن کا ابدال بھی نہیں سنتے (تو)
دیکھیے حق تعالیٰ کے اولیا ظاہر بھی ہیں اور خفی بھی ہیں اور یہ سب برکات و فیوض اُسی فیض حق کے
ہیں۔ آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اور یہ کیا تھا۔ یا ندیری کا ہل این بازار ہا الہم کہ کیا تو نے
اس بازار والوں کو نہیں دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ،

یا نمیدانی کہ ہمائے خدا کو ترا میخواند این سو کہ بسیا
یعنی یا کہ تو حق تعالیٰ کے انعامات کو نہیں جانتا کہ وہ تجھے بلا رہے ہیں کہ اس طرف آ رہے ہیں
یہ کہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا رہے ہیں۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست ہر طرف کہ ہنگری اعلام اوست
یعنی شش جہت عالم تمام اُسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھے اُسی کی نشانیان ہیں
چون کرے گویدت آتش درا اندر آرزو دو ملو سوزد مرا
یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ میں چلے آؤ تو اُسکے اندر آ جاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلا دیگی۔ کرم
سے مراد وہ ہے جسکو کہ وحی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ میں گر پڑو تو وہ چو نکہ من اللہ
ہو گا اُس کا کہاں لینا جائز ہے ورنہ کسی دوسرے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہو خوب
یاد رکھو تو جب انبیاء علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کر سکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شاقہ
کا حکم فرما دین جس میں کہ لفظ ہر نقب بھی ہو تو کیا حرج ہے اس لئے کہ اگر اُن کے احکام کو بجالاؤ گے تو
یہ ہو گا کہ۔

کو ز آتش نرگس و نسرین کند و زمیانش غنچہا سر بر زند
یعنی کیونکہ وہ آگ میں نرگس و نسرین کر دیں گے اور اُسکے درمیان سے غنچہا سر نکالیں گے
یعنی وہ اگر احکام شاقہ کا لفظ ہر حکم بھی کرین تو وہ اُسکو آسان فرما دیں گے۔

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست گا در دستار خوان انبیاء است
یعنی حقیقت میں آگ (اُن کریموں کی ہیبت کی وجہ سے) مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء

علیہم السلام کے دسترخوان کو ہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ میں گرنے کو کہیں تو گر جاؤ اس لئے
کہ ان کی ہیبت سے آگ مضر نہیں رہی ہے اور غیر مضر ہونے میں پانی کی طرح ہو گئی ہے اور انبیاء و
کی تو دہوئی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کا دسترخوان میلا تھا
اُہوں نے آگ میں ڈال دیا تو جلا نہیں بلکہ صاف ہو گیا تو دیکھو لو آگ غیر مضر اور گندہ ہو گئی اب
حکایت نو

شرح حبیبی

از انس فرزند مالک آ مدہ است او حکایت کرد کہ بعد طعام چرخن و آلودہ گفت ای خادمہ در تنور پُز آتش در فگند جملہ مہمانان در ان حیران شدند بعد یک ساعت بر آورد از تنور قوم گفتند لے صحابی عزیز گفت زانکہ مصطفی دست ہاں لے دل ترسندہ از نار و عذاب چون جماوے را چنین تشریف داد مرکلوخ کعبہ را چوں قب کہ کرد بعد از ان گفتند با آن خادمہ	کہ مہمانانے او شخصہ شدہ است وید انس دستار خوال را زرد فام اندر افگن در تنور شش یکدمہ آن زمان دستار خوان را ہوشمند انتظار دو دو کند وری بدند پاک و اسپید و از ان ساخ دور چون نہ سوزید و منقہ گشت نیز بس بالید اندر این ستار خوان با چنان دست و لے کن اقرب جان عاشق را چہ خواہد کشاد خاک مرواں با شای جان دہرود تو نگہی حال خود یا اینہمہ
---	--

<p>چون فگندی زود این را گفت دی این چنین دستار خوان قیمتی گفت دارم از کریمان اعتماد میرے چه بود اگر او گویم اندر افتم از کمال اعتقاد سر در اندازم نہ این ستار خوان لے برادر خود برین اکسیر زن آن دل مروے کہ از زن کم بود</p>	<p>کیرم او بردست در اسرار پے چون فگندی اندر آتش دوستی از عباد اللہ داریم بس اُمید در رواند عین آتش بدم نیستم ز اکرام ایشان نا امید ز اعتماد ہر کریم لے مازدان کم نباید صدق مرد از صدق آن آن دے باشد کہ کم ز اشکم بود</p>
--	---

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم بالصحتہ) کہ اُنکے یہاں ایک جہان آئے۔ ان جہان صاحب نے بیان کیا کہ کہاں سے فراغت پانیکے بعد انس رضی اللہ عنہ نے دسترخوان کو شور بے مین زردا دیر ملا اور سالن میں سنا ہوا دیکھا تو لونڈی سے فرمایا کہ اسکو تھوڑی دیر تھوڑی دیر دو آئے آگ سے لبریز تھوڑی اسکو ڈال دیا یہ دیکھ کر تمام جہان حیران ہوئے اور منظر تھے کہ اب دسترخوان چلے گا اور اس سے دہواں نکلے گا تھوڑی دیر کے بعد جو دسترخوان نکلا تو پاک صاف اور سفید تھا میل کچل کچھ بھی باقی نہ رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا اے صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیوں کر ہو گیا جلا کیوں نہیں اُنہوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان سے ہاتھ منہ پونچھا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تم کو جو آگ اور عذاب کا ڈر ہے اسکی بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنوں نے ایک

جماد کو صوری اقبال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرراً تش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جسکو معنوی اقبال و قرب ہے اسپر کس قدر کرم کے دروازہ کھولیں گے اور اسپر کیا کیا عنایتیں نہ ہوں گی۔ دیکھو تو سہی آپنے کعبہ کے پہرہوں کو کیونکر قبلہ بنا دیا اور اسکو کس قدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو۔ اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو ان کے سامنے فنا کر دو۔ دیکھو اُس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکھا تھا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سن چکے تو اُس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیون نہ بیان کرتین کچھ تم بھی تو کہہ سہنے مانا کہ اُنکو راز معلوم تھا اسلئے اُنہوں نے بے تکلف حکم دیدیا مگر تمکو تو راز معلوم نہ تھا تم نے ان کے کہنے سے اس قدر جلد دستہ خوان کو آگ میں کیوں ڈال دیا اور اس قدر قیمتی دستہ خوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اُس نے جواب دیا کہ مجھے اہل اللہ پر پورا ہر وہ ہے اور مجھے حق سبحانہ کے خالص بندوں سے بڑی امیدیں ہیں ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجھے بھی کہیں کہ بے کھٹلے آگ میں کہس جا۔ تو مجھے اُن سے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ میں گر پڑوں۔ مجھے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچھ امیدیں ہیں اور میں نا امید نہیں ہوں۔ اسلئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دستہ خوان ہی نہیں بلکہ سرتنگ آگ میں چھوٹنے لئے تیار ہوں۔ پس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خوں کی یہ حالت ہے تو تمکو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بھی کمال اعتقاد حاصل کر کے کس دن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بھی کم ہو وہ دل نہیں بلکہ پیٹ سے بھی ادنیٰ ہے کہ وہ جس کام کا ہے اُسکو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اسپر نظر کر کے تمکو ان کے کرام سے نا امید نہ ہونا چاہئے اور اعتقاد کرنا چاہئے۔ اور اُن سے اقبال حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بڑے کریم ہیں اور ان کے ساتھ صوری اقبال میں بھی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی تصدیق تمکو قصہ ذیل سے ہوگی۔

شرح شبیری
حکایت النس بن مالک کی رومال کو آگ میں ڈال دینے کی
اور اُسکے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمدہ است کہ بہمانے او شغصہ شدہ است
یعنی انس بن مالک سے رفاقت ہے کہ اُن کی ہمانی میں ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص اُن کے ہمان ہوئے
ادحکایت کرد کہ بعد طعام دید انس دستار خوان از رد فام
یعنی اُس ہمان نے بیان کیا کہ کہانے کے بعد انس نے دستہ خوان کو زرد فام دیکھا یعنی شور یا لگا ہوا
چرکن و آلودہ گفت ای خادمہ اندر افکن در تنور شش یک دم
یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اسکو ایک دم کیلئے تنور میں ڈال دے۔
در تنور بریز آتش در فگندہ آن زمان دستار خوان را ہش مند
یعنی تنور آگ کے بہرے ہوئے میں اُس ہوشمند نے اُسی وقت دستہ خوان کو ڈال دیا۔
جملہ ہمانان در ان حیران شدند انتظار دو دو کندوری بدند
یعنی سارے ہمان اس بات میں حیران تھے اور دستہ خوان کے دہریں کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے
کہ وہ اب جلیگا اور دہوان اُٹھے گا۔

بعد یک ساعت بر آ و رد از تنور پاک اسپید و ازال او ساخ دور
یعنی بعد ایک گھنٹی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اُس سے تمام میل کھیل دور تھے
قوم گفتند اے صحابی عنبر نیز چون نہ سوزید و منقہ گشت نیز
یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عنبر یہ جلا کیون نہیں (بلکہ) اور صاف بھی ہو گیا۔
گفت زانکہ مصطفی دست دہان بس کا لید اندرین دستار خوان
یعنی فرمایا کہ سائے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستہ خوان میں بہت پونچھے ہیں
آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

او دل ترسندہ از نار و عذاب با چنان دست و لے کن اقرب
یعنی او دل نار و عذاب سے ڈرتے والے تو ایسے دست و لب کیساتھ نزدیکی حاصل کرے۔
چون حمادے را چنین تشریف داد جان عاشق را چہا خواہر کشاد
یعنی جبکہ ایک جادو کا ایسی خلقت عطا فرمائی تو جان کو تو کتنی کشادگی دین گے (اور اب اس زمانہ میں
اقرب اُس دست و لب کیساتھ ہے کہ دست سے افحال سرزد ہوئے ہیں اور لب قوال

لہذا فصل و اقوال پر عمل کرنا یہی دست و لب کیساتھ اقرب ہے۔

مرکلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد خاک مردان باں ای جان در نمر
یعنی کعبہ کے ڈھیلون کو قبیلہ کر دیا تو تو لے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) میں خاک ہو جا
مطلب یہ کہ دیکھ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبہ کی ایٹ پتھر قبلہ ہو گئے
تو بس تو بھی خاک مردان بنی ہو جا کہ اُس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اُسی وقت تکو
کامیابی ہوگی۔

بعد از ان گفتند با آن خادمہ تو نگوی حال خود با اینہم
یعنی بعد اس کے سب اُس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال با وجود ان سب باتوں کے نہیں کہتی مطلب
یہ کہ انکو تو اعتماد تھا اسوجہ سے اُنہوں نے تو کہہ دیا مگر تجھے تو چاہئے تھا کہ پوچھ لیتی باوجود خوف
جلنے کے پھر تو نے ڈال دیا تو تو ذرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔

چون فکندی زود این ز گفت و کرد گیرم او بہر دست در اسرار پے
یعنی اُن کے کہنے سے تو نے جلدی کس طرح ڈال دیا اپنے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم نیگئے ہیں
یعنی اپنے فرض کیا کہ انکو تو اسرار پر اطلاع تھی لہذا اُنہوں نے کہہ دیا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے اسکو
اگ میں جھونک دیا۔

ایچنین دستار خوان قیمتی چون فکندی اندر آتش ای سستی
یعنی ایسا قیمتی دستار خوان اری بی تو نے آگ میں کیونکر ڈال دیا۔

گفت دارم بر کریمان اعتمید از عباد اللہ دارم بس امید
یعنی اُس خادمہ نے کہا کہ مجھے کریموں پر اعتماد ہے اور میں اللہ کے بندوں کو بہت امید رکھتی ہوں
مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندوں سے بڑی بڑی
امیدیں ہیں یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزبے چه بود اگر او گویدم در رواند عین آتش بے ندم
اندر افتم از کمال اعتقید نیستم ز اکرام الشیخان نا امید
یعنی کبوتر کو کیا اگر وہ مجھے فرما دین کہ عین آتش میں جلی جاؤں بے پشیمانی کے میں کمال اعتقاد کی

عجلہ ۱۰

و جسے چلی جائوں اہلین اُن کے کلام سے ناامید نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ اُن پر محبہ استقامت اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ میں جانے کو کہیں تو میں خود بھی آگ میں چلی جاؤں اور اُس کا یہ کہنا چونکہ غلبہِ حال میں ہے لہذا بوجہ نہ ہر صاف ہے ورنہ بے غلبہِ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا ابلاکِ نفس ہے جو کہ حرام ہے اہل کبھی ہے کہ۔

سرورِ اندازم نہ این دستارِ خوان ز اعتماد ہر کریم راز دان
یعنی میں تو سر ڈالوں نہ کہ یہ دستارِ خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی چونکہ مجھ پر اعتقاد ہے کہ یہ جو کر رہے ہیں اس میں مصلحت ہے لہذا دستارِ خوان تو کیا میں تو سر ڈالنے کو موجود ہوں گے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لے برادرِ خود برین اکسیر زن کم نباید صدق مرد از صدق زن
یعنی لے بھائی اپنے کو اسلکسیر پر بار اور مرد کا صدق مرد از صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہیے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اُسکو اعتماد تھا اور اُس نے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنالیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہو جاؤ گے۔ بہلا ایک عورت سے تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود آن دے باشد کہ کم زرا شکم بود
یعنی وہ دل اُس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہو دے وہ دل جو شکم سے بھی (مترتباً) کم ہے یعنی ذلیل و خوار ہونے میں وہ شکم سے گیا گذرا ہو چونکہ اوپر کہا تھا کہ ایسے حضرات کے دستِ ثلبِ اقرب حاصل کرو اُسکے مناسب آگے حکایت لائے ہیں کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پیر لیا تو اُس کا چہرہ روشن ہو گیا۔ تو اسی طرح اگر تم اُس سے اقرب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اچھے چہرے سب روشن ہو جائیں گے اب حکایت نو۔

شرح حبیبی

خشک شد از قطب یارانِ نشانِ قرب
کار و ان مرگ بر خود خواندہ

اندر ان دادی گروہی از عرب
در میان آن بیابان ماندہ

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون
 دید کا نجا کاروانے پس بزرگ
 اشتران شان رازبان آویختہ
 رخش آمد گفت ہن زوتر روید
 کہ سیاہی ہر شتر مشک آورد
 آن شتر بان سیہ را با شتر
 سو کشتبان آمدند آن طالبان
 بندہ می شد سیہ با شترے
 پس بدو گفتندے خواند ترا
 گفت من نشناسم اورا کیست او
 سید و سرور محمد نور جان
 نوہا تعریف کردندش کہ بہت
 کہ گروہے راز بون کرد او بسحر
 کش کشانش آوردند آن طرف
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز
 جملہ رازان مشک او سیراب کرد
 راویہ پُر کرد و مشک از مشک او

مصطفی پیدا شد از رہ ہر عون
 بہتف ریگ رہ صعب و سترگ
 خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
 چند یارے سو دآن کشتان دید
 سوئے میر خود ہزدی می رود
 سوئے من آرید با فرمان مر
 بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
 راویہ پُر آب چون ہدیہ برے
 این طرف خیر البشر فخر الورے
 گفت او آن ماہ روئے قند خو
 مہتر و بہتر شفیع مجرمان
 گفت مانا او مگر آن ساجست
 من نیایم جانب او ہمیشہ ہر
 او فغان برداشت بر تشنیع و قف
 گفت نوشید آب و بردارید نیز
 اشتران و ہر کسے زان آب خورد
 ابر گردون خیرہ ماند از رشک او

این کسے دیدہ است کز یک راویہ
 این کسے دیدہ است کز یک شکیب
 مشک خود رو پوش بود و موج فضل
 آب از جوشش بھی گر دہوا
 بلکہ بے اسباب بیرون زین حکم
 تو ز طفلی چون سبہا دیدہ
 با سبہا از سبب غافلہ
 چون سبہا رفت بر سر میزنے
 رب می گوید بر سوئے سبب
 گفت زین پس من ترا بینم ہمہ
 گویش رُرد و اَلْعَادُو کا رست
 لیک من آن ننگرم رحمت کنم
 ننگرم عہد بدت بد ہم عطا
 از من آید جملہ احسان و وفا
 حاصل آنکہ در سبب پیچیدہ
 قافلہ حیران شدند از کار او
 گردہ رو پوش مشک خود روا

سر و گرد و سوز چن دین با و بہ
 گشت چن دین مشک پر و مضطرب
 میر سید از امر او از بحاصل
 وان ہو اگر دوز سر دی آبہا
 آب رویا نید تکوین از عدم
 در سبب از جہل بر حفسیدہ
 سوئی این رو پوش ہما زان مائل
 رہتا و رہتا ہا مے کئے
 چون ز صنم یاد کردی و عجب
 ننگرم سوئے سبب وان دیدہ
 اے تو اندر توبہ و میثاق مست
 رحمت پرست و بر رحمت تنم
 از کرم این دم چو میخو نے مرا
 وز تو بد عہدی و نسیان خطا
 لیک محذورے ہمیں را دیدہ
 یا محمد چیست این لے بحر خو
 غرقہ کردی ہم عرب ہم کردہا

ایک وادی میں عربوں کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کو سبب اُن کی مشکیں خشک ہو گئی تھیں اور اُس میدان میں ایک قافلہ بڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے اپنی موت کی دعائیں مانگ رہا تھا کہ دفعۃً اُن کی مدد کیلئے ہر دو عالم کے فریاد رس (دنیا میں بزرگوں دعا و ہدایت اور عقبیٰ میں بذریعہ شفاعت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے آتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ یہاں چھوٹے چکر اپنے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور و دراز اور کھن رستہ پر پڑا ہوا ہے یہ دیکھ کر اُپکوری چم آیا اور فرمایا کہ تم میں سے چند آدمی اُن ٹیلوں پر جاؤ دیکھو ایک جشتی مشک لارہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اُس جشتی کو اونٹ سمیت میسر پاس چیر لے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلوں پر آئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا کہ ایک جشتی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اُسکے پاس ایک بڑی مشک پانی سے پھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اُس سے انہوں نے کہا کہ تمکو فخر البشر خیر اور اُس طرف بلاتے ہیں۔ اُس نے کہا میں نہیں جانتا فخر البشر خیر اور اُسے کون میں اسپران میں سے کسی نے کہا کہ ماہر و شیرین خصال سردر سید بہتر بہتر شفیق مجرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انس ہی اور ترفیقین کہیں کہیں نہ آئے آپ واقع میں ایسے ہی ہیں اُس نے کہا ہونو یہ وہی جادوگر ہے جس نے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا میں اُس کی طرف تو آ رہا یا منت بھی نہ چلون گا جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہیں آتا تو وہ کہنے لگے ہوئے اُس طرف لائے اُس نے چلا تا شروع کیا اور طعن و تشنیع اور جلی کٹی باتیں کہنی شروع کیں۔ مگر انہوں نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر کیا تو اپنے فرمایا کہ اچھا تم سب اس میں سے پانی پیلو اور اپنی اپنی مشکیں پہر لو اپنے اُسی مشک سے سب کو سیراب کر دیا۔ اور آدمیوں اور اونٹوں سب اُس سے خوب اچھی طرح پانی پی لیں اور اُسکی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکیں بھی پُر کر لیں وہ مشک یوں ہی پانی دے رہی تھی کہ اگر آسمانی کو اس پر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی تیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس میں اس قدر پانی کسی نے ایسا دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ جائے یعنی اتنے پیٹوں میں ہنڈک پڑ جاوے اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکیں بہر جائیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

کہ مشک تو ایک ساقی ورنہ یہ موج فضل حکم خداوندی بجز قدرت بے پایاں سے اسی تھی اسکی قدرت
 نہایت وسیع ہے دیکھو پانی بخارات بنکر ہوا بنتلے اور ہوا سردی پا کر پہ پانی بن جاتی ہے بلکہ اُسے
 نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اسکی قدرت اتنی وسیع ہے تو اس میں کیا از ہے کہ مشک آب
 کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تنے پھین سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تم اسباب
 ہی کو لئے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تنے سبب میں مشغول
 ہو کر اُس سبب کو بھلا دیا ہے جسے خدا سباب کو بنایا اور اُس سے پہر کہ ان مجاہدوں کی طرف تامل
 ہو گئے ہو لیکن جب سباب تم ہو جاتے ہیں اسوقت تم بھی سرپیٹے اور ملے اللہ یہ کر دے اے
 اللہ وہ کر دے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اسوقت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ
 اب تمہیں میرا بلا اسباب کے فاعل ہو تا کیسے یاد آیا تم کو اسباب ہی کو سبب کہہ مانتے تھے بس
 جاؤ اسباب ہی کو فوریہ مقصود بناؤ۔ اسپر تم کہتے ہو نہیں ملے اللہ اب میں تجھی کو سبب کہہ سمجھو گا
 اور اسباب جو کہد ہو کے کی ٹپی ہیں اُن پر کبھی نظر نہ کروں گا۔ اسپر حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے
 ہیں کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بڑے بودے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر بھی
 معاصی میں مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے پاجھی پن پر نظر نہ کر سینگے بلکہ تمہر رحمت کریں گے کیونکہ ہماری
 رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہیں ہم تمہارے جوئے عہد کو نہ دیکھیں گے بلکہ اسوقت تم ہم سے مانگ
 رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بد عہدی پھول
 اور غلطی خیر خلاصہ کہ تم اسباب میں لپٹے ہوئے ہو گرا ایک حد تک معذور ہو کہ تنے آنکھ ہو لکر
 اسباب ہی دیکھے ہیں اسلئے اڑکی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کیا بول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ اپنے ایک چھوٹی سی مشک کو آڑ بنا کر اس میں اتنا پانی
 نکالا کہ تمام عربوں اور کردوں کو گویا کا سین ڈلو دیا

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو

بیہوشی کی تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور
دل موت پر رکھے ہوئے تھا اور اُنکے جانور بھی قریب ہلاکت تھے

اندر لادادی گرم ہے اور بے خشک شد از قحط باران شال قرب
یعنی اُس خشک مین ایک عکس گروہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ
مشک مین پانی پیرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہیں لہذا
ساری مشکین خشک ہو گئی تھیں۔

در میان آن بیابان ماندہ کاروان مرگ بر خود خواندہ
یعنی اُس بیابان مین رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔
ناگمانے آن مغیث ہر دو کون مصطفیٰ پیدا شد از رہ ہر عون
یعنی ناگمان وہ دونوں جہان کے فریاد رس (یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے مدد
کیواسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگمان اُس خشک مین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گزیر ہوا
دید کا نجا کاروانے بس بزرگ بر قف ریگ در بے صعب تر گ
یعنی اپنے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکھا۔

اشتران شان را از بان آویختہ خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
یعنی اُنکے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے مین ہر طرف پڑے ہوئے تھے،
رحش آمد گفت مین ز تو تر رویہ چند بائے سوئے آن کیشان رویہ
یعنی آپکو رحم آیا تو فرمایا کہ ہاں جلدی سے جاؤ چن آدمی اُن ٹیلوں کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد سوئے میر خود برودی می برزد
یعنی ایک جشی اونٹ پر مشک لادیا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لیجا رہا ہے
آن شتر بان سیہ را با شتر سوئے من آرید یا فرمان مر
یعنی اُس جشی اونٹ والے کو معصا اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کی ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ

اُسکی رضالینے کی حاجت نہیں ہے بس حکم قطعی ہے کہ اسکو میرے پاس لے آؤ۔
 سوئے کنبان آمدندان طالبان بعدیک ساعت بدیدند آچنان
 یعنی وہ تلاش کر نیوالے ٹیلوں کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد انہوں نے دلیسا ہی کیا
 بندہ می شد سیمہ با شترے راویہ پُر آب چون ہدیہ برے
 یعنی ایک غلام جشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے پیری ہوئی ہدیہ لیجا نیوالے کی طرح چارہاڑ
 یعنی بہت اہتمام سے وہ اُس مشک کو لیجا رہا ہے۔

پس بدو گفتند می خواند ترا این طرف فخر البشر خیر الورے
 یعنی پس اُن لوگوں نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الورے بلارہے ہیں۔
 گفت من نشناسم اور کیست گفت او آن ماہ روئے قند خو
 یعنی اُسے کہا کہ میں اُنکو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہیں تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہر اور قند خو ہیں۔

سید و سر محمد نور جان بہتر و بہتر شفیع مجرمان
 یعنی سید و سر محمد نور محمد علیہ السلام نور جان بہتر اور بہتر اور غیر مون کے شافع،
 نو عبا تو رفیع کردندش کہ بہت گفت مانا او مگر آن ساحر بہت
 یعنی اُن کی قسم قسم کی تحریفیں کیں کہ وہ ایسے ہیں تو بولا کہ شاید وہ فلان ساحر ہیں،
 کہ گر وہ را زبون کرد او سحر من نیایم جانب او نیم شبہر
 یعنی کہ ایک گردہ کو انہوں نے جادو سے مغلوب کر رکھا ہے تو میں اُن کی طرف آدمی بالشت بھی
 نہ آؤں گا۔

کش کشا نش آوزیدندان طرف او فغان برداشت بر تشفیع و تلف
 یعنی اُسکو کہینچے ہوئے اُس طرف کو لائے اور وہ تشفیع و طعن میں غل مچا رہا تھا۔
 چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز گفت نوشید آب و بردارید نیز
 یعنی جبکہ وہ اسکو اُس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور کہہ بھی لو
 جملہ رازان مشک او سیراب کرد اشتران و ہر کسے زان آب خورد۔
 یعنی سبکو اپنے اُس مشک سے سیراب فرمایا۔ انہوں نے اور ہر شخص نے اُس پانی سے پیا،

راویہ پر گرد و مشک از مشک او ابر گرد و دل خیرہ ماند از رشک او
یعنی بڑی اور چوٹی سبب کینا سکی مشک سے بہر لیں اور ابر آسمانی بھی آپ کے رشک سے میراں رہ گیا
یعنی سکو حیرت تھی کہ میں بھی اس قدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ
این کسے دیدہ است کز یکا دیدہ سرگرد و سوز چندین ہا دیدہ
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔
این کسے دیدست کز یکش کلک گشت چندین مشک پر بے اضطراب
یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بہر گئی ہوں
مشک خود رو پوش بود و پوش فضل می رسید از امر او از بحر اصل
یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (در نہ) فضل کی موج حکم حق سے دریلے اصل سے پھونچ رہی تھی
یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی درہ اصل میں تو پانی دریا ئے اصل اور
بحر رحمت میں سے آ رہا تھا آگے اُسکے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش ہی گرد و ہوا دان ہوا گرد و سردی آہا
یعنی پانی اپنے جوش سے ہوا بن جاتا ہے اور وہ ہوا سرد کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ
کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن
بلکہ بے اسباب و بیرون زمین آب رو یا نید تکوین از عدم
یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اُس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی آگاتی ہے مطلب یہ کہ
اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اُسکے خلاف
بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اُس پانی کو
پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو ز طفلی چو بچہ بہا د بیدہ در سبب از جہل جہل چہ سیدہ
یعنی تو نے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چکا بہا ہے
یا سبہا از سبب غافلے سوئے این رو پوشہا زنان نامی
یعنی تو اسباب میں سبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اسوجہ سے مائل ہے

چون سبب ہارفت بر سر میرنی رتبنا ورتنا ہا می کنی
یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سر پٹیا ہے اور رتبنا رتبنا اگر تا ہے مطلب یہ کہ مولانا
فرماتے ہیں کہ لے انسان تو نے چونکہ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اسلئے تیری نظر
میں صرف اسباب ہی ہیں اور تو سب سے غافل ہو رہا ہے اھ تیری سمجھ میں بے اسباب ظاہری
کے اس طرح پانی کا پیدامو جانا زمین آتا۔ لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں اور قضا و
قدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت دعائیں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پکارتا ہے
کہ لے اللہ اسباب تو ہیں نہیں اب آپ ہی پچائیے۔ اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا
تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

رب ہی گوید بر دسو سبب چون ز صنم یاد کردی عجب
یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسباب ہی کی طرف جانتے ہیں کہ تو نے مصنوع سے مجھے یاد کیا
مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مصنوع کو چور کچھ یاد کیا تو ہمیشہ اسباب ہی کی
طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کہیں اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف واجب ادھر سے یہ
ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ

گفت زینا پس من شرا بعینم ہمہ ننگم سوئے سبب وان وندہ
یعنی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں بالکل پیچھے ہٹی دیکھوں گا۔ میں سبب اور مکر و فریب کی طرف نہ دیکھوں گا
یعنی انسان اس ارشاد حق کو سنکر عرض کرتا ہے کہ یا الہی اب آئندہ اسباب کی طرف نظر نہ کروں گا
اور اب تو ہمیشہ تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھوں گا۔

گویدش ردوا لعا دوا کا رست لئے تو اند تو بہ و بیثاق مست
یعنی حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیرا کام مرد و العاد کا ہے اسی وہ کہ تو تو بہ اور بھد میں مست
حق تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ولوتری اذ وقفوا علی الذر فقاوا یا الیستا
مزد ولا تکلذب بآیات ربنا و نکون من المؤمنین بل ند الھم ما کالوا یخفون
من قبیل ولورد و العاد و لما ھوا عنھ و اھم لکن بون مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد
فرماتے ہیں کہ لے انسان توجہ وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں گا یہ وعدہ

اور توبہ بالکل سبست اور تو اس وعدہ اور میثاق پر پورا رہنے والا نہیں ہے اسلئے کہ تیری توبہ
حالت ہے اور تو ایسا ہوئے والے ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لیگا اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کر لیگا
تو اس وقت کہیگا کہ اگر میں دنیا میں لوٹ جاؤں تو اس مرتبہ جا کر ضرور عبادت حق کروں اور
ایمان لاؤں لیکن چونکہ ہم علیم ہیں ہم جانتے ہیں کہ تو وہاں جا کر وہی عین یہول جا لیگا اور اسی طرح
شرک و معاصی میں مبتلا ہو جاویگا تو بالکل چھوٹا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تو یہاں سبب کی
طرف متوجہ ہوگا اور تو ان اسباب ہی میں لگے گا اور اپنے کاروں کو اب بھی ہماری طرف سے
نہ سمجھے گا اور تیرا توبہ کہنا اور تیرے یہ عہد و میثاق سبست ہیں لیکن خیر کسی نے کہ
لیک من آن ننگرم رحمت کنم رحمت پرست بر رحمت تنم
یعنی لیکن میں اُسکو نہیں دیکھتا اور رحمت کرتا ہوں میری رحمت زیادہ ہے میں رحمت پر غنا ہوں
ننگرم عہد بدت بد ہم عطا از کرم اسبندم چو میخوانی مرا
یعنی میں تیرے عہد بد کو نہیں دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہوں جبکہ تو مجھے پکار رہا ہو
افزون آید جملہ احسان و وفا و توبہ عہدی اور نسیان اور خطا
یعنی مجھے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھے بد عہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب
یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان اور اے بندہ اگر تجھے توشہست عہد اور توبہ شکن اور
وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تو نے ہمیں پکارا تو اب ہماری رحمت
اور کرم کا تقاضا ہے کہ ہم تجھے بخشے ہیں اور تجھے رحم کرتے ہیں تو نے ہمیشہ بد عہدی اور
وعدہ فراموشی کی ہے اور تجھے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے لہذا اسی بنا پر ہم اب بھی تجھے رحم
کرتے ہیں اور تیری اس بد عہدی پر حیا کہ میں علم ہے کہ تو کرے گا نظر نہیں کرتے سچ یہ ہے کہ
رحمت حق بہانہ ہی جوید جو کچھ کی ہے اور بد عہدی ذخیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے
اور اس طرف سے کرم اور انعامات ہی میں خوب کہا ہے تیرے کرم میں کی کچھ نہیں کریم ہے تو
مراقب رہت جیو نا امید نہ ہوں میں اور فرماتے ہیں کہ نقصان تقابل است و گرنہ علی الروام +
فیض سعادتش ہم کس را برابر است غرض کہ انسان وہ وعدہ فراموش اور غیث کن ہے کہ اُس پر
جو کچھ بھی گذر جاوے یہ اُسکو فدا ہی نہلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی مذہبی اسباب

میں بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آنکہ حسبِ پیچیدہ لیک مخدوری ہمیں مرادیدہ

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب میں پٹیا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تو نے اُسکو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب میں پٹیا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس میں کسی درجہ میں معذور ہی ہے اسلئے کہ ہوشِ سنہلا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات و ریاضات کے بعد تو اس حالت کو رفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرض کہ اسوقت یہ پانی اسبابِ ظاہری کے خلاف بھر جاتا اور فضلِ حق سے آ رہا تھا اور سبکو سیراب کر رہا تھا۔

قافلہ حیران شدند از کار او یا محمد چیست این اے بحرِ خو

یعنی قافلہ آپکے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چیخ اٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردہ رو پوش مشک خور در ا غرقہ کردی ہم عرب ہم کردہ

یعنی آپنے ایک چھوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کرد سبکو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ والے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہ گئے اور بول اُٹھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بظاہر تو اس مشک خود کو حجاب بنالیا اور نہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب میں بھونچا دیا۔ عرب و کرد بطورِ مبالغہ کے کہہ دیا مطلب یہ کہ اسین سے سیکڑوں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہو گئے اور ان گئے کہ مع الفضل ما شہدت بہ الاعلاؤ غرض کہ اس غلام کی مشک اُسی طرح پھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہو گیا۔ آگے اُسکی مشک کے بہرے رہنے اور اس جشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا تھیں بیان فرماتے ہیں

شرح جیبی

ای غلام اکنون تو پیر بین مشک خود
 آن سیه جیران شد از برهان او
 چشمه دید از هوا بریزان شده
 آن نظر رو پوشها، هم بردید
 چشمها پیر آب کرد آندم غلام
 دست و پایش مانند از رفتن براه
 باز بهر مصلحت بازش کشید
 وقت حیرت نیست حیرت پیش هست
 دستهای مصطفی بر رو نهاد
 مصطفی دست مبارک بر بخش
 شد سپید آن رنگی زاده حبش
 یوسف شد در جمال و در دلال
 او همی شد بر سر و بر پای هست
 پس بیامداد و مشک پیر روان
 خواجم برده منظر بنشسته بود
 خواجم از دورش بدید و خیره ماند
 راوی ما شسته ما هست این

تا نگویی در شکایت نیک و بد
 می و مید از لامکان ایمان او
 مشک او رو پوش فیض آن شده
 تا معین چشمه غیب رسید
 شد فراموشش از خواجم و ز مقام
 زلزله افکند در جاننش اله
 که بخویش آواز روی مستفید
 این زمان در ره در آچالاک چیست
 بوسه های عاشقانه لب بداد
 آن زمان مالید کرد او فرخش
 همچو بدر و روز روشن شدش
 آفتش اکنون رو بده و آگوی حال
 پای می نشناخت در رفتن دست
 سوئے خواجم از نواحه کاروان
 کان غلاش دیر می و نه زدود
 از تحیر اهل آن ده را بخواند
 پس کجا شد بنده نه نگی جبین

اُن کیے بدرست می آید ز دور
کو غلام ما مگر سرگشته شد
یا مگر اورا بکشت این بد گھر
چون ہیا مدیش گفتش کیستے
گو غلام را چہ کردی راست گو
گفت گر شتم بتو چون آدم
گفت نے نے در نگیر و بامنت
گو غلام من بگفت اینک منم
دیدہ ام ص کرد و بدر گشتہ ام
ہے چہ میگوئے غلام من کجاست
گفت اسرار ترا با آن غلام
زان زمانیکہ خریدی تو مرا
تا بدانی کہ ہما نم در وجود
رنگ دیکھ شد و لیکن جان پاک

می زند بر نور و زار و ش نور
یابد و گر گے رسید و کشتہ شد
اشترش آورد اینجا از قدر
از بین زادی و یا تر کیستے
اگر بکشتی و نا حیلست مجو
چون بیائے خود درین خون آدم
راست باید گفت سر دست اینت
کرد دست فضل بزدان ز شرم
صاحب فضل و قدرے گشتہ ام
ہیں خواہی جبت از من جز بر است
جملہ و اگویم یکا یک من تمام
تا با کنون باز گویم ماجرا
گر چہ از شبہ نیز من صبحے کشود
فارغ از رنگ ست و زار کان خاک

جب بانی پیچہ اور لینے سے لوگ فارغ ہو گئے تو اپنے اُس غلام سے فرمایا کہ اے میانہ اپنی مشقت
سے بہری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو بین براہیلا کہ وہ جشی تو پکایہ مجروحہ دیکھ کر جہان رنگ
اور خدا کی طرف سے اس میں ایمان پیدا ہو گیا سورت اُس کی یہ ہوئی کہ اُس نے دیکھا کہ میری

مشک محض آڑ ہے اور ہوا میں سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اُسکی نظر آگے بڑھی کہ ہوا میں کہاں سے
آ رہا ہے اور اُسکی نظر چشمہ فیضی یعنی قدرت الہیہ تک پہنچی۔ اس سے وہ معتقد ہو گیا اور ایمان
لے آیا۔ اُسوقت اُسکی آنکھوں میں آنسو ڈبڑا آئے اور نہ اُسکو آقا کا خیال رہا نہ گھر کا اور اُسکی
جان میں کو سنا نا داخل گیا۔ اُسکے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔

مصلحت کیلئے حق سبحانہ نے اُسکو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش میں آ۔ اور اپنے گھر
واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہیں ہے تحیر کا وقت آگے آئیگا۔ اُسوقت تو تو تیری کیساتھ راستہ پر
ہوئے خیر حجب اُسکے حواس درست ہوئے تو اُسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست
مبارک پر اپنا منہ رکھا اور عاشقوں کی طرح بہت سے بوسے دئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے بھی براہ شفقت اُسکے منہ پر ہاتھ پھر کر اُسکو مبارک کیا اس سے وہ رنگی اور حشی برآمد
گو راجا چلا ہو گیا اور اُس کا رات کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور حسن و نظرافراں
میں یوسف وقت بن گیا تب اپنے فرمایا کہ اچھا اب گاؤں میں جاؤ اور یہ واقعہ بیان کر دو مگر
ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر اور لوگ بھی ایمان لائیں۔ یہ حکم سن کر وہ روانہ ہو گیا اور چلنے میں اُس کی یہ

حالت تھی کہ بے سرو دپا اور مست وار جا رہا تھا نہ اُسکو ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤں کا پس وہ دوتا
ہوا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا راستہ میں غفلت بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اُسکو دیر
ہو گئی تھی۔ آقا نے اُسکو دوسرے دیکھا اور تعجب کر لیا۔ اور تعجب ہو کر گاؤں کے لوگوں کو بلالیا وہ سوچتا تھا
کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زندگی غلام کیا ہوا یہ جو آ رہا ہے یہ تو ایک چودھویں

رات کا چاند ہے اسکی چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آرہی ہے۔ ہمارا غلام کب ہو معلوم ہوا
راستہ بھول گیا۔ یا کوئی سیر یا چھوٹی گیا اُسنے کہا لیا۔ اور وہ مارڈالایا ممکن ہے کہ اسی بد وقت
اُسے مار ڈالا ہوا قدور سے اونٹ اُسے یہاں لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام
اُسکے سامنے آگیا۔ جب وہ اُسکے سامنے آیا تو اُسے کہا کہ تو کہن ہے تو یمنی ہے یا ثمر کی میرا غلام

کہاں ہے سچ جاتو نے اُسے کیا کیا۔ دیکھا اگر تُو نے اُسے مار ڈالا ہے تو جو کامت کرنا صاف
صاف کہہ دینا اُسے کہا کہ اگر میں اُسے مار ڈالتا تو آپ کے پاس کیسے آتا اور نہ کیلئے اپنے پاؤں کیلئے
آتا اُسے کہا کہ اس سے تو بچ نہیں سکتا۔ یہ تیرا دو کہا ہے خبر ہے تو سچ بچ کہہ دے میرا غلام

کہاں ہے اُسے کہا میں ہی آپ کا غلام ہوں حق سبحانہ کے دست عنایت نے مجھے منحور کر دیا ہے
 اُسے کے ذریعے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے میں چودہویں رات کا چاند ہو گیا ہوں
 اور اُسی کے سبب میں صاحب فضل اور عالی قدر ہو گیا ہوں۔ آقا نے پہر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہے
 سچ بتا کہ میرا غلام کہاں ہے دیکھ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہہ دے کیونکہ مجھ کو میری
 بات سے سچ ہی چہڑا سکتا ہے اور چوٹ سے تو بچ نہیں سکتا اُسے کہا اچکھین نہیں آتا میں ہی
 آپ کا غلام ہوں۔ اور اُس غلام اور آپ کے درمیان جو راز ہیں میں ایک ایک بتا دیتا ہوں۔ اور
 جسوقت سے آپ نے مجھے خریدا ہے اسوقت تک کی ایک ایک بات میرا بیان کئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو
 معلوم ہو جاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جا کر گوری رنگت مل گئی ہے میرا
 رنگ دوسرا ہو گیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہیں۔ وہ تو رنگ عناصر اور
 خاک سے مہر ہے پس رنگ کے بدل جانے سے اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

شرح شبیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اُس غلام کی
 مشک کا غیب سے پہر جانا اور اُس حبشی غلام کا گورا چٹا ہو جانا

اے غلام اکنون تو پُر بین مشک خور تا گوئی در شکایت نیک و بد
 یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک پہری ہوئی دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں بُرا پہلا نہ کہے مطلب یہ
 کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک پہری ہوئی ہے کبھی
 تو پہر شکایت کرے کہ میرا پانی لیلیا۔ اور مجھے خالی چہڑ دیا۔ ہمنے لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی
 کی ویسی ہی پہری ہوئی ہے

آن سید حیران شد از بران او می دید از لالچان ایمان او

یعنی وہ حبشی ہاکی بُرا نہان سے حیران رہ گیا۔ اور اُس کا ایمان غیب سے اُگ رہا تھا۔ یعنی حبشی
 حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اُس کے قلب میں ایمان آنا شروع ہو گیا۔ اور نور ایمان اُس کو

قلب میں چکنے لگا۔

چشمہ دیدار ہوا بریزان شدہ
مشک اور پویش فیض ن شند
یعنی اُس نے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا میں سے گر رہا ہے اور اُسکی مشک اُس فیض کیلئے حجاب ہو رہی
زان نظر رو پوشہا ہم برسد
تا معین چشمہ غیبی رسید
یعنی اُس نظر سے حجابات کو بھی اُٹھا دیا۔ یہاں تک کہ چشمہ غیبی کے مقام اہل انک پھونچ گئی۔
مطلب یہ کہ اُسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا میں گر رہا ہے اور اُس کی مشک اُس کیلئے حجاب بن گئی
ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مشک میں سے یہ پانی آ رہا ہے اُسکے بعد اُسکی نگاہ سے وہ حجاب
مشک بھی اُٹھ گیا اور اُس نے خود اُس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک
چشمہ آب اُبل رہا ہے اُسکو دیکھ کر اُس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہ پیر آب کہ فاند م غلام
شد فراموش ز خواجہ و ز مقام
یعنی اس وقت غلام نے آنکھیں پیر آب کر دیں اور اُسکو آقا اور قیام گاہ فراموش ہو گئے۔
مطلب یہ کہ اُس معجزہ کو دیکھ کر وہ غلام رونے لگا اور اُسے نہ آقا یا درہا اور نہ اُسے قیام گاہ یاد
رہی وہ سبکو بھول گیا اور حیرت میں رہ گیا۔

دست و پائش ماند از رفتن براہ
زلزلہ افگند در جانش آلہ
یعنی اُسکے ہاتھ پاؤں راستہ میں چلنے سے رد گئے۔ اور اُس کی جان میں حق تعالیٰ نے
زلزلہ ڈال دیا یعنی وہ اُس حالت کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔ اور اس بات نے اُسے
ایک مرتبہ ہلا ڈالا۔ اور اُس پر حالت بکری طاری ہو گئی۔

باز بہر مصلحت بازش کشید
کہ بخویش آ باز رواؤ مستفید
یعنی بہر مصلحت کی وجہ سے اُسے واپس کھینچ لیا کہ اُسے مستفید آپے میں آ اور بہر حل مطلب کہ
اس حالت کے بعد... حق تعالیٰ نے اُسکو شکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی میں اور ہوشیہ میں
اگر سلوک طے کر اسلئے کہ استزاق اور سکر کی حالت میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک
نہیں ہوتا اسلئے اُسکو حالت شکر سے حالت صحو کی طرف لائے تاکہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست
ابن زمان در رہ در آ چالاک حیرت

یعنی حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت تیرے آگے ہے اس وقت تو راہ میں چالاک دھت ہو کر آ۔
مطلب یہ کہ سکر سے صحو کی طرف لانے میں گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہیں ہے
بلکہ اس وقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آویگا۔ وہاں حیران ہونا۔ یہاں تو ہوشیار کر
راستہ چلو یہاں سے وہ حضرات جو کہ استراخان اور بخودی کو بزرگی سمجھتے ہیں سن لیں کہ دیکھئے
مولانا روم ج جیسے صوفی اور شیخ کامل جنکو کہ ہر طبقہ ماننا ہے فرماتے ہیں کہ سکر اور استراخان
میں سلوک ہے نہیں ہوتا اسلئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اسکو ہوش میں
لا لایا گیا غرض کہ جب اسکو حالت سکر سے افاقہ ہوا تو اُس نے فرط خوشی و محبت میں یہ کیا کہ
دستہائے مصطفیٰ پر روزنہ اور بوسہائے عاشقانہ لبس برداد

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو منہ پر رکھا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دئے
مصطفیٰ دست مبارک پر بخش آن زمان مالید و کردہ او فرخشن
یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اُسکے چہرہ پر اس وقت مل دیا تو اُس نے اسکو فرخ
کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب اُس نے دست مبارک پر بوسے دئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنا دست مبارک اُسکے چہرہ پر پھیر دیا اور اُس بات پر پھیرنے نے اسکو خوش نصیب اور نیک
نہاد کر دیا۔

شکر سپید آن رنگے زادہ جیش پچھو بدر روز روشن شد جیش
یعنی وہ رنگی زادہ جیشی سفید ہو گیا اور اُس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیر دینے سے وہ جیشی حسین اور خوبصورت ہو گیا
اور اُسکی صورت جورات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

بہ سنی شہ در جمال و در دلال گفش اکنون رویدہ و آگونی حال
یعنی وہ جمال اور ناز میں ایک یوسف ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا کہ اب
گاؤن جا۔ اور حالت کو بیان کر مطلب یہ کہ اُس کا حسن و حسن یوسفی ہو گیا اور اُسکی حالت اور
اُسکے ناز و کرم شے بہت زیادہ ہو گئے جب اُس کی یہ حالت ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اب گاؤن میں جا کر اسکی قصہ کو بیان کر تاکہ اور لوگوں کو بھی معلوم ہو اور کسیکو ہدایت

ہو جاوے

اچھی شد بے سر و بے پای ہست پاؤی نشناخت در رفتن از دست
یعنی وہ بے سر و پا اور دست جا رہا تھا وہ چلنے میں ہاتھ سے پاؤں کو نہ پہچانتا تھا مطلب یہ کہ
اس قصہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر اُس کے اوپر ایک عجیب حالت ہو گئی
کہ وہ مستون کی طرح جا رہا تھا اور اُس سے اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت میں مست تھا
غرض کہ وہ گاؤں کی طرف چلا۔

پس بیامد باد و مشک پر روان سوئے خواجہ از نواحی کاروان
یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دوپہری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکون کے
ساتھ آیا دیہان دو مشک سے مراد دو آنکھیں ہیں مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے
روتا ہوا آیا اور اُس کا یہ رونارنج کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور غوشی کے وقت میں بھی
انسان کو رونا آجاتا ہے پس ایسی حالت میں وہ بھی روتا ہوا آیا۔ اور آنکھوں کو دو مشک سے بوجھ
زیادتی کر یہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی روتا ہوا تھا۔

خواجہ برہہ منتظر بنشستہ بود کان غلاش دیر می آمد نہ زود
یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اُس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر میں
یعنی وہاں منتظر تھا کہ آج میرے غلام کو کیا ہو گیا کہ ابھی نہیں چکلتا اُس بیچارہ کو اس ماجرے کی
کیا خبر اب آگے اُس غلام کے آقا کے پاس پہنچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکے کو بیان
فرماتے ہیں۔

آقا کا اپنے غلام کو حسین خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچانا اور اس
کہنا کہ تُو میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کا خون پیچیر سوار
ہو گیا ہے جو تو آگیا ہے

خواجہ از درخش بدید و غیرہ ماند از تحیر اہل آن وہ را بخواند

یعنی آقا صاحب اسکو دور سے دیکھا تو حیران رہ گئے اور حیرت کی وجہ سے گاؤن والوں کو بلایا کہ

راویہ ما اشتہر ما هست این پس کجاست زندہ زنگی جبین
یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ جیشی غلام کہاں گیا۔

آن یکے بدلیست می آید ز دور می زندہ روز روز از روش نور
یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ دور سے چلا آ رہا ہے کہ اُسکے چہرہ کا نور نور روز پر بڑ گیا ہے
کو غلام ما مگر کشتہ شد باید و گرے رسید و کشتہ شد
یعنی ہمارا غلام کہاں ہے شاید راستہ بیک گیا یا اسکو کوئی بھیڑ یا بھو نچا اور مارا گیا۔

یا مگر اور اکشت این بد گہر اشتہر ش آورد اینج از قدر
یعنی یا شاید اسکو اس بد ذات نے مار ڈالا ہے اور اسکو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے
آیا ہے مطلب یہ کہ جب اُس آقا نے وہ سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہی ہے اور غلام
وہ ہے نہیں تو اول تو خود حیرت میں ہوا پھر اور لوگوں کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھ لیں شاید
میری نظر کچھ غلطی کر رہی ہو غرض کہ مسکو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہیں ہے تو اب تمام
پیدا ہوئے کہ یا تو وہ کہیں رستہ بھول گیا ہے یا اسکو کہیں بھیڑ پون وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور
یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے وہ نہیں ہے پھر یہ احتمال ہوا
کہ شاید اس شخص نے ہی جوار ہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر
قبضہ کر کے کہیں لیجا ناچا ہوتا تھا مگر تقدیر الہی سے اونٹ اسکو یہاں لے آیا اور یہ ہم تک پہنچ گیا
ورنہ پہلایہ کا ہے کو یہاں آنے لگا تھا غرض کہ وہ سے دیکھ دیکھ کر طرح طرح کے احتمالات
پیدا ہو رہے تھے

چون بیامد پیش گفتش کیست از زمین زروی و یا تر کیستے
یعنی جب وہ سنے آیا تو اس آقا نے اُس سے کہا کہ تو کون ہے میں نے یا تر کی ہے
کو غلام راجہ کر دی راست گو مگر کشتی دانا حلیت جو
یعنی کہ میرے اُس غلام کو تو نے کیا کیا سچ بتا اگر تو نے مار ڈالا تو بتا دے حلیت کر
گفت گزشتہ بتو چون آدم چون بیائے خود در این خون آدم

یعنی اُس غلام نے کہا کہ اگر میں نے مار ڈالا ہے تو میں اُس طرح گیا اور خود اپنے پاؤں سے اس خون میں
 کس طرح آگیا مطلب کہ اُس غلام نے کہا کہ پہلا اگر میں نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو میں یہ بیان
 کیوں آجاتا میں تو فوراً پہاگ جاتا اور تیرے پاس ہرگز نہ آتا بلکہ میں تو تیرا وہی غلام ہوں۔
 گفت نے نے درگیر و بامنت راست ہاید گفت ہر دست اپنی گفت
 یعنی اُس آقا نے کہا کہ نہیں نہیں میرے اندر یہ بات اثر نہ کرے گی۔ تیری یہ بات ہا کل فضول ہے
 سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من بگفت اینک منم کرد دست فضل بیژوان روششم
 یعنی آقا نے کہا کہ امیر غلام کہاں ہے تو غلام نے کہا کہ یہ میں ہی تو ہوں حق تعالیٰ کے
 دست فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دیدہ ام صدری و بدری گشتہ ام صاحب فضل و قدرے گشتہ ام
 یعنی میں نے ایک صدر کو دیکھا ہے تو میں بدر ہو گیا ہوں اور صاحب فضل اور صاحب قدر ہو گیا ہوں
 مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ میں ہی آپ کا وہ غلام ہوں لیکن میں نے ایک ایسی ذات کو دیکھا
 کہ جبکہ دیکھنے سے میری یہ حالت ہو گئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے جب اس
 آقا نے یہ سنا تو اُس نے کہا کہ۔

ہے چہ می گوئی غلام من کجاست مین خواہی رست از من نہ راست
 یعنی ارے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہاں ہے ارے تو مجھے بجز سچائی کے چہوت نہیں سکتا
 گفت اسرار ترا با آن غلام جملہ واکویم یکا یک من تمام
 یعنی اُس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اُس غلام کی ساختہ تھے میں ایک ایک کر کے
 ساری تجھ سے بیان کر دوں۔

زمان زمانے کہ خریدی تو مرا تا با کنیز باز گویم ما حبرا
 یعنی جو وقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کر دوں۔
 نایدانی کہ ہما نم در وجود گرچہ از شبذیر من صبحے کشود
 یعنی تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں نہ ہی ہوں اگرچہ میری تاریکی رات میں سے ایک صبح

اکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک فارغ از رنگ است و از ارکان خاک
یعنی رنگ دوسرا ہو گیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اُس
غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اُس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سیکو میں بیان
کر سکتا ہوں اور جب سے تم نے مجھے خرید لیا ہے اُس وقت سے اس وقت تک کے کل قصے جو گذرے
ہیں میں بیان کر سکتا ہوں جس سے تم کو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارا وہی غلام ہوں
اور میری صورت بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے
اُسین کتنی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حلیہ

تن شناسان ز دو مار اگم کنند	آب نر نشان ترک مشک و خم کنند
جان شناسان از عدد و با قانع اند	غر قمر دیاے نیچون اند و چنند
جان شود از راہ جان جانر شناس	یار بیش شونہ فرزند قیاس
چون ملک با عقل یک سر شتہ اند	بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
آن ملک با عقل از یک گوہر اند	در پئے ہم ہچو ذنبال و سر اند
آن ملک چون مرغ بال پر گرفت	دین خرد بگذشت بہر دفر گرفت
لاجرم ہر دو مناصر آمدند	ہر دو خوش و لپشت ہمگیر شدند
ہم ملک ہم عقل حق را واحدے	ہر دو آدم را معین و ساجدے
نفس شیطان نیز ز اول واحدے	بودہ آدم را عدو و حاسدے
آنکہ آدم را بدن دید اور مبد	و انکہ نور مؤتمن دید او خمید

آن دو دیدہ روشنان بودہ ازین
 این بیان اکنون چو خرد رخ بماند
 کے توان باشیعہ گفتن از عرف
 لیک اگر در وہ بگوش یک کس است
 مستحق شرح را سنگ و کلورخ
 این نیاز مرے بودہ است و در
 جز و اویے او برائے او بگفت
 دست و پاشا ہد شہ نیت ای رہی
 در نباشی مستحق شرح و گفت
 ہر چہ روئید از پے محتاج است
 حق تعالی کا این سموات آفرید
 ہر کہ جو یا شد بیا بد عاقبت
 ہر کجا در دے دوا آبخارود
 ہر کجا مشکل جواب آبخارود
 آب کم جو شکی آور بدست
 تا نزا ید طفلک نازک گلو
 رو بدین بالا و پستیہا بدو

وین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
 چون نشاید بر جہود انجیل خواند
 کے توان بر بطزدن در پیش کر
 ہا و ہوئے کہ بر آوردم بس است
 ناطقے گردم شرح بار سوح
 کہ چنان طفلی سخن آغاز کرد
 جز و جزوت گفت دارد در نہفت
 منکری را چنزدست و پا نہی
 ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
 تا بیا بد طالے چیزے کجست
 از برائے دفع حاجات آفرید
 مایہ دروست اصل مرمت
 ہر کجا فقرے نوا آبخارود
 ہر کجا پستی است آب آبخارود
 تا جو شد آبت از بالا و پست
 کے روان گرد و رپستان شیراو
 تا شوی تشنہ و حرارت را گردو

بعد ازان از بانگ زنبور ہوا حاجت تو کم نباش از جشیش گوش گیری آب را تو می کشی زرع جان را کش جو ابر مضمست تا سقاہم رہم آید خطاب	بانگ آب جو نیوشی لے کیا آب را گیری سوئے او می کشیش سوئے زرع خشک تا یا بذر جشی ابر رحمت پُر ز آب کو تراست تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
--	---

یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اُس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل الشریک صورت کو دیکھ کر ہماری حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں اور ہم کو نہیں پہچان سکتے بر خلاف طالبین معنی کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ پانی کا طالب مشک اور مٹکے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو تشخصات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ خود و تشخصات البتہ کیف و کم ہیں اور یہ لوگ دیباچے کی کیف و کم میں غرق ہیں اسلئے کیف و کم پر ان کا نظر نہیں ہوتی پس تم کو چاہئے کہ صورت کو چھوڑو اور اپنی روح کے ذریعے اہل الشریکی روح کو پہچانو اور اُنکو اُس آقا کی طرح غیر نہ سمجھو بلکہ انکو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہ ہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کیسے لیکن مقتضائے حکمت الہیہ دو صورتیں اختیار کر لی ہیں فرشتہ اور عقل ہر دو ملجا ذات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو پہ لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت و شان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور اُن کی تجانس و توافق ہی کی وجہ سے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنے والے اور مدد دینے والے ہیں

اصلی ہذا نفس و شیطان بھی اول ہی سے ایک ہیں اسیلئے آدم کے دشمن اور حاسد ہیں پس ان میں
 جسے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے ہوا گا اور جسے اس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو ان میں دو لیت کہا تھا
 انہوں نے اطاعت قبول کی اور اس کے سامنے جھک گئے پس عقل و ملک نے تو نور کو دیکھا کہ انکے روشن
 کی اور نفس و شیطان نے بجز مٹی کے کچھ بھی نہ دیکھا۔ لہذا انکو صفات ملکہ اختیار کرنی چاہئیں۔ اور
 عقل کو نفس پر غالب کر کے ادواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے
 تن پرست اور ظاہر پرست بننا چاہئے اور اپنے کو ان کا غیر اور دشمن اور حاسد بننا چاہئے
 ہمارا تک بچو بچکر بیان یوں ہٹ کر گیا جیسے گد بارف میں ہٹ کر جاوے کیونکہ مخاطب معج نہیں ہے
 یہود کے سامنے انجیل نہیں پڑھی جاسکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل
 نہیں بیان کئے جاسکتے۔ بہرے کے سامنے بر لب نہیں بیا یا جاسکتا۔ پس حطرح یہ سب بڑے
 ہیں یوں ہی راز بیان کرنا نااہل یہ بھی بے جوڑ ہیں لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب نسبتی ناال
 ہیں ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہیں کہ اسکے لئے یہی شروع و خان کافی ہے جو ہم کہہ
 چکے ہیں زائد کی ضرورت نہیں پس اگر تم مستحق شرح ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شرح
 ہے اسکے لئے تو بھر اور ڈھیلے بھی ناطق اور شرح کمال ہو جاتے ہیں۔ دیکھو اور مریم علیہا السلام
 کی بی کسی ہی تھی جسکی وہ سے ذرا سے پہچنے بولنا شروع کر دیا انکے جزوئے بدون ان کی
 خلائش کے انکے حق میں گواہی دینی شروع کی پس تم بھی سمجھ لو کہ یوں ہی تمہارے اعضاء بھی خضیہ
 متکلم ہیں تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہیں اسلئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پاؤں
 گو اہی دینگے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار کہتے ہیں۔ جب وہ پوشیدہ گفتار
 رکھتے ہیں تو اگر انکو بھی ضرورت ہوگی تو خود تمہارے اعضاء ہی ساری شرح کر دینگے ہماری ضرورت
 نہیں۔ اور اگر تم مستحق شرح و گفتگو نہیں ہو تو ناطق کی قوت کو یا ہی نہیں دیکھو کہ جو اوگی پس
 حصول فرمائش میں نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شے ہے جس سے کام بنتے ہیں
 جو چیز پیدا ہوتی ہے سب حاجت مند ہی کیلئے ہوتی ہے۔ تاکہ جو طالب حاجت مند جس چیز کو بوند
 اُسے ملادے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہیں یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کیلئے
 کئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ حاجت ہوگی اور طالب صادق ہوگا ضرور اُسکو

اُس کا مطلوب میلگا۔ کیونکہ معنی رحم تکلیف ہے جہاں تکلیف ہوتی ہے دوا دین جاتی ہے اور جہاں محتاجی ہوتی ہے سامان دین جاتا ہے اور جہاں مشکل ہوتی ہے جواب دین جاتا ہے اور جہاں پستی ہوتی ہے پانی دین جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈبو نہ پودہ تو گھر بیٹھے آجائیکا بلکہ پیاس پیدا کر لو اُس ہ نتیجہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی آبل پرے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر میں نہ پڑو وہ تو گھر بیٹھے میلگا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ حاجت پیدا کر لو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا جسکو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اسوقت تک جہاتوں سے دودھ جاری نہیں ہوتا۔ پس تم جاؤ اوپر نیچے دوڑو تاکہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اُسکے بعد زہر ہوو کی آواز سے تم پانی کی آواز خود سن لو گے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے میں جدوجہد کرو مطلوب خود حاصل ہو جائیگا۔ تم غور تو کرو جب گہاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لیکر تم گہاس تک پہنچا دیتے ہو اور جب کہیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پڑ کے اُس تک پہنچا دیتے ہو پس تمہاری حاجت آخر گہاس کی حاجت سے تو کم نہیں ہے کہ حق سبحانہ اُس کی طرف التفات نہ فرماوین۔ نہیں بلکہ تمہاری جان کی کہیتی کیلئے حسین جابر رضی بن ابی رعت باری آب کو فریو پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تاکہ اُدھر سے مقناہر س بھر شرابا طھو لا کا خطاب آئے یعنی آب کو فرور رعت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے واللہ اعلم بالصواب

شرح شبیری

تن شناسان زود مارا گم کنند آب نشان ترک مشک و غم کنند
یعنی ظاہر میں لوگ ہکو جلدی گم کر دیتے ہیں اور پانی کے پینے والے مشک اور غم کو ترک کر دیتے ہیں (آب نوش سے مراد حقیقت میں مطلب یہ کہ جو ظاہر میں ہیں وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری سے ہکو پہچان نہیں سکتے اور جو حقیقت شناس لوگ ہیں وہ ان ظواہر کو ترک کر دیتے ہیں اور حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب اُس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو اُس شخص کو پہنچتے ہیں۔

جان شناسان از عدد با قیاس اند غرقہ در یا ئے یحون اند و چند
یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے قایغ میں اور وہ دیا ئے یحون اور بے عدد میں غرق ہیں
یعنی انکو اعداد ظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں۔ اور اسی کو دیکھتے ہیں جو کہ
بے کیف و کم ہے اُس میں شخصیات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ

جان شود از راه جان جائز اشناں یارینش شو نہ فرزند قیاس
یعنی جان ہو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا سامتی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔
مطلب یہ کہ حقیقت میں ہوا قوی سیہ کو چھوڑ کر قوی ملکیت سے معرفت حق جو جان جان ہے
حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چون ملک با عقل یکسر رشتہ اند بہر حکمت اراد و صورت گشتہ اند
یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کیساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر گئے ہیں
آن ملک با عقل چون یکگو بہر اند در پٹے ہم، همچو دنبال و سر اند
یعنی وہ فرشتہ عقل کیساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کی پیچھے دم اور سر
کی طرح ہیں۔

آن ملک چون مرغ بال پر گرفت وین خود بگذاشت پر و فر گرفت
یعنی اُس فرشتہ نے مرغ کی طرح بال پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت و
شان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند ہر دو خوش رو پشت یکدیگر شدند
یعنی آخر کار دو دون ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی
مدد ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک
تھے اور صرف حکمت الہیہ کے اقتدار سے اُن کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار
اور صورت کے دو ہونے پر نظر دیوئی بلکہ حقیقت پر نظر دیوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ
دونوں ایک ہی ہوتے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔
ہم ملک ہم عقل حق ما جادے ہر دو آدم را معین و ساجدے

یعنی فرشتہ اور عقل جن کی پہچاننے والے ہیں تو دونوں آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بود ز اول واحد بود آدم را اعدو و حاسد سے
یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو
عقل اور فرشتہ باوجود صورت کے اختلاف کے حق تقائے کے پہچاننے میں ساتھ بے اہد ایک
دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونوں کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو ان دونوں کی طبیعت کا تضاد بھی
ہی ہوا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت میں دو تھے لیکن حقیقت ایک ہو نیکی و حیرت۔
دونوں کے دونوں آدم کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا
صورت کا نہوا۔

انکہ آدم را بدن دید اور میدانکہ نور مومن دید اور خمید
یعنی جس نے آدم کے بدن کو دیکھا تو وہ تو فرٹ ہو گیا اور جس نے کہ نور مومن کو دیکھا تو وہ جھگ گیا
مطلب یہ کہ دیکھو جس نے آدم کے صرف ظاہری بدن پر نظر کی وہ تو ان سے فرٹ ہو گیا اور ان کا
مطلع نہوا اور جس نے کہ اس نور کو دیکھا جو کہ ان میں امانت رکھ گیا تھا اور وہی ان کی حقیقت تھی تو وہ اٹھا
مطلع و تابع رہ گیا۔

آن دو دیدہ روشن بود ازین دین دورا دیدہ ندیدہ غیر طین
یعنی ان دونوں کی آنکھیں اسی وجہ سے روشن ہو گئیں اور ان دونوں کی آنکھوں نے سوائے مٹی
کے کسی شے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھا لیا تو سب منقاد
ہو گئے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور نفس و شیطان نے جب صرف ظاہر آدم ہی کو دیکھا
اور کہا کہ خلقتہ من طین اس لئے وہ اندھے اور مردود ہوئے اور انہوں نے اطاعت نہ کی اب
چونکہ یہاں تقدیر کی بحث آگئی کیونکہ انہوں نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسروں نے نہ
کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اس کو نہ کوئی کما حقہ بیان کر سکا اور نہ بیان کر سکتا
ہے اور نہ اس کے سننے کے لوگ اہل ہیں۔ لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ

این بیان اکنون چو خرد در سخ بماند چون نشاید بر جہود انجیل خواند
یعنی یہ بیان اب تک گہ سے کی طرح برف میں نہ گیا جیسے کہ یہودی پر انجیل نہ پڑھنا چاہئے۔

کے توان باشیعہ گفتن از عرق کے توان بر ربط زدن در پیش کر
یعنی شیعہ سے عرق کے حالات کب کہہ سکتے ہیں اور ہرے کے سامنے بر ربط کے اوپر کب
مارتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ کوئی اہل نہیں ہے سب نا اہل ہی ہیں اسلئے یہ بیان آگے کو نہیں چلے گا۔
اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑھنا بے سود ہے اور شیعہ کے
سامنے حضرت عیسیٰ کے حالات بیان کرنا بے سود ہیں بس اسی طرح ان نا اہلوں کے سامنے
اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک گروردہ بگوشت یک کس است بائے ہوؤ کہ بر آوردم بس است
یعنی لیکن گاؤں کے گوشہ میں اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ میں بیان کئے ہیں کافی ہیں۔
مستحق شرح اسنگ و کلوخ ناطے گروردہ شرح بار سونخ
یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ٹھیلہ پورے پورے ناطق ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو
ادب فرمایا تھا کہ نا اہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان کرنا جاہلین تو اب شیعہ ہوا کہ ممکن ہے کہ
ان نا اہلوں ہی میں کوئی اہل بھی ہو تو اس کی خاطر سے بیان کر دینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہل
تو اسکو استقریر بیان کر دینا ہی کافی ہے اسلئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ دھیلے اور پتھروں تک سولپنے
مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو میں نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگرچہ نامکمل ہی سہی تو اس سے تو
اسکو پورے طور پر ہدایت ہو جاوے گی۔ اور وہ اسکو سمجھ لیگا۔ آگے ایک دو کمر مضمون کی طرف
منتقل ہوتے ہیں کہ دیگر طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزیں
پیدا کی ہیں وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہیں۔ لہذا طلب پیدا کرنی چاہئے۔ تاکہ اس طرف سے غلطی

بیان میں اس کے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا
سب طلب پر اور حاجت کی بنا پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا
محتاج بنانا چاہئو تاکہ حق تعالیٰ عطا فرمادین کہ ارشاد ہے
اَمِنْ يَحْيٰى الْمَضْطَلِّ اَدْعَاةَ

اُن نیاز مری کے بوجہ است و درو کہ چنان طفلے سخن آفت از کرد
یعنی وہ مریم علیہا السلام کا نیاز اور وہی تھا کہ جو ایک ایسے بچے یا تین شروع کر دین
جز و او بے او برائے او بگفت جز و جزوت گفت دارد و نہ ہفت
یعنی اُن ہی مریم علیہا السلام کے جزو نے اُن ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (یعنی) پڑوسیدگی
میں لفظ رکھتا ہے مطلب یہ کہ علیہ علیہ السلام نے جو اس قدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے
پیدائش تھے لوگوں سے باتیں کیں اُس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو اہ فزاری کی تھی اور
دعا کی تھی کہ یا لیتنی صحت قبل ہذا و صحت نسبا منسیا تو اُس کی برکت سے ہوئی کہ اس قدر ذلت سے
بچہ ہو کر وہ بولے تو جس طرح علیہ علیہ السلام اُن کے جزو تھے اور انہوں نے اُن کی برکت کی شہادت
دی بس اس طرح تمہارے اندر بھی تمام اجزا بدن ناطق ہیں اور وہ ہمارے افعال حسن و قبح پر گواہ
ہیں اور ایک زبردست طور پر گواہی دیتے

دست و پاٹا ہر خود نیت و رہی منکرے راجد دست و پا نہی
یعنی اسے بیان تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جائیں گے تو تو انکار کیے کہا تم تک ہاتھ پاؤں مد لگا۔
مطلب یہ کہ کہا تم تک انکار کرو گے جبکہ خود تمہارے اجزا ہی تمہارے افعال پر گواہی دیتے غرض کہ جب طلب
ہو تو سارے کام درست ہو جاتے ہیں اور اگر طلب ہی ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا
ورنہ یا بشی مستحق شرم و گفت ناطقہ ناطق ترا دید و بخت
یعنی اور اگر تو شرم اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے تو بولنے والیکے ناطقہ نے تجھے دیکھا اور سو گیا۔
مطلب یہ کہ دیکھو طلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کی قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تمکو طلب نہیں ہو
تو جو بولنے کے قابل ہیں وہ بھی تمہارے آگے آکر تمکو نا اہل سمجھ کر چپ ہو جائیں گے اور کوئی بات نہ کریں گی
بس طلب پیدا کرو کہ جو بس چیزیں تمکو حاصل ہو جائیں۔

ہر چیز روئید از پئے محتاج است تا بیا بد طایے چیزے کہ حجت
یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہاں تک کہ طلب نے اُس شے کو پالیا جسکو
کھانسنے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی
حاجت معافی کیلئے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالیٰ کاین سموات آفرید از برائے دفع حاجات آفرید
یعنی حق تعالیٰ نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہیں تو حاجتوں کے دفع کرنے کیلئے پیدا فرمائے ہیں
(غرض کہ)

ہر کہ جو یا سجد بیا بد عاقبت مایہ اش دردست و اصل رحمت
یعنی جو شخص کہ طالب ہو اوہ آخر کار پالے گا اُسکی پونجی اُسکے ہاتھ میں ہوگی اور رحمت کی بڑی
مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے ہر اُسکی وہ پونجی اُس کے
ہاتھ میں ہوتی ہے اور رحمت حق اُسکے ساتھ ہوتی ہے اُسکے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

ہر کجا دردے دوا آبخارود ہر کجا فقرے لوا آبخارود
یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہیں جاتی ہے اور جہاں فقر ہوتا ہے بخشش وہیں جاتی ہے
ہر کجا مشکل جواب آبخارود ہر کجا پستی است آب آبخارود

یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اُسی جگہ جاتا ہے اور جس جگہ پستی ہوتی ہے پانی وہیں کوجاتا ہے
حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہذا چاہئے کہ

آب کم جوشنگی اور بدست تابخو شد آبت از بالا و پست
یعنی پانی کم تلاشتی اور پیاس پیدا کرو تا کہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے اُبلے
اُسکی نظائر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہیں ملتی فرماتے ہیں کہ
تا نزاید طغلب نازک گلو کے روان گرد ز پستان خیراد

یعنی جب تک کہ پھر نازک گلو پیدا نہیں ہوتا تو پستان سے اُس کا دودھ کب روان ہوتا ہے
مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پھر پیدا نہیں ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہیں کرتا اُسوقت تک دودھ
پستان سے جاری نہیں ہوتا۔ اور جب دودھ کا طالب یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ
کس طرح اُبلتا ہے اور جوشش مارتا ہے لہذا

رویدین بالا و پستیہا بدو تاشوی تشنہ و حرارت را گرد
یعنی جہاں بلند یوں اور پستیوں میں دھڑ تاکہ تو پیاس اور حرارت میں گروی ہو جاوے
مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات کے طلب پیدا کرو تو اُسکے بعد یہ ہوگا کہ

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ آگے ایک اور قصیدہ بیان فرماتے ہیں کہ اُس غلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سنکر اُسی کاؤن سے جس کی وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تاکہ وہ بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اُس فادات بابر کا کتہ دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

<p>ہم ازان دہ یک نے از کا فرمان پیش پیغمبر در آمد با خسار گفت کو دک سلم اللہ علیک مادرش ز چشم گفتش بن زخموش این کیت آمخت ای طفل صغیر گفت حق آمخت وانگہ جبرئیل گفت کو گفتا کہ بالائے سرت ایستادہ بر سر تو جبرئیل گفت می بینی تو گفتا کہ بے می بیاموز مرا وصف رسول پس رسولش گفت ای طفل رضیع گفت نامم پیش حق عبد الغرین من ز غرے پاک و بیزار و بری</p>	<p>سوئے پیغمبر روان شد از امتحان کو د کے دوا بہ زن را در کنار یا رسول اللہ قد جئنا الیک کیت افگند این شہادت را بگوش کہ زبانت گشت در طفلی جبریر در بیان با جبرئیل من رسیل می نہ بینی کن بیالامنظرت مر مر آفتہ بصد گو نہ دلیل بر سرت تابان چو بدر کاٹے بر علوم می رساند زین سفول چہیت نامت باز گو و شو مطیع عبد غرے پیش این یکشت چیز حق آنکہ دادت این پیغمبری</p>
---	---

کو د کے دو ماہہ پہچون ماہ بدر
 پس جنوب آندم زجنت در رسید
 ہر دومی گفتند کہ خوف سقوط
 آنکہ لغزینش شہنشاہ خود کند
 آنکسے را کو معرفت حق بود
 آنکسے را کش خدا حافظ بود
 اندرین بودند کا و از صلا
 خواست آبے و وضو را تازہ کرد
 ہر دو پاشست و بموزہ کرد رائے
 دست سوئی موزہ برد آن خوش خطا
 موزہ را اندر ہوا بر د او چو باد
 در فتاد از موزہ یک مار سیاہ
 پس عقاب آن موزہ را آورد باز
 از ضرورت کردم این گستاخیے
 وائے کو گستاخ پائے می ہند
 پس رسولش شکر کرد و گفت ما
 موزہ بر بودی و من در ہم شدم

در سن لغ گفتہ چون اصحاب صدر
 تا دماغ طفل و مادر پوشید
 جان سپردن بہ برین بودی جنوب
 جامد و نامیش صد مردق زند
 جامد و نامیش صد صدق بود
 مرغ و ماہی مرور عارس شود
مصطفیٰ البشید از سوئے علا
 دست رو را شست و زان آب سرد
 موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
 موزہ را بر بود از دستش عقاب
 پس نگوین کرد و زان مار فتاد
 زان عنایت شد عقابش نیکخواہ
 گفت بین بستان و روسو نماز
 من ز ادب دارم شکستہ شاخے
 بے ضرورت کش ہوا فتویٰ دہد
 این جفا دیدیم خود بود آن وفا
 تو غم بردی و من در غم شدم

گر چه هر غیبی خدا ما را نمود
 گفت دور از تو که غفلت ترست
 ما در موزه به بینم در هوا
 عکس نورانی همه روشن بود
 عکس عبد الله همه نور بے بود
 عکس هر کس را بدان و جان بین
 عبرتست این قصه بے جان مژ ترا
 تا که زیرک باشی و نیکو گمان
 دیگران گردند زرد از بیم آن
 زانکه گل گریبک برگش می کشد
 گوید از خار بے چرا فستم بغم
 هر چه از تو یاده گردد از قضا
 ما التصوف قال وجدان الفرح
 آن عقابش را عقاب بے دان که او
 تارها ند پاش را از زخم مار
 گفت لا تا سوا علی ما فاتکم
 لیک هر چه فوت شد غلین بشو

دل دران لحظه بخود مشغول بود
 دیدم آن غیب را هم عکس تست
 نیست از من عکس تست تا مصطفی
 عکس ظلمانی همه گلخن بود
 عکس بیگانه همه کور بے بود
 پہلو بے جنس که میخواستی نشین
 تا شوی راضی تو در حکم خدا
 چون به بینی واقع بدنا گمان
 تو چو گل خندان که سود و زیان
 خنده نگذارد نه گردد منشو
 خنده را من خود ز خار آورده ام
 تو یقین دان که خریدت از بلا
 فی القواد عند اتیان الترح
 در بود آن موزه را زان نیکو
 لے خنک عقلی که باشد بے عثار
 ان اتی السرحان ار دے شاکم
 زانکه گرشد کهنه آید باز نو

ورزیان بینی غم اورا مخور	اگر بلا آید ترا اندہ مسر
وان زیان منع زیانہای سترگ	کان بلا دفع بلا ہائے بزرگ
مال چون جمع آمد ایجان شد وبال	راحت جان آمد ایجان فوت مال

نیز یک کافر عورت کا اون سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کیلئے آئی اور اس بیعت سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور دوہینہ کا بچہ نعل میں لٹے ہوئے تھی پھر نے کہا یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں جب ماں نے یہ سنا تو غصہ سے کہا چپ رہ ارکے یہ گواہی تیرے کان میں کئے والدی اور میچھے کئے سکھایا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی (اتنی سی جان ہاتھ بہر کی زبان) اُس نے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اور اُس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہوں اُس نے کہا جبرئیل کہاں ہیں پھر نے کہا امان تم دیکھتی نہیں آپ کے سر پر ہن ذرا نظر تو اٹھاؤ جبرئیل آپ کے سر پر کپڑے ہوئے میری رہنمائی فرما رہے ہیں اُس نے کہا بچے دکھلائی دیتے ہیں۔ پھر نے کہا ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر جو دوہین رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلا رہے ہیں اور وہی جھک کر اس ضیض کو اون پر چھو بچا رہے ہیں اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیخو بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میں حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ میان نہ کرے اُس نے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ بیعت ہمت اور محقر لوگ مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں مگر مجھ کو عز سے کوئی واسطہ نہیں میں اُس سے بیزار اور بری ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ حق نے آپ کو پیغمبر عطا فرمائی ہے غرض دوہینہ کے بچے نے اس قدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہوں اُس کے بعد بیعت کی خوشبو آئی جو لو کے نے بھی سونگھی اور اُس سلی مان نے بھی اسکو سونگھ کر دونوں کہتے تھے کہ چمکنا اس خوشبو کے ذمال کا اندیشہ ہے اگلے اسی خوشبو ہمارے جان بچائے تو بہتر ہے کہ جسے یہ خوشبو بعد اسی نہ ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ جسکی تعریف حق سبحان

فرماتے ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اُسکی تفریق کرتے ہیں اور جس کی تفریق
 خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جمادات نباتات و حیوانات سب اُس کی تصدیق کرتے ہیں اور جس کا خدا تعالیٰ
 ہو تلبہ مرغ و ماہی اُسکی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ یہی واقعہ ہوا تھا کہ اتنے میں بلندی سے اذان
 کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر باقی دنیا یا گو و خور اُپکو پیشتر سے تھا مگر آپ
 نمازہ دھو کیا اور ہنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ (سبح کر کے) پاؤں دھوئے اور جی میں آیا کہ موزہ
 پہنیں ایک اچکنے والا جا نور موزہ اُچک لیگا۔ یعنی آپ نے موزہ اُٹھانے کیلئے ہاتھ بڑھایا اور عقاب پک
 ہاتھ میں سے اُچک لیگا۔ اور ہوا کی طرح ہوا میں لے اُڑا اور وہاں جا کر اُسکو الٹا تو اس میں سے
 سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیر خواہ ہو گیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ میں بیٹھا ہوا
 گر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہو گیا۔ اُسکے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا۔ اور کہا لیجئے اور نماز
 کو شریف لیجائے میں نے یہ گستاخی محض ضرورت کیلئے کی تھی ورنہ میں بے ادب نہیں ہوں
 بلکہ میں تو ادب کی وجہ سے حضور کے سامنے بہت ہی منکسر ہوں ہاں اُسکی حالت نہایت قابل
 افسوس ہو جو بلا ضرورت محض خواہش انسانی سے گستاخانہ قدم اُٹھائے مگر الحمد للہ کہ میرا ایسا
 نہیں ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے تو اُسکو زیادتی
 سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع میں خیر خواہی تھی تم میرا موزہ لیگے اور مجھے نالوار ہوا کہ دیکھو اُس نے نماز کیلئے
 جانے میں مزاحمت کی تھی میرا غم کہو یا ادد میں منوم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے
 اکثر منیبات ضروریہ ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور ان میں سے یہ بھی تھا لیکن دل بستی حالت میں مشغول تھا
 اسلئے التفات نہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ اُپکو غفلت ہو میں نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پر تو
 تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا میں ہوا کہ اندر اڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لوں یہ میرا کام نہیں
 بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلماتی چیز
 کا عکس تاریک ہی ہوتا ہے اسلئے اہل اللہ کا پر تو بھی نورانی ہوتا ہے لہذا اس سے معرفت بڑھتی
 ہے اور انبیاء کا عکس بالکل ظلمت ہو تلبہ کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا نرائی
 ہو جا تلبہ یا اُس میں تکرر آجاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول نمونہ شخص کا عکس اُسکی حالت
 سے جان لینا چاہئے پھر جس کے پہلو میں پاہو بیٹھو نیز اس قصہ سے ملاحظہ حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم

حق سبحانہ کے حکم پر رضا مند ہو۔ اور جب اچانک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو
اور خدا کے ساتھ حسن ظن رکھو کہ امین بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگوں کی مارے
خوف کے رنگت زرد ہو اس وقت تمکو اسلام ہر اس نہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت میں پہل
کی طرح پہلے رہو اسلئے کہ پھول کو کچھ بھی ملال نہیں ہوتا اگر تم اسکی پیکھڑی پیکھڑی الگ کر دو
تب بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چھوڑتا ہے اور نہ پژمرده ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں محروم
ہونے سے طول کیوں ہوں آخر یہ ہنسی جو مجھے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا
وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزاء اپنے اصلی وطن کو چلے جائیں تو بیچ کی کیا بات ہے پس
تمکو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچھ تمکو ابھی تم سے جاتا ہے تمکو اسپر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ
سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی رویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے انہوں
نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنیکے وقت بھی دل میں خوشی پانا پس تم سختی کو اسی عقاب کی
مثل غم پر با سمجھنا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لیکیا تھا اور وہ اسلئے آتی ہو
کہ تمکو تکلیف شدید سے بچا دے پس تمکو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہئے
جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکھو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے
تم اس کا غم نہ کرو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک بیڑ یا تھی اور بیڑے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو
تمہاری بکری لیجا تا ہے پس اسکی بھی تمکو کوئی ضرر ہوتا ہے تم نے تمکو اس ضرر سے بچا دیا۔
مانا کہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اسپر غم فصول ہے پس تم ہرگز غم نہ کرو کیونکہ اگر پورا فی ضائع
ہو گئی بلا سے اور نئی ملجوا گئی خواہ اسی قسم کی یا اس سے بھی بڑھ کر پس اگر کوئی بلا آئے تو اسپر
مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے
اور یہ نقصان دیگر بڑے نقصانوں کا مانع ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے
اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہیں اسکی حفاظت کی فکر ہے کہیں اسکے لئے
لوگوں سے لڑائی ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے غرض کہ ایک مصیبت ہے اور جبکہ وہ نہ رہا سارے
جہگڑون سے نجات ہو گئی

شرح شبیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچہ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہو جانا

ہم ازان وہ ایک زنے از کافران سوئے پیغمبر و ان شر از امتحان
یعنی اُسی گاؤں میں سے ایک عورت کافروں میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طوطا امتحان کے لئے دوڑی۔

پیش پیغمبر در آمد با خسار کو دے دو ماہہ زن را در کنار
یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اپنی اور ہے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود میں تھا۔

گفت کو دک سلم اللہ علیک یا رسول اللہ قد جئنا الیک
یعنی بچہ کہہ کر یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔
مادرش از خشم گفتش بین فموش کیت افگند این شہادت بگوش
یعنی اُس کی ماں نے غصے سے اُس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان میں اس گواہی کو کسے ڈال دیا

این کیت آموخت و طفل صغیر کہ زبانت گشت در طفلی جریر
یعنی ارے خدا سے بچے بچے یہ کسے سکھا دیا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی ہے۔
گفت حق آموخت و انگہ جبرئیل در بیان با جبرئیل من رسل

یعنی اُس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے اور اس وقت جبرئیل نے۔ اور میں بیان میں جبریل کے ساتھ ہمزبان ہوں۔ مطلب یہ کہ اُس بچہ نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھایا ہے یعنی اُس نے میرے دل میں ڈالا۔ اُس نے حکم دیا کہ اسکو یہ سکھایا جائے تو اب جبریل علیہ السلام مجھے سکھائے ہیں اور میں اب بولنے میں اُن ہی ہمزبان ہوں۔ وہ جو کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں۔

گفت کہ گفت کہ بالائے سرت می نہ بینی کن ببالا منظر
یعنی مان نے کہا کہ (جبریل) کہاں ہیں تو پوچھنے کہا کہ تیرے سر پر ہیں کیا تجھے نظر نہیں آتے
اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستاده بر سر تو جبرئیل مر مرا گشتہ بصد گودہ دلیل
یعنی تیرے سر پر جبریل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سو طرح سے راہبر ہو رہے ہیں
گفت می بینی تو گفت کہ بے بر سر تا بان چو بدر کاٹے
یعنی مان نے کہا کہ کیا تو دیکھ رہا ہے تو پوچھنے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کاٹل کی
طرح تا بان ہیں۔

می بیا موز در اوصاف رسول زان علوم می رہا نذرین سفول
یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سکھلا رہے ہیں اور اُس
بلندی کی وجہ سے مجھے آپسٹی سے چڑھ رہے ہیں مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اُسکے ذریعے مجھے وہ اس پستی اور جہل سے
چڑھ رہے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اُس
پچھ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی مان سے اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود
اُس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسواش گفت ای طفل رسیع چلیت نامت باز گو دشو مطیع
یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بچے سے کہا کہ اے شیرخوار بچے تیرا نام کیا ہے بت اور
مطیع ہوجا۔

گفت ناخم پیش حق عبدالعزیز عبدعزے پیش این یکشت چیز
یعنی اُس بچے نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے اور ان تھوڑے سے نامزدوں کے نزدیک
عبدعزے ہے مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ میرا نام خدا کے نزدیک تو عبدالعزیز ہے لیکن یہ کافلوگ
جو نامداد لیت محبت اور حقیر ہیں مجھے عبدعزئی کہتے ہیں (عزئی ایک بُت کا نام ہے جسکو اہل عرب
پوجتے تھے)

من از غریب پاک و بیزار و بری حق آنکہ دادت این سینہ بری
یعنی میں تو غریب سے پاک اور بیزار اور بری ہوں۔ قسم ہے اُس کی جس نے آپ کو سینہ بری دی ہے
کو دک دو ماہہ بچھون ماہ بدر درس بالغ گفتہ چون اصحابہ
یعنی دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ ماہ کامل کی طرح محاکل سبق دیا بڑے لوگوں کی طرح۔ مطلب یہ کہ
اُس دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ بہرہ بری اور بدایت دینے میں بد کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی
یہ سب اُسی ذات والا صفات کے برکات ہیں۔

پس حوط آندم ز جنت در سید تادماغ ظل و مادر بو کشید
یعنی پھر اس وقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہاں تک کہ ماں اور بیٹے کے نارغ نے خوشبو کھینچی۔
مطلب یہ کہ ان باتوں کی جو جنت کی خوشبو آئی اور ماں نے بھی سونگھی اور اُس لڑکے کو بھی محسوس
ہوئی۔ پھر قویہ حالت ہوئی کہ۔

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط جان سپردن بہ برین بونی حوط
یعنی دونوں کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدہ بیا بہتر ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ
اُن کو خوف ہوا کہ کہیں یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ بس سو بچتے ہی سو بگیتے جان نکل جائے
تو کسی چچی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ ترغیش شہنشہ خود کند جامد و نامیش صد مردوق زند
یعنی جس کی ترغیف کہ خود باشتا کرے تو اس شیا و جامد اور نامی سب کی دون ترغیفیں کریں۔
اُن کسے راکش معروف حق بود جامد و نامیش صد صدوق زند

یعنی جس کا ترغیف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اُس کی سب کی دون تصدیقیں کریں۔ مطلب یہ کہ
جس کا کہ خدا ترغیف کرنے والا اور شاگو جو اُس کی تو نہ باتات اور حیوانات سب کے سب شت اوچے گئے۔ تو
چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ترغیف کر نیوالے حق تعالیٰ ہیں اس لئے اُن کی شتاگوئی میں ہر شے واجب الشتا
ہے۔ اور اُس بچہ کا بل پڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا گوئی محل تعجب نہیں ہے
آگے فرماتے ہیں کہ

آن کسے راکش خدا حافظ بود مرغ و ماہی مرد و راحہ اس بود

یعنی جس شخص کا کہ خدا حافظ ہو مرغ و ماہی سب اس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اسپر ایک حکایت لائے
ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چونکہ جن تھلے تھے اسلئے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
حفاظت کرتے تھے اور آپ کے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

**عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزہ کو لیکر اڑ جانا اور
اوپر جا کر اوندہ ہا کر دینا تو اس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا**

اندریں بودنر کا و از صلا مصطفیٰ بشتیر از سوائے علا
یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندی کی طرف سے سنی
(صلا مخفف صلوة ہے)

خواست آ بے و وضو را تازہ کرد دست و درواشت اوزان آب سرد
یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مٹکایا اور وضو کو تازہ کیا اور اس بٹل ہے پانی سے ہاتھ منہ دھویا
مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن اپنے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔
ہر دو پاشست و بموزہ گردرائے موزہ را بر بود یک موزہ دہائے
یعنی دونوں پاؤں دھو کر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اُچکنے والا لے گیا مطلب
یہ کہ وضو نہ کر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اُچک کر لے آئے

دست سوئے موزہ برد آن خوش خطاب موزہ را بر بود از دستش عقاب
یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لیگئے تو آپ کے دست ہا پر
میں سے عقاب موزہ کو لے گیا۔

موزہ را اندہ ہوا بر د او چر باد پس گون کرد او از ان مار و قتاد
یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اُڑا پھر اسے اوندہ ہا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔
در قتاد از موزہ یک مارے سیاہ زان عنایت شد عقابش نیکنواہ
یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا

پس عقاب آبی موزہ را آور د باز گفت ہن بستان وروسوئے ناز
یعنی بھر عقاب اُس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور ناز کیلئے تشریف لیجائیے
اور (عرض کرتے ٹھاکہ)

از ضرورت کردم این گستاخئے من ز ادب دارم شکستہ شلخئے
یعنی میں نے یہ ایک گستاخی ضرورت کی تھی (ورنہ) میں تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہوں۔
مطلب یہ کہ اُس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو یہ گستاخی کی کتاب کے
دست مبارک میں سے موزہ اُچک لیا تو اُس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ میں ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا
میں تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں۔

دائے کو گستاخ پائے می بند بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد
یعنی افسوس ہے اُس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اسلئے) کہ اُس کو
ہوائے نفسانی فتویٰ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ میں تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں اور
میں نے جو کیا وہ حقیقت میں گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن اُن لوگوں پر سخت افسوس
ہے جو بلا ضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقت گستاخیاں کرتے ہیں،

پس رسولش شکر گفت و گفت ما این جنایدیم و بود آن خود و نا
یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہمتو اُس کو جتنا
سمجھئے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا فکر یہ ادا کیا اور فرمایا میں ان
ہم تو سمجھتے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا کہو نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سرسردگاری تھی۔

موزہ بر بودی و من دہم شدم تو غم بردی و من در غم شدم
یعنی تو موزہ لے گیا اور میں پریشان ہوا تو میرے غم لے گیا اور میں غم میں مبتلا ہوا (اور فرمایا کہ)
گرچہ ہر غیب خدا مارا نمود دل دران لحظہ بخود مشغول بود

یعنی اگرچہ تمام غیبات (ضروریہ) خدا نے ہکود کھلا دئے ہیں لیکن اسوقت میں دل اپنی طرف
مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری ضروری غیبات
ہکود بتلادی ہیں اور ہم اُن پر مطلع ہیں۔ لیکن اسوقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ میں

سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اسکو سنکر عقاب نے یہ جواب دیکھ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست ویرنم آن غیب را ہم عکس تست

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا عکس مطلب یہ کہ اُسے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ آپ غفلت ہو آپ سے خدا نکرے غفلت کیوں ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہیں کہ دوسروں پر بھی اُس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ میں نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا۔ یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ یہ ملا میں اور اُڑتا ہوا موزہ میں سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

دارد موزہ بہ بیستم در ہوا نیست از من عکس تست از مصطفیٰ

یعنی میں سانپ کو موزہ میں اڑتے ہوئے دیکھ لوں یہ مجھے نہیں ہے بلکہ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اُسے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جبکی بدولت میری آنکھ نے اسکو دیکھ لیا۔ ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ادراک۔ غ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عکس نورانی ہمہ روشن بود عکس ظلمانی ہمہ گھمن بود

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے عکس عبد اللہ ہمہ نوری بود عکس بیگانہ ہمہ کوری بود

یعنی عبد اللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھا بن ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہیں اور اُن کے قلوب نورانی ہیں اُن کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محبوب اور غیر اولیاء اللہ ہیں اُن کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک تفسیر ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

عکس ہر کس را بدان او جان بہ بین پہلے جسے کہ میخوابی نشین

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان اُس سے جانچ لے (اور ہر) جسکے پہلو میں چاہے بیٹھ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جدا گانہ ہوتا ہے تو تو کو چاہئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اُس کے عکس سے جانچ لو کہ اُس کے ہمنشینوں پر اُس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے

جب تم اس کے بچان لو پھر جب کے پاس چاہو بیٹھو اٹھو۔ پھر تم کو ضرر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب اس امر کی شناخت ہو گئی تو اس کو کوئی بات رہی ہی نہیں جس سے ضرر ہو سکے آگے اس قصہ کا دیکھہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہیں

اس حکایت عبرت حاصل کرنیکی وجہ اور آیتہ اِن مَعَ الْعُسْرِ يُسْرٌ کے

عبرت سے اس قصہ کے جان مر ترا تا شوی راضی تو در حکم قصہ
یعنی اے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضایں راضی رہو۔
تاکہ زیرک باشی و نیکو گمان چون بہ معنی واقعہ بد ناگمان
یعنی تاکہ تم ہوشیار و نیک گمان رہو جو وقت کہ ناگمان کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ
یہ قصہ بالاسلئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ ہمیں معلوم ہو جاوے کہ جو واقعہ قضا و قدر
پیش آتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا تو پھر تم
اُس پر راضی رہو گے اور تم کو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگران گرد نذر زرد از بیم آن تو چو گل خندان گہ سود و زیان
یعنی دوسرے لوگ تو اُن کے خوف سے زرد ہو جاوے اور تم بھول کی طرح نفع نقصان کے
وقت بھلتے رہو۔

زنانکہ از گل گر تو برگش می کنی خندہ نگذار د نہ گرد و نشنی
یعنی اس لئے کہ اگر تم بھول کی پنکھڑیاں اُگھاؤ تو وہ ہنسی کو چھوڑنا نہیں اور مرجھا نا نہیں۔
گوید از خارے چرا افتم غم خندہ را من خود ز خار آورده ام
یعنی وہ بھول کہتا ہے کہ میں خار عدم سے کیون غم میں پڑوں میں تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہوں
مطلب یہ کہ دیکھو بھول کی اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پھر مرہ
نہیں ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ بیلا میں جو معدوم ہونے سے ملول اور پھر مرہ ہوں تو
مجھے اس کی کیا غرض ہے اس لئے کہ میری پیشہ ہی تو عدم ہی سے وجود میں آئی ہے تو اگر مجھ پر دوبارہ
عدم طاری ہوگا تو اس وقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جو ناگوار پیش آوے

یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں۔ اور یہ بلا مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے

ہرچہ از تو یا وہ گرد از قضا تو یقین دان کہ خریدت از بلا یعنی چو شے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی ہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اس پر راضی رہو۔ اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنیوالی تھی جو کہ جلد مال ہی پر ٹل گئی۔ فالحمد للہ

ما التصوف قال وجد ان الفرح في الفوائد عند اتیان الترح یعنی کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے تو اس نے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنیکے وقت خوشی یا نا مطلب یہ کہ جو وقت کوئی مصیبت آوے تو اس پر راضی رہنا اصل تصوف ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کی وقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اس کی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہیں نہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اس کو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

آن عقابش را عقابے دان کہ او در بود آن موزہ را زان نیکخو یعنی اس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اس نیک فعلت سے اللہ علیہ وسلم سے اچک لے گیا تھا۔

تار ما ند پاش را از خم مار لے خشک عقلے کہ با شہر بے غبار یعنی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ہنڈی ہو وہ عقل ہو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اس مصیبت کو اس عقاب کی طرح جاتو جو کہ موزہ لے گیا تھا کہ دیکھو اس میں کسی فعلت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی فعلت ہے جیسا کہ خود ارشادِ اقدس ہے کہ عسی ان تکرہوا

فیثا وهو خیل و عسی ان تجیاشینا وهو شر لکھ -

گفت لا تا سوا علی ما فاکتم ان اتی السرحان اردی شانکم
یعنی جن تو کئے اے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی ہے اسپر نگین مت ہو اگرچہ پہنڑ یا آوے
اور تہماری بکریوں کو خراب کر دے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اسکو اسی طرف سے سمجھو
اور اُسکے مصالح پر غور کرو۔ اور اسپر نگین مت ہو۔

گفت ہرچہ آن فوت شد نگین شو زانکہ گردش کہنہ آید باز نو
یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے تو نگین مت ہوا سئلے کہ اگر پُرانا جانار با تو نیا آجاو لیگا۔
گر بلا آید ترا اندہ مبر و ندیان بینی غم آن ہم مخور

یعنی اگر تجھ پر کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو۔ اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کہا لاسئلے کہ
کلان بلا دفع بلا ہائے بزرگ وان زیان منع زیانہائی سترگ

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤں کا دھیمہ ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانوں کی روک ہے
مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یوں سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤں
اور نقصانوں کا دھیمہ ہے کہ اُسکے جانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جان آمدے جان فوت مال مال چون جمع آدای جان مشد وبال

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال
ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اسئلے کہ مال کا فوت ہو جانا تو کچھ

ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم

ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے میں کس قدر بلاؤں کا دھیمہ ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان

پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال میں یہی مصالح ہیں لیکن اسکو سنکر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھیں کہ

بہر قصہ مال ہے اُسکو فوت کر دیا جاوے۔ بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے میں مصالح ہیں

فوت کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں ہے اگر مال ہوا بر شر لیت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے

اُس میں اسراف سے بچے اور اگر جاتا ہے تو صبر کرے۔

اب حکایت سنو

شرح حبیبی

گفت موسیٰ سے رایکے مرد جوان
تا بود کنز بانگ حیوانات و دود
چون ز بانہائے بنی آدم ہمہ
بوکہ حیوانات را در دگر
گفت موسیٰ رو گذر کن زین ہوس
عبرت و بیداری از سزدان طلب
اگر مہر شد مرد زان منعش کم کرد
گفت ای موسیٰ چو نور تو بتافت
مرا محروم گردن زین مراد
این زمان قائم مقام حق توئی
گفت موسیٰ یارب این مرد سلیم
اگر بیا موزم زیان کارش بود
گفت ای موسیٰ بیا موزی کہ ما
گفت یارب او پیشانی خورد
نیست قدرت ہر کسے را ساز و بار
فقر زین رو فخر آمد جادوان

کہ بیا موزم ز بان جانوران
عبرتے حاصل کنم در دین خود
در پئے آب است و نان و دمدہ
باشد از تدبیر ہنگام گذر
کاین خطر دارو بے در پیش و پس
نہ از کتاب و از مقال و حرف لب
اگر مہر تر گرد دہے از منع مرد
ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
لائق لطف نباشدے جواد
یاس باشد اگر مرا مانع شوی
سخرہ کردتش مگر دیور جیم
و رتیا موزم دلش بدے شود
رو نکردیم از کرم ہرگز دعا
دست خاید جامہ ہار ابر درو
عجز بہتر مایہ پر ہینر گار
کہ بقوے ماند دستش نارسان

زبان غنا و زبان غنی مرد و دوش	کہ ز قدرت صبر با پدر و دوش
آدمی را عجز و فقر آرد امان	از بلائے نفس پر حرص و غمان
آن غم آید ز آرزو ہائے حصول	کہ بدان خو کردہ است آن صید غول
آرزوے گل بود گلخوارہ را	گل شکر نگوار و آن بچارہ را

موسے علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانور دن کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ دن و رات
اور دیگر جانور دن سے مین دین کے متعلق نصیحت حاصل کروں کیونکہ آدمیوں کی گفتگو تو علی العموم روٹی پانی
مکر و فریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانور دن کو کوئی اور ہی دزد ہو۔ اور انکو اس جہان فانی کو
چھوڑنے کی فکر ہو۔ اور وہ اسکی تدابیر میں مصروف ہوں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو
چھوڑو اس میں ہر پہلو میں بہت سے خطرے ہیں۔ رہی عبرت اور تہقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا
فرمادینگے۔ یہ بات نہ کتابت حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ و لہجے انہوں نے جو منع کیا تو اسکو
اور یہی زیادہ شوق ہو اکیونکہ منع کر نیسے آدمی کی حرص اور بڑبستی ہے اُسے عرض کیا کہ یا حضرت جب
آپ کے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز حق سبکو آپ کے دربار سے کچھ نہ کچھ ل گیا۔ اور کوئی محروم نہیں ہا
پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپ کے الطاف فرادان کے شایان شان نہیں اس وقت حضور ہی
خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اگر حضور کے یہاں سے مین محروم ہو گیا تو پیر کوئی امید حصول دعا کی نہیں حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلّم ہو تا ہے کہ شیطان نے اس حق
کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہیں مانتا۔ اگر مین اسکو سکھلاتا ہوں تو اس کا نقصان ہے۔
اور اگر نہیں سکھلاتا ہوں تو بدل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو
کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہیں کرتے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ احق پشیمان
ہو گا۔ اور افسوس اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک
کیلئے قدرت موافق نہیں طالب اتقا کیلئے عمر ہی بہتر سرمایہ ہے۔ فقر اسی لئے ہمیشہ موجب فخر
رہا ہے کہ محتاج کا معاہدہ تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقویٰ ہی تک رہتا ہے اور دولت مند ہی

اور دو ہفتہ بالعموم اسی لئے مرد وہ ہے مین کہ صلی قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہ ہو سکے پس عجز و فقر آدمی کو نفس حرص کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضیل آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پہنڈے میں پھنسا ہوا آدمی غمگین ہوتا ہے چنانچہ جو شخص مٹی کہاٹے کا عادی ہے اُسکو مٹی کی آندہ ہوتی ہے اور گل شکر اُسکو مضم نہیں ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت و سامان و دولت سے تو تمام غم کی جڑ یہی چیزیں ہیں جب یہ نہ ہوگی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آندہ ہوگی۔

شرح شیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانور دن کی زبان سیکھنے کی استدعا کرتا

گفت موسیٰ را ایک مرد جوان کہ بیا میرم زبان جانور ان
یعنی موسیٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانور دن کی بولی سکھا دیجئے۔
تا بود کہ زبانک حیوانات و دود عہرتے حاصل کنم در دین خود
یعنی تاکہ ایسا ہو کہ در دنوں اور چرندوں کی باتوں سے میں اپنے دین میں کوئی عبرت حاصل کر دوں۔
چوں زبانہ سائے بنی آدم ہمہ در پئے آلبست و ناں و درمہ
یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبانیں پانی اہروئی اور کمر و فریب کے واسطے ہیں۔
بو کہ حیوانات را و رد دگر باشد از تدبیر ہنگام گذر
یعنی شاید کہ حیوانات کیلئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (و غیر کے متعلق) ہو۔ مطلب یہ کہ
اُسے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اسلئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ میں رہتی ہے
کہ روئی کا فکر کر لیا۔ پانی کا فکر کر لیا۔ کمر و فریب کر لیا۔ ان کی بولیاں سن کر تو اسی طرف طبیعت کو
میلان ہوتا ہے اور حیوانات کی بولیاں معلوم ہو جاویں گی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اُس طرف کے متعلق
گھگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کی واسطے تدابیر کرنا چاہئے۔ تو ان کی باتوں سے ہمیں
بھی اس طرف توجہ ہو جاوے۔

گفت موسی رو کند کن زمین ہوس کا بن خطر دار دے در پیش دین
یعنی موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے در گذر۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے
رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں بہت سے خطرے ہیں تو
اس ہوس کو دل سے نکال دے۔

عبرت و بیداری از زبان مطلب نہ از کتاب و از مقال و حرف و لب
یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتوں سے اور حرفوں سے اور لب سے مطلب
یہ کہ میان ان باتوں سے کہیں عبرت اور بیداری ہو اگر قتی ہے۔ عبرت تو ہو اگر قتی ہے تو فیق حق
سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔

گرم تر شد مرد زان منش کہ کرد گرم تر گرد دے سے از منع مرد
یعنی وہ آدمی اس منع کرنے سے اور بھی مصر ہوا۔ اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مصر ہوا یہی کر تلہ ہے
مطلب یہ کہ موسی علیہ السلام نے جو منع کیا تو اسکو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ ادب ہی اصرار کرنے لگا
کہ نہیں مجھے ضرور سکھا دیجئے۔ دو سکر مصرع میں ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ بھائی منع کرنے سے
تو ضرور زیادہ ہوا یہی کرتی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الا انسان حو یصلح لمن۔ غرض کہ اس کا اصرار
اسلئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت لے موسی چو نور تو بتافت ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
یعنی اُس نے عرض کیا کہ لے موسی جبکہ آپ کا نور چکا تو جو موجودات تھیں سب آپ کوئی چیز حاصل کی ہو
مردم محروم کردن زمین مراد لائق لطف نہ باشد لے جواد
یعنی لے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

این زمان تا ثم مقام حق توئی یاس باشد گر مرا مانع شوی
یعنی اس زمانہ میں خدا کے نائب آپ ہی ہیں تو اگر آپ مجھے اس امر میں مانع ہونگے تو مجھے یاس
ہو جاوے گی۔ مطلب یہ کہ اُس نے عرض کیا کہ لے موسی علیہ السلام جب آپ کو نبوت ملی ہے تمام موجودات
میں فرق مراتب آپ کے فیض اب ہوئے ہیں اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہنچا ہے تو آپ پہلا مجھے جو میری
مراد تک نہیں پہنچا تے یہ آپ کے لطف و کرم سے تو بہت ہی بعید ہے اس وقت آپ نائب حق ہیں اور

حق تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہے کہ لا تقنطوا نا امید مت ہوا اور مجھے آپ نا امید کئے دیتے ہیں نائب
حق ہو کر نا امید نہ کیجئے بلکہ میری مراد کو پورا فرما دیجئے۔

گفت موسیٰ سے یارب این مرد سلیم
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو پہولا ہے شاید اس کو شیطان
ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیا موزم زیان کارشس بود
درنیا موزم دلش بدے شود
یعنی اگر سکھاتا ہوں تو اس کے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا جی بُرا
ہوتا ہے مطلب یہ کہ جب اُسے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کو سیکھنے
سے نقصان ہوگا۔ اور وہ مانتا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ویسے
تو بھولا معلوم ہوتا ہے۔ مگر شیطان نے شاید اس کو خوب اچھی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اس قدر اصرار
کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکھاتا ہوں تو اس کی
دل شکنی ہوتی ہے اب کروں تو کیا کروں۔

گفت اے موسیٰ بیا موزش کرما
یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ! آپ اس کو سکھا دیجئے اس لئے کہ میں نے تم کی وجہ سے کہی دعا کا
رد نہیں کیا۔

گفت یارب اپیشیماقی خورد
دست خاید جامہ بارابر درد
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (معدن) پیشیمان ہوگا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑوں کو
پھاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکھانے کا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ
اس کو اس بولی کے سیکھنے سے نقصان ہوگا جو کہ اس کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت روتا پھر گیا
اور پریشان اور پیشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے
کہ ابھی نہ سکھایا جاوے آگے بولانا فرماتے ہیں کہ:-

نیست قدرت ہر کسے را سازگار
عجز بہتر مایہ پرہیزگار
یعنی ہر شخص کیلئے قدرت جو نامناسب نہیں ہے پرہیزگار کا سوا یہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین رو فقر آمد جا ودان کہ بقوے ماند و سبت نارسان
یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایہ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔
زال غنا و زال غنی مردود شد کہ ز قدرت صبر ہا مردود شد
یعنی غنا اور غنی ایسے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے ہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں از بلائے نفس پر حرص و غمان
یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص و غم کی بلاؤں سے عجز و فقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ
ہر شخص کیلئے صاحبِ قدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کی دولت موافق نہیں ہوتی
بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جبکہ فقر ہی کی بدولت تقوے نصیب ہے کہ چونکہ انکو کسی شے پر قدرت
نہیں ہے اور وہ کچھ کر بھی نہیں سکتے اسلئے ان کا تقوے درست ہے اور اگر کہیں خدا نخواستہ
ایسے طبیعت والے صاحبِ قدرت ہوتے تو یہ تو خدا جانے کیا غضب ڈالتے۔ کسی نے کہا ہے
کہ سے زائد نہ داشت تاب جمال بری ز خان + کچھ گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت۔

غرض کہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایہ فخر کہا جاتا ہے کہ طبائع ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہے
کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کر سینگے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ ان کو قدرت
تھی اور یہ نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلا بائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس انفس و شیطان کی بلاؤں
اور ان کے پسندوں سے امن و تقویٰ ہی میں ملتا ہے اسلئے کہ

آن غم آید ز آرزو ہائے فضول کہ بدان خود کردہ است آن مسیر غول

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جیسا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے

آرزوئے گل بود گلچزارہ را گل شکر گنوار و آن بیچارہ را

یعنی مٹی کی گمانیا لیکو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اُس بیچارہ کے گل شکر مضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب
یہ کہ غم و بلا ہائے شیطانی و نفسانی تو فضول فضائل آرزوؤں در پیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے
ہیں اور فضول آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں مال و دولت کے ہونے سے۔ لہذا اصل حربہ چیزوں کی
ہی حضرت مال و دولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کیسی ہی نعمت ہی ہو لیکن بعض آدمی کی موافق
نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جسکو مٹی کہاٹے کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کا تلب ہے اسکو

کل شکر بنعم ہی نہیں ہوتی حالانکہ کل شکر ظاہر ہے کہ کسی عمرہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اسی طرح دولت اگرچہ کسی ہی نفیس و لطیف کیونہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہیں ہے۔ بسا اسی طرح جانوروں کی بولی سمجھنا اور اس سے عبرت حاصل کرنا کیسا ہی اچھا کیونہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اسکو جتنا منع کیا جاتا تھا اس کا امر اور استیقا زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جسکو آگے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

بعد از ان وحی آمد از حضرت کہ رو	ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو
گفت نیز دان کہ بدہ بالیت او	بر کشا در اختیار آن دست او
اختیار آمد عبادت را نمک	ور نہ می گرد وینا خواہ این فلک
گردش اورانہ اجر و فو عقاب	کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب
جملہ عالم خود مسح آمدند	نیست آن سبج جیری سودمند
تسخ در دستش نہ از عجزش بکن	تا کہ غازی گرد و او یارہ زن
زانکہ گمرناشد آدم را اختیار	میم ز نمور غسل شد نیم مار
مومنان کان غسل ز نمور وار	کا فران خود کان ز ہرے ہچو مار
زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات	تا چو نخلے گشت رقی و حیات
باز کا فر خورد و شربت از صدید	ہم ز قوتش نہ ہر شد در دے پدید
الہام خدا عین الحیات	اہل تسویل جو اسم المات
در جہان این روح و شا باشن ہے	زا اختیارست و حفاظ و آگے

جملہ زندان چونکہ در زندان وند	مستی وز اہد و حق خوان شوند
چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل	ہین کہ تا سرمایہ نستاندا جل
قدرت سرمایہ سودست ہین	وقت قدرت را نگہدار و بین
آدمے بر خنک کر منت اسوار	در کف در کش عثمان اختیار
باز موسے داد پند اور اہ مہر	کہ مرادت زود خواہد کرد چہر
ترک این سودا بگو وز خود ترس	دیو داوست برائے نکر دس
ہین برود در سر خود کم طلب	کاین مرادت افگند در صد تعب
گفت بارے نطق سنگ کو بردست	نطق مرغ خانگی کابل پرست
گفت موسے ہین تو دانی در رسید	نطق این ہر دو شود بر تو پدید

اُسکے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جائے جو کچھ وہ کہے اُسکو ہر بانی سنے اور اس کی خواہش پوری کر کے اُسکو عاجز سے مختار بنائے تاکہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اختیار عبادت کیلئے ایسا ہے جیسا کہ کہا نیکی لئے نیک۔ کیونکہ ہمیں طرح کہنا نیک سے پسندیدہ ہوتا ہے یوں کلمات اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطراب تو آسمان بھی چکر کہا ہے لیکن اُس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کی وقت اختیار ہی کو ایک اعلیٰ وصفت سمجھا گیا اور یہی جتنی ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک میں معدوم ہے علیٰ ہذا تمام عالم تسبیح تہری کرتا ہے لیکن اُس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں دید و اور عجز کو رفع کر دو پھر دیکھو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ذکیٹی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اُسکو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کچھ ان میں شہد کی بھی ہو گئی اور کچھ نہانپ۔ یا یوں کہو کہ ہر ایک میں وہ شہد کی بھی ہو گیا اور میں وہ نہانپا میں ہوں

تو شہد کی بھی کی طرح کان شہد بین اور کافر معدن زہر حبس کہ سنا ہے کہ یہ کہ مومن اپنے
 اختیار کو کام میں لائے اور جہت محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی بھی کی طرح کان غسل ہو گئے اور کفار
 نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان غسل ہو نیکی
 و صبر ہے کہ انہوں نے عمرہ نباتات کہا نے ہیں اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اُس کا نتیجہ یہ
 ہوا کہ شہد کی طرح اُن کا تھوک مایہ حیات بن گیا (اعلہ اشارۃ الیہا هو المشہود من اندہ قال
 صلی اللہ علیہ وسلم سورہ المؤمن شفاء) اسکے خلاف کفار نے صدر بکفر سے غذا حاصل کی تو اس
 کی غذا سے اُسکے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحق چشمہ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات
 نفسانیہ کی تمسکات میں مبتلا ہیں وہ زہر بلابل ہو گئے۔ غرض کہ عالم میں تعریف اور شاباش اور واہ
 واہ سب اختیار اور محافظت حدود اور تقظہ کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی چلیخانہ میں جاتے ہیں
 سب متقی اور پارس اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہیں مگر کبھی بھی تعریف کی بات نہیں کہ
 جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے مگر متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت
 کو تم سے نہ چھین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس تمکو وقت قدرت کی حفاظت کرنی
 چاہئے اور اسے ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ آدمی اس پر کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اُسکے اور اک
 کے ماتھ میں اختیار کی باگ ہے ورنہ اُس میں اور اور میں کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا
 اب اصل تفسیر: جو نے علیہ السلام نے حقیقت سے پیر اُسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد
 تو بہت جلدی حاصل ہو جاوے گی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیالی کو چھوڑو اور اپنے نفس سے ڈرو۔
 دیکھو شیطان نے ذغائیلے ٹکڑے فریب دیا ہے جاؤ اور دوسری مولیٰ نہ لو کیونکہ اس مقصد سے
 بہت تکلیف ہو گی اُسے کہا اچھا زیادہ نہیں عرفہ ایک کئے کی زبان سکھلا دو جو سیکرہ دروازہ پر
 اور ایک مرغ خاک کی کی جو بازو کہ کتاب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جاتیر اہل
 حاصل ہو گیا۔ اور تمہارا ان دونوں کا نطق منکشت ہو گیا۔

شرح شبیری

حق تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا کہ اُسکو جو چیز وہ چاہتا ہے سکھلا دو

بعد ازاں وحی آمد از حضرت کہ روز ہر چہ می گوید بہ لطف خود شنو
یعنی اُسکے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (لے موسیٰ ۴) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف مہربانی سے
اُسکو سنو۔

گفت یزدان کہ بدہ بالیست از برکت اور اختیار ان دست او
یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کا مطلب دید و اور اختیار میں اُس کا ہاتھ کھول دے۔ مطلب یہ کہ اُسکے
ہاتھ جواب عجز کی وجہ سے بند رہے ہیں اُسکو کھول کر اُسکو اختیار کر دو۔ اور وہ جو چاہتا ہے
اُسکو بتا دو تاکہ ہم امتحان کر سکیں اسلئے کہ اجر و مواضع تو اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار ہو
اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواضع ہی کیا ہو گا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک ورنہ می گردد بنا خواہ این فلک
یعنی عبادت کیلئے اختیار نمک ہے ورنہ اضطرار تو یہ آسمان بھی گردش میں ہے۔

گردش اور انہ اجر و عقب کا اختیار آمد ہنر و وقت حساب
یعنی اُس کی گردش کیلئے نہ اجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے
مطلب یہ کہ جس طرح نمک سے کمانا پسند مدہ ہو جاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسند مدہ
ہو جاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش میں ہیں اضطرار یہ سب کام
میں ہیں لیکن چونکہ اُنکو اختیار نہیں ہے اسلئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی انکو اُس میں
عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ بیچارے اُس میں تلے ہوئے ہیں آگے
فرماتے ہیں کہ۔

حکم عالم خود مستح آمند نیست ذان تسبیح جبری سودمند
یعنی تمام عالم خود تسبیح ہے لیکن اس منظراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے۔ غرضکہ اصل شے ہر کام میں
اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجرتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کر دیتی ہے
آگے پیرا شاد باری ہے کہ

تبع و منش نماز عجزش کن تا کہ غازی گردد او یار ازل
یعنی اُسکے ہاتھ میں تلوار رکھ دو اور عجز سے اُسکو بر طرف کر دو تاکہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو

مطلب یہ کہ ارشاد ہو کہ اسکو سکھا دو تاکہ اُسکے بوجہ معلوم ہو کہ اُسکو اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اسنے سکھا ہی نہیں اُسوقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ

زانا کہ کر مناشد آدم را اختیار نیم زنبور عسل نیمش مار
یعنی اسلئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرنا ہوا ہے کہ وہ اختیار آدم یا تو شہد کی کہی ہے اور آدم یا سانپ ہے۔

مومنان کا بن عسل زنبور دار کا فراں خود کان زہر سے بچھو مار
یعنی مومن لوگ تو شہد کی کہی طرح شہد کی کان ہیں اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہیں
زانا کہ مومن خورد بگزیدہ نبات تا چون گل گشت رین اوجیات
یعنی اسلئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کھائی یہاں تک کہ شہد کی طرح اُس کا تنوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید ہم ز قوتش زہر شد در دے پدید
یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کھایا تو اُس کی روزی سے اُس میں زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب کہ انسان کو جو خلعت و لقت کس عطا کی آدم عطا ہوا ہے اُس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق با اختیار خود کرتا ہے لہذا اس کا اکرام ہوا اور نہ اُسکو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اختیار کے دو پہلو ہیں ایک تو اپنا مثل شہد کے اور ایک ہر مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق میں خرچ کیا تو اُن کو ہر ارب عالیہ نصیب ہوئے اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہذا اُنکو اُس کا بدلہ دیا ہی ملا۔ غرض کہ جیسا چاہئے کیا دیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اہل الہام خدا عین الحیات اہل تسویل ہوا اسم الحیات
یعنی الہام خداوندی داتے تو چشمہ حیات میں اور جو اُسے نفسانی کو سنوارنے والے موت زہر میں مغلوب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں وہ تو چشمہ حیات میں کہ ان کے ذریعے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے تابع ہیں وہ تو یا کہ زہر قاتل ہیں۔

در جهان این طرح دشوارش ہے ز اختیار راست و حفاظد آگے۔

یعنی دنیا میں یہ تعریف اور شہادت اور داد و احسان و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہ سے ہے مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھ لو کہ جسکی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس شخص نے کوئی کام اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو۔ اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کر لیا تو اُس کی کوئی بھی تعریف نہیں کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھائی اور بُرائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے اگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

حکم زندان چونکہ در زندان روند متقی و زاهد و حق خوان شوند

یعنی سارے بد معاش جبکہ قید خانہ میں جاتے ہیں تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا میں جب بد معاش لوگ قید خانہ میں جاتے ہیں تو کیسے نیک بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہیں اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُس وقت کی نیکوالی تمنا نہیں اسلئے کہ دیکھو اگر کوئی شخص کہے کہ میں (خدا بخواتم) اس قدر مدت چل میں رہا اور میں نے اُس میں رہتے ہوئے کسی کی چوری نہیں کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہیں۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں ہو اور تجھے چوری کا موقع بھی ملے اور پھر چوری نہ کرے پس اس طرح اگر بعد کرنے کے دوزخ میں جاتے وقت (نفوذ بالشرمنہ) کوئی توبہ کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا وہ توبہ کار آمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے توبہ تو اب تک کہ گناہ کر سکتے ہیں تمام سامان موجود ہیں اور پھر ایک خوف حق ہے جو اُس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرنے دیتا۔ یہ ہے اُس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جسکی وجہ سے کہ انسان کا اکرام ہوا ہے۔ سب نالائق و فاسق و بنا بعد اذھد یتنا و حب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قدرت رفت کا سندن عمل ہین کہ تاسہ پایہ ستاندا جل

یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہیں سرمایہ کو موت نہ لے لے مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار ہو کہیں موت آجائے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت آئیے پہلے پہلے عمل کر لو ورنہ اُس کے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جائیں گے۔

قدرت سر مایہ سود مست بین وقت قدرت را نگہدار و بہ بین
یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی حفاظت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو مطلب
یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت میں جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس پر
کام لو ورنہ اس کے بعد اسکو تلاش کرو گے اور اس کا کہیں پتہ نہ ہوگا۔

آدمی بہ زنگ کر مش سوار در کف در کش عنان اختیار
یعنی آدمی کر مٹا کے گہوڑے پر سوار ہے۔ اور اُسکے اور باگ کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے
مطلب یہ کہ انسان اگر حق کے گہوڑے پر سوار ہے اور باگ اُسکے ہاتھ میں اختیار کی ہے اگر اُسے
اُس باگ اختیار کو سیدھا کہتا اور راہ راست پر لیچلا تو وہ گہوڑا یعنی اکرام صحیح و سالم رہا اور یہ صاحب اکرام
اور مکرم ہے اور اگر اُس باگ اختیار کو میٹر ہار کہا اور کہیں بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گہوڑا کہیں گڈ ہے
وغیرہ میں جا پڑا اور اُسکے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور بیکار ہو گیا اور یہ شخص بھی صاحب اسپ صاحب
اکرام نہ رہا۔ غرض کہ اگر حق کے گہوڑے پر سوار ہے اور جو عذاب ہر وہ سب اس اختیار ہی کی
بدولت ہے۔ لہذا ارشاد حق ہوا کہ اسکو جو یہ کہتا ہے سبھا دو تاکہ یہ عاجز نہ رہے اُسکے بعد دیکھیں گے
کہ یہ اُس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بُری جگہ اُس طرف سے
یہ ارشاد ہوا لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اُس کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس شخص
کو ایک مرتبہ اور سمجھانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسیٰ داوید اور ابراہیم کہ مراد تو زرد خواہد کرد چہرہ
یعنی یہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو جو یہ نصیحت کی کہ اے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب
یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یا زرد اور یہ مراد تجھے بعد میں شرمندہ اور زرد کر دے گی
تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو در حق تبرس دیو دادست ہر اے مکر در س
یعنی ناس خیال کو چھوڑو اور خدا سے ڈر کہ تجھے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے
بین بر و در دوسر خود کم طلب کاین مراد تو انگند در عبد تعجب
یعنی ارے جا اپنا درد سرت ڈھونڈو کہ یہ مراد تجھے سیکھ دن مصیبتوں میں ڈال دے گی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے درگزر میں خیال شیطانی ہے تو بہت مصیبتیں
پڑ چکا غرض کہ جب بہت سمجھایا تو خداوندی کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغی کی ایک ٹانگ صرف اس
قدر کی ہوئی کہ پہلے تو تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے
اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہ گئی جسکو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

اُس طالب کا صرف مُرغ خانگی اور کتے کی زبان سیکھ لینے پر
قانع ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اسکو قبول فرمالینا
گفت بارے نطق سگ کو بردست نطق مرغ خانگی کا ہر دست

یعنی اُس شخص نے کہا کہ اچھا اُس کتے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اُس مرغ خانگی کی بولی جو کہ
پرندہ ہے مطلب یہ کہ اُسے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے
ہیں بولی سیکھ لو مجھے کہ ایک چوبایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور ہر بات دن میں کہہ سکتے
رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں تو میں یہی سمجھا کر دن اور سنا کر دن۔ غرض کہ جب اُسے نہ مانا تو موسیٰ علیہ
السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ بن تودانی در رسید نطق این ہر دو شود بر تو پدید
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لیگا ایران دونوں کی بولی تجھ پر ظاہر ہو جاوے گی
لے اتو مقصود دل گیا۔

شرح حبیبی

ایستاد او منتظر بر آستان
پارہ نان بیات آئنا زاد
گفت سگ کردی تو بر ما ظلم رو
عاجز م دردانه خوردن در وطن

با مداد ال آں برائے امتحان
خادمہ سقرہ بیفشاند و فتاد
در ر بود آنرا خرو سے چون گرد
دانہ گندم تو دانی خورد و من

کندم و جور او باقی خوب
 این لب نانی که قسم است آن
 پس خروش گفت تن زن غم مخور
 اسپ این خواجه سقط خواهد شد
 مر سگان را عید باشد مرگ اسپ
 اسپ را بفروخت چون بشنید مرد
 روز دیگر همچنان نان را را بود
 کائے خروس عشوه ده چندین دروغ
 اسپش گفتی سقط گرد و کجاست
 گفت او آن خروس با خبر
 اسپ را بفروخت حبت او از زیاں
 لیک فردا شترش گردد سقط
 زود افتد را فروشید آن حریص
 روز ثالث گفت سگ با آن خروس
 تا یک گونی دروغ لے بے فروغ
 گفت و بفروخت شتر اشتاب
 چون غلام او بمیرد ناہسا

تو توانی خورد من نے ای طروب
 می رُ بانی اینقدر را از سگان
 که عوض بد بد خدا زین به و گر
 روز فردا سیر خور کم کن حزن
 روزے وافر بود بے جہد و کسب
 پیش سگ شد آن خروس کاف و زور
 آن خروس و سگ بر و لب بر کشود
 طلے و کاذبے و بے فروغ
 کو را ختر گونی محرومے زلاست
 کہ سقط شد اسپ جائے دگر
 آن زیان انداخت او بر دیگران
 مر سگان را باشد این نعمت فقط
 یافت از غم و ز زیان آن دم محیص
 لے امیر کاذبان باطل و کوس
 دوغی ای نا اہل دوغی دوغ دوغ
 لیک فردا شتر غلام آید مصاب
 بر سگ و خواہندہ ریزند اقربا

این شنید و آن غلامش را فروخت
 شکرهای کرد و دشت دیها که من
 تازبان مرغ و سگ آموختم
 روز دیگر آن سگ محروم گفت
 چند چند آخر دروغ و کبر تو
 گفت حاشا از من و از جنس من
 ما خروسان چون موزن راست گو
 پاسبان آفتابیم از درون
 پاسبان آفتاب اندا و لیا
 اصل ما را حق پئے بانگ نماز
 گر به ناهنگام سبواز مارود
 گفت ناهنگام حی علی الفلاح
 آنکه معصوم آمد و پاک از غلط
 آن غلامش مرد پیش مستری
 او گریز ایند مالش را و لیک
 یک زیان دفع زیانهای شد
 پیش شایان در سیاست گسترے

راست از خسران در رخ را بر فروخت
 رستم از رسم واقعه اندر ز من
 دیده سوء القضا را دو ختم
 کائے خرویس ترا از خاک طاق جفت
 خود نیز در جز دروغ از و کبر تو
 که بگردیم از دروغی متبهن
 هم رقیب آفتاب و وقت جبر
 گر کنی بالائے ما طشتے نگو
 در بشر واقف از اسرار خدا
 داد و هدیه آدمی را در چهار
 در اذان آن مقل می شود
 خون ما را می کند خوار و مباح
 آن خرویس و حی جان آدم فقط
 شد زیان مستری آن یکمیری
 خون خود را ریخت اندر باب نیک
 جسم و مال باست جاندار افدے
 می دہی تو مال و سر را می خری

اعجمی چو گشته اندر قضا
 لیک فردا خواهد او مردن یقین
 صاحب خانه بخوابد مرد و رفت
 پارهای نان و لالنگ و طعام
 گاؤ قربان و ناهبائے تنک
 مرگ اسپ و اشتر و مرگ غلام
 از زیان مال و درد آن گریخت
 این ریخته هائے درویشان چراست
 تا بقائے خود نیابد سائکے
 دست که جنید بایشار و عل
 آکھ بد بربے اسید سود یا
 آن ویئے حق که خوئے حق گرفت
 او غنی است و جز او جمله فقیر
 تانہ بیند کودکے کہ سیبست
 این همه بازار بہر این غرض
 صد متاع خوب عرضه می کنند
 یک سلائے نشنوی ای مرد دین

می گریزانی ز داور مال را
 گاؤ خوابد گشت وارث در حنین
 روز فردا نک رسیده بولت رفت
 در میان کوئی یا بد خاص و عام
 بر سگان و سائلان نیز دسبک
 بد قضا گردان این مغرور خام
 مال افزون کرد و خون غلش ریخت
 کان بلا بر تن بقائے جانهاست
 چون کند تن را سقیم و باکے
 تانہ بیند داده را جانش بدل
 آن خدایت آن خدایت آن خدا
 نور گشت و تابش مطلق گرفت
 کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
 او پیاز گندہ را نہ ہر دست
 بر دکانہا شستہ بہر این عوض
 و اندرون دل عوضهای تنند
 کہ نگیرد آخرت آن آستین

من سلامے لے برادر اسلام	بے طعن شنیدہ ام از خاص عام
خانہ خانہ جا بجا و کو بکو	جو سلام حق تو ہین آنرا بجو
ہم پیام حق شنیدم ہم سلام	از دیان آدمے خوش مشام
من بھی خوشم بدل خوشتر ز جان	وین سلام باقیان بر بے آن
کاتش اندر دودمان خود ز دست	زان سلام او سلام حق شدہ است
زان بود اسرار حقش در دلب	مردہ است از خود شد روزندہ برب
رنج این تن لوح را پائند گیت	مردن تن در ریاضت زند گیت

وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے خدمت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کی وقت امتحان کیلئے دروازہ پر منتظر ہو کر کھڑا ہوا کہ دیکھوں میں کتے اور مرغ کی زبان سمجھتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں خادمہ آئی اور اس نے دسترخوان بھارا اس میں سے رات کے کھانے کے بچے کچے ٹکڑے نیچے گرے ان کے گرتے ہی انکو مرغ اس طرح سے اڑا جس طرح وہ اس کے پاس گرہوں پر دیکھ کر کتے نے کہا کہ باؤ بی تنے تو میرا غلام کیا تو غلہ بھی کھا لیتا ہے اور میں مکان میں غلہ کھا نہیں سکتا تو تو گھوٹوں جو۔ اور ہر قسم کا علاج کھا لیتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا۔ ہمارا حصہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سوا سکو بھی اڑا لیا جاتا ہے اور اتنا بھی ہون نہیں دیتا اسپر مرغ نے اس سے کہا کہ ذرا خاموش رہہ رنج مت کہ خدا تجھے اس کا عوض اس سے بہتر دیگا کل کو میان کا گھوڑا مر گیا تو خوب بیٹ بھر کر کہا نا غنیدہ مت جو جب گھوڑا مر گیا تو کتوں کی عید ہوگی اور بے زحمت و مشقت بہت سارزق ملیگا۔ یہ سن کر اس نے گھوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کہ کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دو سکر دن بھی اسی طرح مرغ نے روٹی اڑالی اور کتے نے پیر شکایت کی اور کہا کہ او فری مرغے اتنا بھوٹ۔ تو ظالم ہے تو بڑا جو ما ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہیں تو نے جو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا بتاؤ کبھی کہاں مرا تو اپنی پیشین گوئیوں کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے واقف کار مرغ نے

جواب دیا کہ مرا قہے مگر دوسری جاگیر ہے۔ میان نہا سکو۔ بیچ دیا اور وہ نقصان سے بچ گئے اور وہ نقصان دوسرے کے سر ڈال دیا لیکن تو کہہ نہیں کہل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتوں ہی کا حصہ ہو گا یہ سنکر اُس حریف نے اونٹ کو بھی بیچ دیا اور رنج اور نقصان سے چھوٹ گیا تیسرے روز کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹوں کے صاحب ذہبت و نشان بادشاہ تو کلب تک چھوٹ ہو کر مجھے فریب دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو سر اسر فریب بالکل رہو گا اور مجسم دعا ہے اُسے کہا میں کیا کروں اُسے فوراً ہی اونٹ کو بیچ دیا۔ اچھا تو صبر کر کہل کو اس کا غلام مر گیا اور جب غلام مر گیا تو عزیز و اقارب کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دین گئے اُسے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچ ڈالا۔ اور اس طرح نقصان سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کئے اور بہت خوشیاں منائیں کہ میں فی الحال تین واقعوں سے بچ گیا جب کہ میں نے جانوروں کی زبان سیکھی ہے سو القضا کی آنکھ بند کر دی کہ وہ مجھے نقصان نہ بھیجی سکی۔ دیکھو کہ میں پھر اُس محروم کتے نے کہا کہ او فضول گو مرغے وہ تیری یہ ہودہ بیشین کو میان کہاں ہیں۔ تیرے مگر ادھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے آشیانہ میں بالکل چھوٹ ہی چھوٹ پھر ہوا ہے اور اُس سے چھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو مجسم چھوٹ ہو۔ اُسے کہا کہ میں اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ چھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی طرح پٹھے ہیں ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے تلاشی رہتے ہیں اگر ہم پر طشت بھی ڈالنا پڑا جاو تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگاہی کرتے ہیں۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جطرح جانوروں میں مرغ آفتاب کا نگران ہے یوں ہی آدمیوں میں بال اللہ آفتاب جطقی کے نگران اور اُس کے سوار سے واقف ہیں۔ اسکو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہیں اُس کے بعد مرغ نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے ہر اجد کو نماز کی اطلاع کیلئے آدم علیہ السلام کو منجملہ دیگر سامان کے عطا فرمایا تھا اگر کسی دن بیوقت اذان دینے میں ہم سے سہو ہو جاتا ہے اور ہم سہواً ایسا کر بیٹھتے ہیں تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ہمارے بیوقت جمعی علی الغلایہ کہنے سے ہمارا خون ناقابل وقعت اور مباح ہو جاتا ہے اور ہر کوئی کچ کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہیں کہ غلطی سے جو مظلومین وہ وہی مرغ حق سبحانہ میں جن کی انواع ملہم من اللہ ہیں یعنی اہل اللہ خواہ انعموں کا ہوں وہ سب البعض موعلیٰ انھیں یعنی انبیاء و کما ہوا لہم اللہ سہو رہے مضمون استطراداً بیان کر کے پھر مقلد مرغ

بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرض نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ غلام مشتری کے یہاں مراہو
اور اُس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اُسے اپنا مال ہلاکت
سے بچالیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اسے اپنا غنیمت کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانوں
کا دفعیہ ہوجاتا کیونکہ ہمارا مال ہماری جانوں کا فدیہ ہے ان پر آفت آنے سے جان کی آفت ٹل جاتی ہے
مقدمت میں حکام کے یہاں تو تم مال صرف کر کے جان بچا لیتے ہو لیکن فضل الہی کے بارہ میں تم نادان
کیون ہو گئے ہو اور خدا سے مال کو کیوں بچاتے ہو۔ یہ غفلت استغرافی ختم کر کے پھر مرض کا مقولہ بیان کر دو
ہیں اور کہتے ہیں کہ مرض نے کہا کہ یہ سب کچھ ہو لیکن کل کو وہ خود مر گیا اور وارث اُس کے ماتم میں گائے
نزع کیسے کل جب میان مریں گے اس وقت تجھ سے جتنا کہا یا جاوے کہا نا۔ روٹیوں بکھڑے لنگر اور
کہانے خوب سیم ہو گئے اب رگلی میں کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملیگا اور قربانی کی گائے اور چبائیاں کتنی
اور سائلوں سے کون خوب ملیں گی۔ یہاں تک مرض کا مقولہ ختم ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گھوڑی اور نٹ
اور غلام کا مرنا اس حقیقت دیکھا کہ انہوں نے شخص کی جان سے ہلا کر دفع کر ڈالا تھا لیکن اُسے مال کے نقصان
اور اُس کی تحلیف کو گوارا نہ کیا اب مال کو بڑھا کر اپنی جان دی۔ تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتیں کیوں کرتے
ہیں اُس کا رازی ہی ہے کہ جسم پر مصیبت اُٹھا کر جان کو بچاتے ہیں کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا
ذریعہ ہے سمجھو تو یہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھو گا اس وقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے
مریض اور زنا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایشیاء اور اپنے فعل کا بدل نہیں دیکھ لیتا اس وقت ایشیاء
و عمل کیلئے اُس کا ہاتھل نہیں سکتا۔ جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہے صرف خدا ہے
اور اُس کے بعد وہ دلی حق جو مخلوق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اس سراسر نور میں کیا اور تائش مطلق حاصل کر لی وہ غنی اور
بیمعرض ہے اُس کے علاوہ جتنے ہیں سب محتاج غرض میں اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دی سکتا ہے بچوں
ہی کو دیکھ لو کہ جب تک وہ سب نہیں دیکھ لیتے اور یہ نہیں سمجھ لیتے کہ بیاز دیکھو کہ سب ملیگا اس
وقت تک وہ سڑے ہوئے پیاز کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے یہ جتنے بازار میں سب غرض ہی کیلئے
ہیں اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف عوض کی خاطر گوشت سم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے
رکھتے ہیں مگر ملین غرض رکھتے ہیں تم کوئی سلام ایسا نہ سونگے جو اخیر میں کسی بدکسی وقت تمہاری
آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو۔ یہاں میں نے تو نہ کسی خاص سے بے غرض سلام

سنا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ ضرور بغرض ہوتا ہے۔ پس اسکو گہر گہر چکی چکی جگہ جگہ ڈبوٹو ہو۔ بعض خوش دماغ آدمیوں (اہل اللہ) کے منہ سے میں نے پیام حق سنا ہے بس اور دن کا سلام میں اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کیسا تھا سنا ہوں کہ شاید ان میں کوئی سلام حق سبحانی دیا جو اسے یاد ہے کہ یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اسلئے میں انہیں سنا ہوں اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سامان رستی جلادیا۔ اور غنائی فی الحقی ہو گئے وہ اپنے سے مردہ اور خدا کیساتھ زندہ ہیں یعنی غائی فی الحقی اور باقی باقی ہیں اسلئے ان کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ ریاضت میں جسم کا فنا ہو جانا یہ مرنا نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے ادا جس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہیں۔

شرح شبیری

بامداد ان برائے امتحان ایستاد او منتظر بر آستان
یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کی واسطے جو کھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا۔
خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد پارہ نان بیات آنا ز زاد
یعنی خادمہ نے دسترخوان چھڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کھانیکے آٹھار تھے گرے
دور بود آنرا خرو سے چون گرو گفت سگ کردی تو بر ما ظلم کرد
یعنی اسکو مرغ گر دی شے کی طرح لے ہوا کہ تو کہتے تے کہا کہ ارے جا تو نے ہم پر (ہبت) ظلم کیا۔ مطلب
یہ کہ مرغ اس ٹکڑے کو اس طرح لے اڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چھوڑا کر لیکر ہمارا کتاب ہے
دانہ گندم تو دانی خور دروسن عاجز ہم دردانہ خور دن و در وطن
یعنی تو تو گہوہوں کا دانہ کھانا جانتا ہے اور میں گہوہیں دانہ کھانے سے عاجز ہوں۔
گندم و جو را د باقی خوب می تو اتنی خور دو نے من ہی طرح
یعنی ارے مخرے گہوہوں کو اور جو کو اور باقی دانوں کو تو تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں
(کھا سکتا)۔

این لب نانے کہ قسم ملت آن می ربائی اینقدر را از سگان
یعنی یہ ٹکڑہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتوں سے اچک لیتا ہے یعنی تو سہک رہی
ہیں کہا نے دیتا۔

مُرنے کا کتے کو جواب

پس خروش گفت تن زن غم خود کہ خدا بد ہر عوض زمین بہ درگر
یعنی تب مرنے نے اُس کتے سے کہا کہ چپ روٹم مت کہا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دینگے
اسپ این خواہ سقط خواہ شدن روز فردا سپیر خور کم کن حزن
یعنی کل کو اس آقا کا گہوڑا امر کیا تو تو خوب سپیر جو کہ کہا ناغم کو کم کر۔
مر سگان را عید باشت در گاسپ روزی دافر بود بے بھمد و کسب
یعنی کتوں کو تو گہوڑے کا مرنا عید کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے بہر پر روزی ملتی ہے۔
اسپ را فروخت چون بشنید مرد پیش سگ شد آن خرد سگ دُر زرد
یعنی اس نے جو سنا تو گہوڑے کو فروخت کر دیا تب تو کتے کے اُگے وہ مرغا شرمندہ ہوا کہ بات
غلط تھی!

روز دیگر همچنان نان را رلود آن خروس و سگ ہر دلب بر کشود
یعنی دوسرے دن بھی اسی طرح روٹی کو وہ مرغا لے جاکا تو کتے نے اُس سے کہا۔
کائے خروس عشوہ دہ چندین مرغ ظالمی و کاذبی دے فردغ
یعنی کہ اے مرغے مکار اتنا جھوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔
اکش گفتی سقط گرد کجاست کو را ختر گوئی محرومے ز راست
یعنی جس گہوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندھا ستاروں کا بتا نیوالا
اور تو سچ سے محروم ہے۔ مطلب یہ کہ کتے نے کہا کہ اسے مرغ تو بڑا چھوٹا ہے تو اُس اندھے
کی مثل ہے جو کہ باوجود اندھے ہونے کے کہے کہ میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں ایلا تجھے کیا
خبر تھی کہ گہوڑا امر کیا تو نے فضول علی الٹپ ہی بانک دلا کہ وہ مرے گا تو تو کہا لینا

گفت اور اُن خروس یا خبر کہ سقط است اسب او جاؤ دگر
یعنی اُس مرغ یا خبر نے کہا اس کا گہوڑا دوسری جگہ جا کر مر گیا ہے۔
اسب اور فروخت جبت ادا از زبان اُن زبان انداخت او ہر دیگران
یعنی گہوڑے کو اُس نے فروخت کر دیا اور نقصان سے (بظاہر) بچ گیا (لیکن) اُس نے اُس نقصان
کو دوسروں پر ڈال دیا۔ یعنی جس بیچارہ نے گہوڑا خریدا ہے اس نے اپنا نقصان اُس پر ڈالا کہ اب
اُسے نقصان ہوا۔

لیک فردا استرش کرد سقط مر سگانرا باشت این نعمت فقط
یعنی لیکن کل کو اُس کا فخر مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتوں ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اُس
مرغ نے کہا کہ اگرچہ یہ گہوڑے کو فروخت کر آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا فخر مر جاویگا
تو تو اسکو خوب کہانا۔

زود استر افروشد آن حرص یافت از غم و ز زبان آنم مییں
یعنی اُس حرص نے جلدی سے فخر کو بھی فروخت کر دیا اور غم اور نقصان سے اُس وقت چھٹکارا
پالیا۔ مطلب یہ کہ اسکو سنکر وہ آقا صاحب اُس فخر کو بھی فروخت کر آئے اور اسوقت اس
نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مر تا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اسوقت نقصان
سے خلاصی پائی۔ لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اسی طرح بڑے گی
روز نالت گفت سگ با آن خروس اے امیر کا زبان باطل و کوس
یعنی تیسرے دن کتے نے مرغ سے کہا کہ اے جھوٹون کے ہاوشاہ مع ثل کو کوس کے یعنی
توڑنے کی چوٹ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تلبے کوئی دروغ بے فروغ دروغی لے ناہل دروغی دروغ دوغ
یعنی یہ بے دروغی چوٹ تو تک بے لگا۔ لے نا لاتی تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے
اور جھوٹا ہے (دوغ سے مراد جھوٹا اور کبریا والا ہے دروغ اصل معنی تو اس کے چہا چہ کے ہیں)

گفت اور فروخت استر اشتاب لیک فردا لیش غلام آید مصاب
یعنی مرغ نے کہا کہ اُس نے فخر کو تو جلدی سے فروخت کر دیا لیکن کل کو اُس کا غلام مصیبت ہوگا

یعنی کل کو اُس کا غلام مرے گا۔

جون غلام اور میرد نان ہا ہر سگ و خواہندہ ریزند اقربا
یعنی جب اُس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتون اور فقیر و ن کو روئیاں دین گے۔
ابن شنید و آن غلامش را فروخت رست از خسران رخ را بر فروخت
یعنی (اُس نے) یہ سنا اور اپنے اُس غلام کو فروخت کر دیا اور (ظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا
اور چہرہ کو روشن کر لیا۔ مطلب یہ کہ اُس غلام کو فروخت کر کے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب
نقصانوں سے بچے لیکن ابھی خبر نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکر ہامی کرد و شاہبا کہ من رستم از سہ واقفہ انداز من
یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیاں کرتا تھا کہ میں زمانہ میں تین واقفوں سے چھوٹ گیا۔
تازبان مرغ و سگ آموختم ویدہ سوء القضا را دو ختم
یعنی جبکہ میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو میں نے سوء القضا کی آنکھ کو سی دیا۔ مطلب
یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میں نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے تو میں دیکھو
تین نقصانوں سے بچ گیا اور اب مجھے سوء القضا کا داؤ نہیں چل سکتا۔ میں نے اب تو قضا و قدر
سب کو ہر دیا۔ اب میں کسی سے دب نہیں سکتا اسلئے کہ میرا جو نقصان ہو نہ والا ہوگا اسکو فوراً ہی لگ
کر دیا کروں گا۔ غرض کہ وہ اس میں خوش ہوتا تھا۔ اندر یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھ پر ہی ہے غرض کہ
اب یہ بیمار مرغ کو کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اُس سے اسقدر وعدے کئے اور ایک بھی
پورا نہوا تو آگے اُسکے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر دینے کے واقعہ
کو بیان فرماتے ہیں۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدوں غلط ہو جائیسے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ محروم گفت کاٹے خر و س ز آزاخا و طاق و جفت
یعنی دوسرے دن اُس محروم کتے نے کہا کہ اے مرغ سپردہ گو وہ طاق و جفت (دو وعدے) کہاں ہیں
یعنی تو نے جو مختلف وعدے مجھے کئے تھے بتاؤ کہاں ہیں۔

چند چند آخر دروغ و مکر تو خود نپیر و جز دروغ از و کر تو۔
یعنی تیرا کر اور جھوٹ آخر کہا تک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہیں
مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت جاش از من و از جنس من کہ بگردیم از دروغ ممتہن
یعنی اُسے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہوں
ماخروسان چون موزن است گو ہم رقیب آفتاب و وقت جو
یعنی ہم مرغے مثل موزن کے راست گو ہیں۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہیں اور وقت کے تلاش
کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پر اذان دیتے ہیں تو
پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون گر کنی بالائے ماطشتے نگون
یعنی ہم پاسبان آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر اونڈھا کر دو۔
مطلب یہ کہ اگر تم میں کسی چیز کے اندر بندھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لیں گے
مولا نافرمانے ہیں کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا در بشر واقفہ اسرار خدا
یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہیں اور (صورت) بشر میں اسرار خدا سے واقف ہیں
مطلب یہ کہ جس طرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہو نیکی کے آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب
ہو نیکی کو معلوم کر لیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری میں جو کہ حجاب ہے مشاہدہ اسرار
حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آگے پھر مرغے کا قول ہے کہ۔

اعل مارا حق پئے بانگ ناز داد ہدیہ آدمی را در جہاز
یعنی ہمارے بابا و اجداد کو بانگ ناز کیلئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز میں دیا ہے۔ مطلب یہ کہ
مرغ اولاکہ ہم ایسے راست گو ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزیں عنایت فرمائیں تو بخلہ ان کی
ایک مرغ جو ہمارے بابا و اجداد میں سے تھا ناز کا وقت بتا نیکی عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست
گوئی پر دلیل ملتی ہے اور ہماری راست گوئی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر یہ ناہنگام سہم از مارود در اذان آن مقل مامی شود

یعنی اگر ناوقت میں ہم سے اذان میں سہم ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے
(پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اُسکو خوش سمجھ کر ذبح کر دیتے تھے) تو اس
مرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہم بھی ہو تو گردن ماری جاوے
پھر ہم جھوٹ کیسے بولیں۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح خون مارامی کتد خوار و مباح

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط آن خردوس وحی جان آمد فقط

یعنی وہ کہ معصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خردوس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ معصوم غلطی
سے وہ حضرات ہی ہیں جو کہ ہم میں مشرکین۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہیں
مارے جاتے ہیں۔ لہذا معلوم ہو کہ ہم اکثر امور میں سچے ہی ہیں

آن غلامش مرویش مشتری شد زریان مشتری آن یکسری

یعنی وہ اُس کا غلام خریدار کے پاس گر گیا۔ اور خریدار کیلئے سسرال نقصان ہوا

اگر زریاندالش را دلیک خون خود را زینت اندر یابینیک

یعنی اُس نے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو رنجتہ کر لیا۔ اسکو خوب سمجھ لے۔ مطلب یہ کہ
اُسپر ایک بلا آئی تو مالی سواو ل اُسکے مال پر لڑائی اُسے اُسکو فروخت کرنا شروع کر دیا تو اب خود
اُسپر بڑے لگی۔ اور اُس مال کے علیحدہ کرنے سے اسنے اپنا خون رنجتہ کر لیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یک زریان دفع زبانهامی شدی جسم و مال است جانہارا فرے

یعنی ایک نقصان بہت نقصان است کا دھچکا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا قریب ہے

میش شاپان درسیاست گستری می دہی تو مال و سسرای خری

یعنی بلا شاپان کے سامنے سیاست گستری میں تم مال دیتے ہو اور سسر کو خرید لیتے ہو۔

اچی چون گشتہ اندر قضا می گر زانی زداور مال را

یعنی تو قضائیں کیا انجان بن گیا ہے کہ حق تعالیٰ سے مال کو الگ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں

اگر کہین پھنس جاتے ہو۔ اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جانکو چھڑا لیتے ہو تو اگر قصاص حق میں
تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ
میں ڈالتے ہو۔

زانکہ مالیت بر تو گر صدقہ شود آن زیانے نیست سود تو بجز
یعنی اسلئے کہ اگر تیرا مال تجھ پر مست ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہو گا (اسلئے
کہ مال دیکر جان بچ جاوے گی)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فر دا خواہد او مردن یقین گا دُخو اہل گشت وارث و حنین
یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مرے گا۔ اور ہم میں وارث لوگ گائے کا میں گے۔

صاحب خانہ بخواہد مرد و رفت روز فردا نک رسیدت لوت رفت
یعنی صاحب خانہ مرے گا اور جاوے گا تو کل کو یہ تجھے غذائے عظیم ملیگی (اور وہ غذا یہ ہے کہ
پارہائے نان و لالنگ طعام در میان کوٹے یا بد خاص و عام
یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کہانے کا لنگر محلہ میں خاص و عام سب کو ملے گا۔

گاؤ قربانی و ناہائے تنک برسگان و سائلان ریزد سبک
یعنی قربانی کی گائے اور پٹیلے کتوں اور سائلوں پر جلدی جلدی کریں گے۔

مرگ اسب داشت و مرگ غلام بد قضا گر دان این مغرور خام
یعنی گھوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا گر دان تھی۔ یعنی ان کی موت
اس پر سے تھا بلجاتی اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال در دآن گر بخت مال خزون کرد و خون خویش بخت
یعنی مال کے نقصان اور اسکے درد سے بہا کا مال تو زیادہ کر لیا اور پنا خون بخت کیا مولانا فرماتی
ہیں کہ۔

این ریاضت ہمار و دلیشان چہست کاین بلا بر تن بقائے جانہا است

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کس لئے ہیں اس لئے ہیں کہ بد نیر ملا کا جو ناجان کیلئے بقا ہے یعنی اولیاء
جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کر کے جان کی حفاظت
کرتی ہیں اور بغیر اس تن کی بقا ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تالیقائے خود نہ بدیند سالکے چون کنند تن را سقیم و ہالکے
یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقا نہ دیکھے تو اپنے بدن کی سقیم و ہالک کس طرح کرے
یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بقاء خدا کس تن کے مجھے بقا ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیوں مجاہدات
کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افتاد تن میں اتجاہ جان کو مشاہدہ کر لیا ہے
دست کو جنبد بایستار و عمل تانہ بدیند ادہ را جانش بدل
یعنی ہاتھ یا تھیا ر و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھے یعنی بے
اسکے کہ ان اپنی کوئی غرض نہ دیکھے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بد ہر پے امید و سود ہا آن خدا نیست آن خدا نیست خدا
یعنی جو کہ بے کسی امید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا مطلب یہ ہے
کہ حق بقائے کمال افعال معلیٰ لا اعراض ہا معلل نہیں ہوتے ان میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر ان سے کسی اپنی
غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے
یا ولی حق کہ غوئے حق گرفت نور گشت و تابش مطلق گرفت
یعنی یا ولی حق جسے کہ غوئے حق اختیار کر لی اور نور ہو گیا اور تابش مطلق لیلی مطلب یہ کہ یا
تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ کہ فنا فی الحق ہو گئے ہیں مگر فرق اس قدر
ہے کہ حق تعالیٰ کے عطا میں تو بالکل غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور
اولیاء اللہ میں غرض دوسرے کی غالب ہوتی ہے اور اپنی خلوب۔ تو گو یا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں
مثلاً وہ ارشاد ہدایت کرتے ہیں تو اس میں انکو دوسروں کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے نسبت
اپنی مصالح کے اور یہ امر شاہد ہے اور یہ اس لئے ہے کہ۔

کو غنی است و جز او مجملہ فقیر کے فقیر بے عوض گوید کہ گیر
یعنی اس لئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اسکے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب ہوتا ہے کہ لے۔

یعنی اگر کسی غیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو جب دیکھا جب تک کہ اس کو اس کا کوئی بدلہ نہ ملے
اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہیں کہ ان کا جب تک کسی عوض کی امید نہیں ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہیں
ہوتی اس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہیں کرتے اور اولیاء الشریعہ اپنی کسی غرض غالب کے قلع بھرنے جاتے
ہیں تاکہ اہل دنیا کی مثال نہ بنیں۔

این همه بازار ہر این غرض بر دکانہا شستہ بر بوی عوض
یعنی یہ سب اہل بازار اس غرض کی واسطہ و قانون پر عوض کی طلب میں بیٹھے ہوئے ہیں
مستلح خوب غصہ نہیں میکنند و اندرون دل عوض ہامی کنند

یعنی سیکڑوں عوام اس بلبلیش کرتے ہیں اور دل میں عوض کو تن رہے ہیں یعنی اہل بازار
خوب چیزیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی غیر خواہ ہیں مگر دل میں روپیہ کا
حساب نگاہ رہے ہیں تو دیکھتے بے عوض کے کوئی کام نہیں کرتے۔

یک سلامی شنوی او مردیں کہ نگہ آخرت آن استین
یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر میں وہ استین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا
وہ بھی بے غرض نہیں آخر میں ضرور کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع شنیدہ ام از خاص و عام من سلامے لے برادر و السلام
یعنی بے طمع کے من نے خاص و عام سے لے یہاں کوئی سلام نہیں سنا ہے والسلام یعنی
اگر کسی نے سلام بھی کیا اس میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جو سلام حق تو ہاں آنرا بجز خانہ خانہ جا بجا و کو بہ کو
یعنی سوائے سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) یاں تو اسی کو گہر گہر اور جگہ جگہ اور کوہ کوہ
تلاش کر اب یہاں کیسے کو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہاں سے دیکھا تو بتاتے ہیں کہ

از دہان آدمی خوش مشام ہم پیام حق شنیدیم ہم سلام
یعنی آدمی خوش مشام کے من سے میں نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام حق یہی مطلب
یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام دریاں جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو
حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کرواؤ اور اللہ تعالیٰ میں ملیگا۔

دین سلام باقیان بر بودگان من بھی تو ششم بدل خوشتر زبان
یعنی اور یہ سلام باقیوں کا اسی کی اُمید میں دل و جان سے سنتا ہوں یعنی اور تو گونگ سلام
جو سنتا ہوں یہ بھی صرف اسلئے کہ ان ہی میں بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہیں۔ تو شاید کسی ولی کا
سلام نصیب ہو جاوے۔

زبان سلام اور سلام حق شدہ است کانش اندر دودمان خود دست
یعنی اسلئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اسے اپنے فائدان میں آگ لگائی ہے یعنی چونکہ
یہ فانی الٰہی جو چک ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

مردہ است از خود شدہ زندہ برب زبان بود اسرار بخش درد لب
یعنی اپنے سے تو مردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اسلئے اسرار حق اسکے دھون لبوں میں ہیں یعنی
چونکہ فانی الٰہی جو چک ہے لہذا اسرار حق اسکو معلوم ہونے لگے ہیں۔

مردن تن در ریاضت زندگیت رنج این تن روح را پائیدگیت
یعنی تن کا ریاضت میں فنا ہونا زندگی (جان) ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کیلئے تھا ہے

شرح حبیبی

می شنود او از خروش این حدیث
بر درِ موسیٰ کلیم اللہ رفت
کہ مرا فریاد رس زین اے کلیم
چونکہ استا گشتہ بر جہ ز چہ
کیسہ وہمیا نہارا کن د و تو
کہ در آئینہ عیان شد مرثرا

گوش بہادہ بُدان مردِ خیمیت
چو شنید اینہار وال شد تیز رفت
رو بھی مالید بر خاک او ز بیم
گفت رو بفروش خود را و برہ
بر مسلمانان زیاں انداز تو
من درونِ خشت دیدم این قضا

عاقل اول بیت را آخر را بیدل
 باز زاری کرد کای نیکو خصال
 از من آن آمد که بودم ناسزا
 گفت تیر و جشت از دست و پیر
 لیک در خواهم ز نیکو داور
 چونکه ایمان برده باشی زنده
 هم در آن دم حال بر خواجہ بگشت
 شورش مرگ ست نه بیفطه طعام
 چاکس بر دند تا سوئے و ثاق
 پسند موسی نشنوی شوخی کنی
 شرم ناید تیغ را از جان تو
 موسی آمد در مناجات آن سحر
 بادشاهی کن بر و بخت که او
 گفتش این علم نه در خورد تست
 دست را بر آرد با آنکس زنده
 ستر غیب آنرا سزاد آموختن
 در خور در یانش جز مرغ آب

اندر آخر بیت را از دانش مقل
 مرمرادر سر مزین در و مال
 ناسزا ایم را تو ده حسن الجزا
 نیست نیت کایدا و پاسبان
 تا که ایمان آن زمان با خود بر
 چونکه با ایمان روی پائنده
 تا دلش شورید آوردند طشت
 قه چه سودت دارد اگر بخت خام
 ساق میالید او بر پشت ساق
 خوشتن بر تیغ فولادی زنی
 آن تست این ای برادر آن تو
 کائے خدا ایمان از وستان مبر
 سهو کرده خیره بروئی و غلو
 دفع پندارید قلم را و تست
 که عصاره دوستش از در با کند
 که زلفت لب تو اند دوختن
 نعم کن والله اعلم بالصواب

او بدر یارفت و مرغابی نبود
 کرداجا بست آن دعا را کردگار
 گفت بخشیدم با و ایامان نعم
 بلکه جمله مُردگان خاک را
 گفت موسی این جهان مُردوست
 این فناجا چون جهان بود نیست
 رحمتی افشان برایشا هم کنون
 تا بدانی که زیان جسم و مال
 پس ریاضت را بجان شو مشتری
 در ریاضت آیدت بے اختیار
 چون حقت داد این ریاضت کمر کن
 این حکایت نو و وعظی شمر

گشت غنیمت دست گیر تن و دود
 رحم فرمودش بجز و افتقار
 و تو خواهی این زمان زنده باشی نعم
 زنده سزیم این زمان میر تو
 آنجهان انگیز کا بخاروشن است
 باز گشت عاریت بس سود نیست
 در نهانخانه لدیس محضرون
 سود جان باشد بر باند از و بال
 چون سپردی تن بخدمت جان کسی
 بنهر شکانه ده لے کامیار
 تو نکردی او کشیدت ز امر کن
 تا نگردی خسته از نقص و ضرر

جب مرغایہ باتین کرد با تھا تو کا کان لگائے ہوئے اُسکی یہ باتیں سن رہا تھا جب اُسنے اپنا
 مرنا سننا تو بہت اگہر باب اور موسی علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خوف کے مارے
 منہ کو خاک پر ملتا تھا کہ کہتا تھا کہ لے لکیم مجھے اس بلا سے بچائیے موسی علیہ السلام نے فرمایا جا
 ہ اپنے کو بچا کہ اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو در قضا میں بڑا ماہر ہو گیا ہے کہ تو میں سے
 کیون نہیں نکلتا تا نکل جا اور مسلمانوں کو نقصان پہونچا کر اپنی تھیلی اور ہمایاں زہر ارے احمدی حقیقت
 کہ اس آئینہ کو جلا نہیں ہوتی تھی میں تو اسی وقت اس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ

صیقل پونے پر ہی دیکھ لے یعنی میں نے بہت دیر میں سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا اور تو نے اس وقت یہ کہا جبکہ بالکل تیرے سامنے آگیا عاقل جو ہوتے ہیں وہ انجام کو اول ہی میں دیکھ لیتے ہیں اور عقل سے بے بہرہ لوگ آخر میں دیکھتے ہیں وہ پھر رویا اور کہا کہ حضور ہلگو ہلگو کر میسر میں جوتیان نہ ماریں اور مجھے شرمندہ نہ کریں واقعی مجھے نالائق سے نالائق ہو گئی۔ آپ میری نالائقی کا مبادیہ بھلائی سے فرما دیں۔ فرمایا کہ اب تو تیرا گناہ سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہیں کہ وہ واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت اس کی درخواست کروں گا کہ تیرا ایمان پر فائز ہو جب تیرا ایمان پر فائز ہوگا تو تو واقع میں زہرہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لیکھا تو تو حقیقت میں باقی ہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اُس کی حالت بگڑتی شروع ہوئی تھے کہ اُس کا جی متلایا اور لگ تھے کہ اُنے طشت لائے کوئی اس کے کہ یہ موت کا ہیجان ہے یہ بد بختی کی تھی نہیں ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بد نصیب احمق تجھے اس کے کچھ نفع نہ ہوگا۔ غرض کہ چار شخص اسے چار پائی پر لٹا کر اُس کے گہر لیکھے اور وہ نزع کی حالت میں پنڈلی سے پنڈلی رگڑتا تھا اس کوئی کہے کہ احمق تو موسیٰ کی نصیحت نہیں سنا اور ہند کر تا ہے اور اپنے کو فولادی تلوار سے پڑا تا ہے تجھے خیال نہیں ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لٹکاؤ نہ لگی۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگت۔ تیری ہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اس کو با ایمان مارنا آپ مراحم خسروانہ کو کام فرما دیں اور اس کو معاف فرما دیں اُس نے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی میں نے تو اُس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہیں ہے مگر اُس نے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے کیلئے کہتے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خطرات میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ وہ صرف اہل علم کا کام ہے کیونکہ تار دے یہ وہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جس کے ہاتھ میں یہ کمال ہو کہ وہ لاطعی کو از در با بنادے اور از غیب اس کو بانٹا دیا ہے جو اس کو افشاء نکرتے۔ دیکھو ہر جانور دریا میں نہیں جاسکتا۔ اُس میں صرف دریا ہی جاتو رہی جاسکتا ہے۔ پس سی سے تم سمجھ لو کہ باز غیب کا جاننا مقررین بارگاہِ اعلام انبوب ہی کو زیرِ سبب اخیر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریا جانور نہ تھا اور دریا میں کس گیا۔ اور ڈوب گیا۔ آپ اس کی دانگیری فرمائیے حق سبحانہ دعا کو

قبول فرمایا اور اسکے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا میں نے اسے ایمان بخشا اور اگر تم کہو تو میں اسے زندہ بھی کر دوں بلکہ ایک وہ کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر میں تمام مردوں کو زندہ کر دوں۔
 موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو کافی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتد بہ چیز نہیں ہے ہاں آپ سے اس عالم میں زندہ فرمائیے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے واپسی اگر ہوگی بھی تو برائے چند رہے لہذا بے سود ہے اور اسکے ساتھ اُن لوگوں پر بھی رحم فرمائیے جو عدم کے آئینہ میں مستور اور آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اس سے تمکو سمجھنا چاہئے کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان بچو مال سے بڑا تا ہے اور یہ تمکو ریاضت کا جان و دل سے غریب کر دینا چاہئے جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کر دو گے تو جان ہلاکت سے بچاؤ گے اور اگر کوئی ریاضت بلا اختیار تکمیل میں آجائے تو اس کے سامنے سوجھ کا دیو اور شر کر دے اور جب حق سبحانہ کی طرف کوئی تکلیف پہنچے تو شر کر کر دے کیونکہ تنہ ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے تم سے ریاضت لی۔ دیکھو یہ قصہ نو گز قصہ کی طرح نہ سننا بلکہ اسکو ایک عظمیٰ نصیحت سمجھنا تاکہ اگر تمکو کوئی نقصان یا ضرر پہنچے تو اس سے تم کبیرہ غافل نہ ہو۔

شرح شبیری

گوشت بہادہ بد آن مرخصیت می شنید و از خروشت این حد
 یعنی وہ مرخصیت کا ان لگائے ہوئے تھا اور اپنے خرغے سے اس بات کو سُٹ رہا تھا کہ کل کو ہم خود میں ہوں گے۔

اُس شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ

اپنے مرنے کی خبر سُنی

چون شنید اینہار دان شد تیز رفت
 بروز دوشے کلیم اللہ رفت

یعنی جب ان باتوں کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ دوشے کلیم اللہ پر گیا۔

رومی مالید بر خاک او ز نیم
 کہ مرفر یار کس زین اسے کلیم

یعنی وہ خاک پر خوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اس میری فریاد سی کیجئے یعنی
مجھے موت سے بچائیے۔

گفت رولف ووش خود را و برہ چو نکہ اُستگشتہ بر جہ زہم
یعنی ہوسی علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بچے اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو
کنوین سے کود جا۔

برسلمانان زیان انداز تو کیسہ و ہمیہا ہمارا کن دو تو
یعنی مسلمانوں پر نقصان ڈال دے اور تھیلی اور ہمیہا نیوں کو دو گنا کر لے
من دون خشت و یمین ایں قضا کہ در آئینہ عیان شد مرثرا
یعنی میں نے اس قضا کو اینٹ ہی میں دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ میں تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت)
کہتے ہیں بے صیقل کے لوہے کو (مطلب یہ کہ تجھے تو عید و قوع کے مشاہد ہوا اور
میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر بابدل اندر آخر بیند از دانش مقل
یعنی عاقل تو انجام کو اہل ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر میں دیکھتا ہے
باز زاری کرد کائے فیکو خصال مر مر اید سر من بر رو محال
یعنی اُس نے پھر آہ و زاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پرست مارا اور منہ پرست مل یعنی مجھ پر کمالو
از من آن آمد کہ بودم نامترا ناسر ایم را تو وہ حسن الجزا
یعنی مجھے تو وہ آیا اسلئے کہ میں نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ اچھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے رحمت از شست سپر نیست نت کا یدان واپس در
یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیرے گمان سے نکل گیا اب قاعدہ نہیں کہ پھر واپس آوے۔
لیک در خواہم ز نیکو داورے تاکہ ایمان آن زمان با خود ہر
یعنی لیکن میں اچھی عدالت سے مانگوں گا کہ تو اس (موت کے) وقت (ماں اپنی ساتھ لجاوے۔

چونکہ ایمان بُردہ باشی زندہ چونکہ با ایمان روی پائیدہ
یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو تو زندہ ہے اور جبکہ تو با ایمان جاوے تو تو باقی ہے (اب

آثار مرگ شروع ہوتے ہیں۔

ہم در اندم حال ہر خواہ بگشت تادش شوریدہ آوردند طشت
یعنی اُسی وقت میان کی حالت بدلی بہانک کہ دل اُس کا متلا یا اور لوگ طشت (سیلا پانی وغیرہ)
لائے (لوگ سمجھ کہ تھے ہو نیسے دل ہلکا ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ)

شورش مرگ است فی ہیفہ طام تے چہ سودت دارد ای بدخت خام
یعنی یہ جوش ہو رہا ہے نہ کہ کہاں کیا ہیفہ تو تھے تجھے کیا فائدہ دیگی لے بدخت خام یعنی اگر بدبختی وغیرہ
ہو تو تھے سے کچھ تسکین ہو۔ مگر یہ تو شورش مرگ ہے تھے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

چار کس بُردند تا سوڑ و نفاق ساقی مالید اور بربلشت ساق
یعنی چار آدمی گرنک لینگے اور (گرب کی وجہ سے) پندلی پر پندلی مل رہا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ
پند موسیٰ کشتوری شوخی کنی خویشتن ہر تیغ فولادی زنی
یعنی موسیٰ کی نصیحت کو تو مستانہیں اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر راتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جان تو آن تست این لے براہان تو
یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی لے بہائی ہی تیرے مناسب ہی ہے۔ یعنی جب تو
تلوار پر لپٹے کو مار رہا ہے تو یاد رکھ کہ تلوار تو کاٹ ہی دیگی اُسکو شرم نہ آوے گی کہ وہ تجھے کاٹے
اور بس تمہارے مناسب ہی ہے کہ تمہاری ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اُس شخص کو ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آن سحر کائے خدا ایمان از مستان مبر
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اُس صبح کو مناجات میں فرمایا کہ لے خدا ایمان اُس سے مست اور مت لیجا۔
بادشاہی کن بر وخت اکہ او سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
یعنی آپ مرحمت فرمادے کہ اُسے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔
گفتش این علم نے در غور دست دفع پندار بد قلم را و دست
یعنی میں نے اُس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے تو اُسے میرے قول کو ماننا اور دست سجدا۔

دست را بر آرد با انگش زند کہ عصا را دستش از در ہا کند
یعنی آرد ہا پر تو ماتہ وہ مارے جو کہ عصا کو اُس کا ماتہ آرد ہا بنالے۔
سُغیب آنرا سزد آموختن کہ تو اندلب ز گفتن دوختن
یعنی اسرا غیب کا سیکھنا اُس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جو اُن کو
چھپا سکے اُسکو سیکھ لینا بھی مناسب

و خور دریا شہر جز مرغ آب فہم کن واللہ اعلم بالصواب
یعنی دریا کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے مرغ آب کی ذرا سمجھ لو واللہ اعلم بالصواب۔
او بدریا رفت مرغ آبی نبود گشت غرق دست گیرش ای و دود
یعنی وہ دریا میں چلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے لے اُسرا آپ اُسکی دستگیری کیجئے۔
یعنی اُسنے یہ حرکت کر لی جو کہ اُسکی لائق نہ تھی اب لے اُسرا آپ دستگیری فرماویں۔

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

کہ راجابت آن دعا را کردگار رحم فرمودش بعجز و افتقار
یعنی اُس دعا کو حق تعالیٰ نے قبول فرمایا اور اُسپر سبب اُسکے عجز و افتقار کے رحم فرمایا۔
گفت بخشدیم با و ایمان منم در تو خواہی این زمان زندش کنم
یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میں نے اُسکو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو میں اس وقت اُسکو زندہ کروں
بلکہ جملہ مردگان خاک را زندہ سازیم این زمان بہر تو ما
یعنی بلکہ تمام زمین کے مردوں کو ہم اس وقت آپ کی خاطر سے زندہ کر دیں۔

گفت موسیٰ این جہان مروتست آن جہان انگیز کا بخاروشن است
یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اُس جہان میں اُٹھائے کہ وہ جگہ بخاروشن ہے
این فنا جا چون جہان بود نیست باز گشت عاریت بس سود نیست
یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہیں ہے تو عاریت کا مال پس دنیا فائدہ نہیں ہے یعنی اگر اس
وقت اُسکو زندگی مستعار واپس بھی ملے گی تو پھر جہاں جائیگی لہذا اس سے بہتر ہے کہ اُس عالم کی

راحت نصیب فرمائیے اب جو وقت رحمت دیکھا تو اور دن کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔
 رخصتے افغان برالیشان ہم کنون در نہا نغانہ لدینت محضرون
 یعنی اب اُن پر بھی رحم فرمائے نہا نغانہ میں اور لدینا محضرون میں یعنی ملک عدم میں اپنے پاس
 اور دن پر بھی رحم فرمائیے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ پہنچے جو قصہ بیان کیا ہے اسلئے ہے کہ۔

تا بدانی کہ زریان جسم و مال سوز جان باشد رہا نذر و مال
 یعنی تاکہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان عہان کا نفع رکھتا ہے اور مال سے چڑا تا ہے۔
 پس ریاضت را بجان شو مشغری چون سپردی تن بخدوت جان بری
 یعنی پس ریاضت کے جان و دل سے ضرر مٹا دیا جائے جبکہ تنہا تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم توجانہ ہو جاؤ گے
 و ریاضت آمدت سے اختیار بشکر اندہ اے کامیار

یعنی ادا اگر تمہارے پاس ریاضت ہے اختیار آدے تو سر رکھو اور شکر گراں کامیاب مطلب یہ کہ
 ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر ضرر کری
 اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا
 نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس سے اس کام کو کر ہی نہیں سکتا
 تو اس کو مجاہد اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالیٰ ایسا کرتے ہیں تو اس شخص کو اُن مصائب پر
 صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا
 کہ غور مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہد اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت
 کرو۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

چون محنت دولت ریاضت کن تو نکر دی او کشیدت ز امر کن

یعنی جب حق تعالیٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تو نے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے
 تجھے کھینچ لیا یعنی کھوینا تجھے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تو نبی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام
 میں لگ رہے ہیں کہ انکو شوخ نہیں بلکہ یہاں امر کن کو نبی مشغور کرے کہ کام لے رہے ہیں اور
 اس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اس کے یہ مقصود ہے لہذا اس پر صبر کرنا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت
 لاتے ہیں کہ اس کے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمیں تھی کہ خدایا میں ایک باغ دیکھا کہ وہاں

لئے تیار ہے اور اسکے سارے بچے اُسکے اندر موجود ہیں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی
 سینے میں مصائب تجھ پر مسلط کر کے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجات رفیع کئے اور یہ باغ وغیرہ دیا تو
 دیکھو یہ عورت بھی جن اضطراب میں تھی اور اُسے کیسے توجہ دہانت عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤ اور
 مصائب پر صبر کرو تو تلو بھی درجات عالیہ پہنچو گے۔ اب حکایت سنو۔

حکایت اس عورت کی کہ بچے اُسکے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق
 تعالیٰ کے آگے رونیٰ تو جواب طلب کہ یہ تیری ریاضت پادہ رکھوس میں ہے

اب حکایت سنو دو عظمیٰ شہر
 یعنی یہ حکایت سن اور اسکا ایک وعظ شمار کر تاکہ تو نقص و ضرر سے مست نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو
 یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اُس سے غلجیں مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جب طرح کہ اُسکے
 درجات عالیہ اسی طرح تلو بھی ملین گے۔

شرح حبیبی

آن نے ہر سال زائید پر پیر	بیش از شش مہ نمودے عمر در
یا مہ یا چار مہ گشتے تباہ	نالہ کہ دآن زن کہ افغان اوالہ
نہ مہم بارست ماہم شرح	نعمت زو تر و از قوس قزح
پیش مردان خدا کردے نفسیر	ابن شکایت آن زن از درد و نذر
بیسٹ فرزندش چنین در گرفت	آتش در جان ادا فتادلفت
تا شبہ نمود اور اجنتے	باغے سبز خوشی بے خنتے
باغ گفتم نعمت بے کیف را	کامل نعمت ہاست مجمع باغها

ورم لا عین رأت چه جائے باغ
مثل نبود آن مثال آن بود
حال نرودیر آن زن مست شد
دید و قصے نبشته نام خویش
بعد از آن گفتند کاین نعمت و راست
خدمت بسیار می بالیست کرد
چون تو کاهل بودی اندر التجا
گفت یارب تا بصلان فزون
اندر آن باغ او چو آیدیش پیش
گفت از من گم شد از تو گم نشد
تو نکردی فصد از بینی دوید
مغز هر میوه به است از پوستش
مغز لغزے دار و آخر آدمی

گفت نور غیب را یزدان چراغ
تا برد بوا نکد او حیران بود
زان تجلی آن ضعیف از دست شد
آن خود دانست آن محبتش
کو بجان بازی بکیر صادق نخواست
هر ترا تا بر غوری زین چاشت خورد
آن مصیبتها عوض دادت خدا
اینچنینم ده بریز از من تو خون
ویدر وئے جمله فرزندان خویش
بے دو چشم غیب کس مردم نشد
خون افزون تا ز تب جانست بید
پوست تن را داند و مغزانش
یکدمه آنرا طلب گر ناد می

ایک عورت کے ہر سال چھ ہوتا تھا لیکن چھہ ہینے سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین ہینے کا ہیکر
مر جاتا تھا۔ یا چار ہینے کا سبالا خروہ رو پڑی اور کہا کہ لے اللہ تو ہینے تک تو میں حل کی مصیبت
میں رہتی ہوں اور تین ہینے کیلئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے میری نعمت تو تو کس قرح سے بھی
جلدی نال ہو جاتی ہے اس میں کیا راز ہے اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرائیو والی تکلیف
کی شکایت کرتی تھی کیونکہ میں نے اس بیماری کے مرکز قبر میں جا چکے تھے اسلئے اسکے بدن میں

تم کی رائے حلالہ زن تھی۔ اُس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک دوزخِ اب میں اسے جنت دہکائی دی۔ اور اُس نے دیکھا کہ
 ایک گرسنہ اور نہایت غمناک باغ ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہیں کہ جنت
 تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغوں کی مثل نہیں۔ مگر میں نے اس لئے باغ کہہ دیا کہ دنیا میں باغات
 تمام نعمتوں کی جڑ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اُسکی صفت تو یہ ہے کہ عینِ رات و لا اذن سمعت
 ولا خطر علی قلب بشر۔ ان متعارف باغوں کی اُسکے سامنے کوئی بھی حقیقت نہیں۔ یہ جو میں نے
 کہہ کر تمہیں لاد قریباً الی الانہام کہہ کر اور تمہیں میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے
 کو چار باغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا ہے مثل ذرہ کم مشکوۃ فیہا مصباح۔ یہ محض
 تقریبِ فہم اور تمہیل کیلئے ہے ورنہ کیا اور حق کجا چار باغ۔ پس باغ اُس کی مثل نہیں ہے بلکہ مثالِ حق
 اور یہ تمہیل اس لئے اختیار کی گئی تاکہ ناواقفوں کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے ورنہ اصل کیفیت تو اُس کی
 مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ تشبیہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت و
 دوزخ جسمانی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت و دوزخ ایک روحانی چیز اور صرف
 خیالاتِ غم و خوش کن ورنہ نچرہ کا نام ہے جیسا کہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگوں کا خیال ہے کیونکہ
 یہ تو لغو و سرکشی کے خلاف ہے بلکہ مولانا مقصود یہ ہے کہ حقیقتاً اُس میں دشت بھی ہیں اُس میں بہرین
 بھی ہیں اُس میں شراب بھی ہے اُس میں محلات بھی ہیں اور یہ سب امور حقیقتاً ہیں نہ کہ تشبیہاً چنانچہ
 مولانا اسی ضمن میں اس کی طرف اشارہ بھی کر سینگے۔ ادا آئندہ اُسکو تفصیلاً بھی بیان کریں گے لیکن
 وہ مقصد عجیب اور نفیس و لطیف ہیں کہ ان کی واقعی غلامت و لطافت کسی کے دہم و گمان میں بھی نہیں
 آسکتی اور اس لئے ان باغات وغیرہ سے اُسکو کچھ بھی مناسبت نہیں پس تم اُسکو اپنے باغات وغیرہ
 کی مثل نہ سمجھو بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اُسکو دیکھ کر مست ہو گئی اور اُس کا نور دیکھ کر وہ یہ چلی آپ
 میں نہ رہی اُس نے دیکھا کہ ایک محل میں میرا نام لکھا ہوا ہے اُس نے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے غیب سے
 ملائی کہ یہ محل حقیقت میں اُسکے لئے تھا جو جائہ بازی میں خالص ثبات ہوا ہو اور اُس غذا و راحت
 کو کہا نیکی لئے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن جو نہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے میں
 کامل تھیں اس لئے تمہاری خدمتوں کی عوض نہ کو تکلیفیں دی گئیں تاکہ تم اس کے مستحق ہو سکو یہ سمجھ کر اس نے کہا
 کہ لے اس قدر تو سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یوں ہی مجھے ناز و نزار کیجئے

میں خوشی و رضا مند ہوں اُسکے غضب اور آگے بڑھی تو اُس نے اپنے صوبہ بچوں کی صورت میں دیکھیں
اُس نے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھ سے کم ہو گئے تھے مگر تجھ سے کم نہ ہوئے۔ تیرے پاس
تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہیں۔ اب مجھے صبر آگیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھ
جب تک حالت غلبہ اس پر منکشف نہیں ہوتی پریشان رہی اور رضا و تسلیم اس کے
اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غلبہ کا مشاہدہ ہو گیا اس وقت سکون ہو گیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ
جب کو غلبہ میں آنکھیں عطا نہیں ہوئیں وہ آدمی نہیں۔ خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب اصل
مضمون یہ ہے کہ حق سبحانہ جو کچھ تکلیف دیتے ہیں اُس میں مصیحتیں ہوتی ہیں۔ پس تمکو صابر و شاکر
رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارا جسم میں خون کی زیادتی ہو گئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھ جاوے
یا بخار چڑھ بھی گیا ہے مگر تم غصہ نہیں کراتے پس وہ اپنی رحمت سے تمہیں جلا دیتا ہے جس سے تمہاری
جان بخار کی رحمت سے چھوٹ جاتی ہے۔ یاد رکھو کہ ہر مہموہ میں مغز اُسکے پوست سے اچھا ہوتا ہے
پس تمہارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے
آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسل آدم علیہ السلام سے ہے اور اولادِ سر لایہ
کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبیری

آن ز نے ہر سال ایک بار نیکو سپہ
یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنسی تھی اور وہ پچھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا
یا سہ ماہ یا چار ماہ گشتے تباہ
نالہ کرد آن زن کہ انخان اوالہ
یعنی یائین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا پھر) تباہ ہو جاتا تو اُس عورت نے نالہ کیا کہ اے اللہ
نہ ہم بارست دسہ ماہم فرج
یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجہ ہے اور تین ماہ فرحت ہے میری نعمت تو قوس فرج سے بھی جلدی جانی
والی ہے

پیش مردانِ خدا کر دے نصیر
این شکایت آن زن از دردِ نذیر

یعنی مردان حق کے اُسے اس شخص کا بیت کی وہ عورت در و در آنے والے کی فریاد کرتی۔
 بیست فرزند جن حین در گور رفت آتش در جان ادا و قتا و وقت
 یعنی بیس بچے اُسکے اسی طرح گور میں گئے تو اُس کی جان میں ایک آگ اور جلن پر گئی۔
 تاشے بنمود اورا سبختے باغے سبزی خوشی بُوختے
 یعنی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اُسے ایک رات ایک جنت دکھلائی۔ ایک باغ سبز عمدہ

بے محنت کے مولا بنا فرماتے ہیں کہ
 باغ گفتیم نعمت بے کیف را گفتم خلد دار الضیف را
 یعنی میں نے نعمت بے کیف کو باغ کہہ دیا۔ اور خلد دار الضیف کو سبز کہہ دیا۔

ورنہ لاعین رأت چہ جائے باغ گفت نور غیب را یزدان چراغ
 یعنی ورنہ (وہ تو) لاعین رأت ہے چہ جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالیٰ نے چراغ
 مثل نبود آن مثل آل آن بود تا برد بو آنکہ او حیران بود

یعنی یہ مثل نہیں ہے اُس کی مثال ہے تاکہ بولجھاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر
 میں نے جنت کو سبز وغیرہ کہہ دیا تو کیسا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ مکشکوة
 فیہا مصباح تو یہ مثل (کہہ لیں) نہیں بلکہ مثالیں تقریباً ہم کیلئے ہیں اُسکے جو قصہ فرماتے ہیں
 حاصل آن زن بود از دست شد زان تجلی آن ضعیف از دست شد

یعنی حاصل یہ کہ اُس عورت نے اُسکو دیکھا اور دست ہمو گئی اور اُس تجلی سے وہ ضعیف از
 خود رفتہ ہو گئی۔

دید در قصے نبشتہ ناما خوش آن خود بانستش آن محبوب کیش
 یعنی اُسے ایک محل میں اپنا نام لکھا دیکھا تو اُسکو اُس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔
 بعد از آن اقتدار کا بین نعمت رأت کو بجان بازی بجز صادق نجا
 یعنی اُسکے بعد فرشتوں نے کہا کہ یہ نعمت اُسکے لئے ہے جو کہ جان بازی سے سوائے صادق کو
 نہ ملے یعنی جسے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی کی اُسکے لئے یہ نعمتیں ہیں۔

خدمت بسیاری با نیست کرد مر ترا تا بر خوری نرین چاشت خود

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تاکہ تو اس چاشت سے پہلے کہاتی۔

پہل تو کامل بودی اندر التجا آن مصیبتہا عوض دادت خدا

یعنی جبکہ تو دعائیں کامل تھی تو خدا نے یہ مصیبتیں (اُس مجاہدہ کے) عوض میں دیدیں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب علیا پر فائز فرمانا تھا اور اُس کے لئے مجاہدات مشاقمہ کی ضرورت تھی اور اُس میں تو کامل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنا دیا کہ اُن پر تو نے صبر کیا تو یہ درجات مل گئے جب اُس نے یہ سنا تو بولی کہ

گفت یارب تا بس سال و فرزون این چنینم وہ سیر از من تو خون

یعنی اُسے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون اگر یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور مار تاکہ درجات علیہ نصیب ہوں

اندر ان باغ او چو آمدش پیش دید دروے جملہ فرزندان خویش

یعنی اُس باغ میں جو وہ آگے آئی تو اُس نے اُس میں اپنے سارے بچوں کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم شد بے در چشم غیب کس مردم تشد

یعنی بولی کہ (اے خدا) مجھے تو گم ہو گئے تھے آپ گم نہ ہوئے تھے (آپ کے پاس موجود تھے مولا نازا تے ہیں کہ) بے غیب کی دوا انہوں نے کوئی آدمی نہیں ہوا۔

تو نکردی قصد و از بینی دید خون افزون تا ز تربانت رسید

یعنی تو نے قصد نہ کی تو تاک سے خون نہ اندر دو گیا۔ یہاں تک کہ جان تیری تپ سے جھوٹ گئی۔

مطلب یہ کہ مجاہدہ اختیاری میں مشغول نہ ہوئے تو خدا نے انکو اضطراب میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ تم اُس عذاب پہنچ گئے اور درجات نہ مل گئے۔

مغز ہر مہوہ ہر است از پوستش پوست تن را دران و مغز آن دوستش

یعنی ہر مہوہ کا مغز اُس کے پوست سے بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جالو اور مغز اُس کے اُس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی یکدمے آنرا طلب گرز ان دی

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نہیں رکھتا ہے تو تو اگر اُس دم سے ہے تو ایک دم اُسکو طلب کرنی اگر آدمی

اوتو اس مغز مغز یعنی روح کو طلب کر اور اس کی پرورش کر اور پرورش تن کو چھڑ۔ آگے حضرت حمزہؑ کی
 حکایت لائے ہیں کہ وہ آخر میں بے زہ کے لڑائی میں آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ جیسم چونکہ کوئی
 حفاظت کی شے نہیں ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا۔ تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو۔ اب حکایت سنو

شرح حبیبی

<p> باز رہ می شد مدا م اندر دغا بے زہ سر مست در غر و آملہ در فگندے در صف شیر خویش وے ہز بر صف شکن شاہ فحول تہلکہ خواندے ز پیغام خدا می در اندازی چنین در معرکہ تو نمی رفتی سوئے صف بے زہ پید ہائے لا ابالی می تنی می نمائی دار گیر و امتحان کے بود تمیز تیغ و تیر را گشتہ گرد و راست بردست عدد پسندی دادند اور اڑ بے مرگ میدیدم و دواعی انجہان </p>	<p> در جوانی حمزہؑ عم مصطفیٰ اندر آخر حمزہؑ چون در صف سینہ باز و تن بر بہنہ پیش پیش خلق پر سید نکائے عم رسول نے کہ لا تملقوا باید یکم الے پس چہ را تو خویش را در تہلکہ چون جوان بودی و رفتی سخت زہ چون شدی پیر و ضعیف و منحنی لا ابالی دار با تیغ و سنان تیغ حرمت می ندارد پیر را کے روا باشد کہ شیرے ہچو تو زین نسق غمخوار گان بخبر گفت حمزہؑ چونکہ بودم من جوان </p>
---	--

سوئی مردن کس بر غبت کے رود	پیش آتہ در ہا برہنہ کے شود
لیک از نور محمد من کنون	نیستم این شہر فانی را از بون
از برون حس ز لشکر گاہ شاہ	پرہمی بنیم ز نور حق سپاہ
خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب	شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است	امر لا تلقوا بغیر داو بدست
آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	سار عواید مرا در اد خطاب

جانی بن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی میں زندہ رہنے کی بات کرتے تھے مگر اخیر عمر میں جب وہ صف جنگ میں جاتے تھے تو لشکرِ حبیب حق میں چور ہوتے تھے اور جہاد میں بدلہ لے کر زندہ کے شریک ہوتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا جاتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلواروں میں ڈال دیتے تھے تو گون نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اہل لشکر خدا اور صفِ شکن شاہِ مردان کیا آپ نے حکمِ خداوندی لا تلقوا بغیر داو لیا کہ لیا کہ نہیں پڑھا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسکری اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں جبکہ آپ جان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اسوقت تو آپ صفِ جنگ میں بلا زہرہ کے نہ جاتے تھے اور جب بڑھے ضعیف و نحیف ہوئے اسوقت آپ لڑائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور نہایت بینا کا نہ تیغ و سنانِ مزاحمت اور زور آزمائی کرتے ہیں آپ خیال فرمائیں کہ تلوار بڑھا پے کی کچھ وقعت نہیں کرتی۔ بہلا تیغ و تبر کو کیا تمیز کہ کون قابلِ وقعت ہے اور کون نہیں پس یہ جائز نہیں کہ آپ ایسا بیمار دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح ان کے نادان دوست انکو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے انکو یہ جواب دیا کہ صاحبِ جب میں جو ان تھا اسوقت اس جہانِ رخصت ہوئے کو موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہیں جاتا اور از دہے کے

اسلئے ننگا نہیں جاتا اسلئے یہ سب احتیاطین کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نور سے مجھ پر حقیقت حال منکشف ہو گئی ہے اور اب جب دنیا بھر غالب نہیں رہی میں عالم محسوسات
سے باہر حق سبحانہ کی چہرہ دلی دیکھ رہا ہوں اور نور حق کی سپاہ سے اُسے لبریز پاتا ہوں غیمہ پر غیمہ
اور طنا بوں پر طنائیں قائم ہیں میں اُن کا نہایت کور ہوں جنہوں نے مجھ پر حقیقت حال کو منکشف کر کے
جہل مرکب رہائی دی اور گویا کہ میں سوتا تھا اُنہوں نے مجھے جگا دیا اور یہ جوتے کہا ہے کہ حق سبحانہ
اِلا تلقوا بائد یکم الہ الحکملہ فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو کثرت کو ہلاکت سمجھے وہ اس پر کاروبار
ہو اور جو مرنے کو وصال حق سبحانہ کا دروازہ کہلنا سمجھتا ہے اُسکے لئے تو مساکر علی المغفرۃ من
را بکم رجعت الی خطابک اھا مکتوبت کیلئے ترفیع ہے۔

شرح شبیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بے زہرہ کے تشریف لانا

دروانی حمزہ عیسیٰ مصطفیٰ باز رہے مشد مدام اندر دعا

یعنی جوانی میں حمزہ عیسیٰ مصطفیٰ سے اللہ علیہ السلام لڑائی میں ہمیشہ مع زہرہ کے جاتے تھے۔

اندرا آخر جو نہ در غزا مدے بے زہرہ خود را بہ صف ہا بر زدے

یعنی اخیر عمر میں جبکہ لڑائی میں آتے تو بے زہرہ کے اپنے کوسٹوں میں ڈالتے۔

اندرا آخر حمزہ چون در صف شدی بے زہرہ مستر در غزا مدے

یعنی اخیر میں حمزہ جب صف میں آتے تو بے زہرہ کے مستر کا در غزو میں آ جاتے۔

سینہ باز و تن بر سینه پیش پیش در فلک در وصف شمشیر خویش

یعنی سینہ کھلا جو اور تن بر سہمہ آگے آگے صف شمشیر میں اپنے کو ڈال دیتے۔

خلق پر سیدند کاے عم رسول اے ہنر در صف شکن شاہ و فحول

یعنی لوگوں نے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شمشیر شکن اور شاہ و فحول

کیا نے تو لا تلقوا بائد یکم الے تہلکہ خاندے زی پیغام خدا

یعنی اپنے لا تلقوا بائد یکم الے تہلکہ پیغام خدا سے بڑا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ می در اندازی چنین در مہرکہ

یعنی بس آپ کیوں اپنے کو ہلاکت میں اور اس طرح مہرکہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جوان بودی وز فتنہ سختہ توئی رفتی سوئے صف بزرہ

یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زہ والے تھے تو آپ صف کی طرف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و مخنی پردہائے لاابالی می زنی

یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور مخنی ہو گئے تو اب بے پردائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لاابالی وار باتیغ و سنان می نمائی دار گیر و امتحان

یعنی لاابالی کی طرح مع تیغ و سنان کے آپ امتحان میں دار و گیر دکھاتے ہیں۔

تیغ حرمت می ندارد دیر را کے بود تمیز تیغ و تیر را

یعنی تلوار کسی بوٹے کی حرمت نہیں کرتی اور تیغ و تیر کو کب تمیز ہوتی ہے کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں اُسکے آگے جو پڑے گا وہ اُسکو کاٹے گی

کہ روا باشد کہ شیر می چو تو کشتہ گرد زار بردست عدو

یعنی کب مناسب کہ ایک آپ جیسا شیر حرمت عدو سے مارا جائے یعنی اگر آپ فزین بک میں مرتے کہ ایسا کرتا ہوں تو جین نہ گوارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگان بخیر پند می دادند اور از عمر

یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت) ایسے خبر انکو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ اُن کو ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جواب

گفت حمزہ رضی اللہ عنہ بودم من جوان مرگ می دیدم و دلاور این جہان

یعنی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سو دُشمنوں کس بر غیبت کے زور پیش از در ہا بر بست کے شود

یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور اُڑدھا کے آگے برہنہ کب ہوتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنوں
یعنی لیکن اب بن نور محمد منے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیا نے فانی سے عاجز نہیں ہوں۔
از برون جس ز لشکر گاہ شاہ
پیر بھی بدنام ز نور حق سپاہ
یعنی اس جس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی میں نور حق سے سپاہ پیر دیکھتا ہوں یعنی مجھے
جو اس باطنیہ سے جنود غیبیہ نظر آ رہے ہیں اور میں انکو دیکھ رہا ہوں۔
غیمہ در خیمہ طناب اندر طناب
شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
یعنی غیمہ در خیمہ اور طناب در طناب ہیں اور شکر اس کا کہ اُس نے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔
آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است
امر لا تلقوا الح کو یا تھین لیگا۔
یعنی وہ شخص کہ اُس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے وہ امر لا تلقوا الح کو یا تھین لیگا۔
آنکہ مردن پیش و شد فتحیاب
سار عوا آید مراور در خطاب
یعنی وہ شخص کہ اُسے آگے مرنا فتحیاب (غیب) ہے تو اسکو خطاب میں سار عوا آیا ہے یعنی اُنکے لئے قویہ
خطاب ہے کہ ایسے کاموں میں جلدی اور مسامحت کر دے ان کیلئے خطاب لا تلقوا انہیں ہے اسلئے کہ وہ اسکو
ہلاکت سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

الحذر لے مرگ میان دار عوا	العجل از خشر بینان سار عوا
الصلا و لطف بینان افروا	البلاء لے قہر بینان اتر عوا
ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا	ہر کہ گشت و پیر گشت از ہدا
مرگ ہر یک از پیر ہر گنگ است	آئینہ صافی یقین ہر گنگ است
پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است	پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است
ایکے می ترسی ز مرگ اندر فرار	آنکہ خود ترسانی امی جان ہوشدار

حمد و تسبیح نماید مرغ را
 چون ز دست رفت ایثار و زکات
 آب صبر تاب جوئے غلذ شد
 ذوق طاعت گشت جوئی انگبین
 این سبها آن اثر بارانماند
 این سبها چون بفرمان تو بود
 هر طرف خواهی روانش میکنی
 چون منی تو که در فرمان تست
 می دود در امر تو فسرزند تو
 آن صفت در امر تو بود این جهان
 آن درختان مترتر انبسان برند
 چون بامر تست اینجای این صفات
 چون ز دست زخم بر مظلوم تست
 چون زخم آتش تو در دلسازدی
 آتش اینجا چو آدم سوز بود
 آتش تو قصه مردم می کند
 آن سینه های چو مار و کثر و مت

که چه لطفه مرغ بادست و هوا
 کشت این دست آن طوطی نخل نبات
 جوئے شیر غلذ مهر تست و دود
 مستی و شوق تو جوئے خمر بین
 کس نداند چو نش جائے آن نشانند
 چاره جو هم مترتر انبسان نمود
 آن صفت چون بد چنانش میکنی
 نسل تو در امر تو آیین دست
 که منم جزوت که کردیش گرو
 هم در امر تست آن جو باروان
 کان درختان از صفات با برند
 پس در امر تست آنجا آن جزات
 آن درخت گشت از آن زقوم دست
 مایه ناپه منم آدمی
 انچه از دے زاد مرد افروز بود
 مار کز دے زاد بر مردم زند
 مار و کثر و گشت و می گیر و دست

اولیا را داشته در انتظار
 وعده فردا پس فردا تو
 منتظر مانی در آن روز در آن
 کاسمان را منتظر داشته
 خشم تو تخم سمیر دوزخ است
 کشتن این نادر بود جز بنور
 اگر توبه نوز آوری حلقه بدست
 آن تکلف باشد و روپوش بین
 تان بهی نوز دین این مباحش
 نوز آبه دان و هم بر آب جفش
 آب آتش را کشد آتش بخور
 سوئے آن مرغابیان رود و چند
 مرغ خاکی مرغ آبی هم تن اند
 هر یک بر اصل خود را ننداده اند
 همچنان که وسوسه و وحی است
 هر دو دلا لان بازار ضمیر
 اگر تو صراف دلی فکر شناس

انتظار است خیرت گشت یار
 انتظار حشر آمد وائے تو
 در حساب و آفتاب جان گذار
 تخم فردا ره روم می کاشته
 بین کیش این دوزخ را کافشست
 نورک اطفانار ناخن الشکور
 آتش زنده است و ز خاکسترست
 نادرانه کشد بغیر نوز دین
 کاش پنهان بود یک روز فاش
 چونکه داری آب از آتش مترس
 می بسوزد نسل فرزندان او
 تا ترا در آب حیوانی کشند
 لیک ضد اند و آب و روغن اند
 احتیاط کن بهرسم مانده اند
 هر دو محقول اند لیکن فرق هست
 رختها را می ستانند لای امیر
 فرق کن ستر و فکر چرخ خاک

اور نہ دانی این دو فکر تالمان	لا خلابہ گوئی و مستتاب و مران
تا زمانہ در نفس کر جان تو	غبن ناید بر تو و بر خوان تو

اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے متوالہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ لوگو جو موت کو بھتہ سمجھتے ہو تم بچو ایسا بنو مر جاؤ۔ اور اے وہ لوگو جو اسکو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو۔ اور اُس کی طرف دوڑو۔ بڑی دہلیز ہے اور اے موت کو غنایت حق سمجھنے والو تمہیں اطلاع کیجاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تمکو یہ لطف غرور میں چوگا اور اے وہ لوگو جو اسکو قبر سمجھتے ہو تمہارے لئے مصیبت ہی تم ملول اور بخیرہ ہو۔ اب مولانا عنوان بدستے ہیں اور خطاب کو چھوڑ کر فرماتے ہیں کہ جو لوگ موت کو روست سمجھتے ہیں وہ تو اسپر جان فدا کرتے ہیں اور نیکے لئے مرتے ہیں اور جو اسکو بہیلا سمجھتے ہیں وہ راہ راست سے ہٹکے ہوئے ہیں اور فساد اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اُسکے مناسب ہے۔ کیونکہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کر لیا پس اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر زنگی ہے تو آئینہ بھی زنگی ہی ہوگا پس طرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خراچے ہیں اُن کی موت بھی اچھی ہے اور جو بُرے ہیں اُن کی موت بھی بُری ہے پس جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں اُن سے کوئی کہے کہ اے احمق تو جو موت سے ڈر کر بھاگتا ہے یہ تیری حماقت ہے تو وہ حقیقت موت سے نہیں بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بہاگدہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اسکو بُرا سمجھ کر موت بدرو نہیں ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ درخت ہے اور موت بمنزلہ پتوں کے اور قاعدہ ہے کہ جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ اے ہذا جیسی تیری جان ہوگی۔ ایسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ یہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بُری اسلئے اگر تو اچھا ہے تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو بُرا ہے تو موت بھی بُری ہے یوں ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر ٹکڑا کاٹا لگا ہے تو وہ بھی تمہارا ہی ہوا ہوا ہے اسی طرح اگر تم حیر اور لیشم ہو تو وہ بھی تمہارا ہی کا تا ہوا ہے لیکن کوئی فعل جزا کے مشابہ نہیں ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی معاملہ نہیں ہوتی۔ مزدور دن کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ خدمت عرض ہے اور مزدوری ہوا وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ قلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق ہیر چاندی سونا اگر تیرے کہیں سے تیرے

تو وہ اس لئے ہے کہ تہسار مظلوم نے کسی تکلیف میں بردباری ہے تم کہتے ہو کہ میں تو باکل آزاد ہوں اور
 میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تم نے گناہ دوسری صورت میں کیا ہے اور ایک
 دانہ بویا ہے۔ یہ اُس کا پہل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پہل کے مشابہ نہیں ہوتا پس لازم ہے کہ
 یہ بھی تہسار غفل کے مشابہ نہ ہو۔ دیکھو آدمی زنا کر تا ہے تو نشہ درہ اسکو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے
 کہ میں نے تو کسیکو کلڑی سے نہیں ملا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال
 صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلہ نہیں ہے ضرور ہے حالانکہ درہ کو زنا سے کچھ شبہت نہیں پس معلوم
 ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کیلئے مماثلت ضرور نہیں بلکہ مطلق ترتب شیء علی الشیء کیلئے بھی مماثلت شرط نہیں
 دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا لاشی سانپ بن گئی تھی اور صورت شبہ پر صورت تعبائیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان
 دونوں میں کوئی مماثلت ہے علی بذلہ درہ و مرتب ہوتی ہے۔ ان دونوں میں کوئی شبہت ہے
 اگر نکولا لاشی کے سانپ بننے میں کچھ تعبیر ہو تو تم مجھے لاشی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو
 رحم میں ڈالتے ہو تو اُس سے آدمی بنجاتا ہے اُسکے بواسطہ سانپ کی طرح موزی بنجاتا ہے یا خیر خواہ
 دوست بنجاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بن گیا۔ اب لاشی سے سانپ بنجانا کوئی تعبیر کی بات ہے
 کہ نکولا تعبیر ہو۔ اچھا کلڑی اور سانپ کو جانے دو۔ یہ تو ہے کہ منی سے بچتے بنتا ہے اچھا یہی
 بتلاؤ کہ منی اور لڑکے میں کوئی شبہت ہے اور دیکھو گئے سے شکر پیدا ہوتی ہے بہلا دیکھو
 کہ گئے اور شکر میں کوئی شبہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا میں اور ایک شے اور
 اُس سے پیدا ہونے والی چیز میں مماثلت اور شبہت لازم نہیں تو اب سمجھو کہ جب آدمی دنیا میں کوئی
 و سجد و دیگر طاعات کرتا ہے تو اُس سے آخرت میں اُسکو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اُسکی طاعات
 بیخ تعین اور بہشت اُس کا ثمر ہے اور جبکہ اُسکے منہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے
 حکم حق سبحانہ جنت میں جاتو پیدا ہوتے ہیں (اس مقام پر یہ تعبیر کر دینا ضروری ہے
 کہ جنت کا مجموعہ اجزاء اُدا کی کو اُس کی طاعات کے صلہ میں ملتی ہے۔ پس مولا نانے اولاً مطلق
 طاعات کے صلہ میں جنت کے ملنے کو بتلایا اب اُس کی مجموعہ طاعات کے اجزاء اور جنت کے
 اجزاء میں مناسبت دکھلاتے ہیں مولا تاکلیہ مطلب نہیں ہے کہ افعال و طاعات مادہ جنت ہیں
 جیسا کہ سبیری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا منہ سے نکلتا مناسبت دیکھتا تھا

پرند کے اڑنے سے اسلئے فرما دیا کہ جدا ہو گئی ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو پس دیکھو کہ اگرچہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح میں کوئی مشابہت نہیں اور جب تہسکار یا تہ سے کوئی خیرات یا ذکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت میں درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تہسکار صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تہماری محبت جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات جوئے شہید پیدا ہوتی ہے اور تہماری سستی و شوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے حامل ہیں میں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان افعال کی جزا ان کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا۔ دلیل مافی اس امر کی کہ نفعی خست تہسکار افعال کے آثار ہیں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تہسکار اختیار میں تھے اسی طرح وہ چاروں نہرین وغیرہ بھی تہسکارے قبضہ میں ہو گئی اور جس طرح تم ان کو بجاؤ گے اسی طرف جائینگے اور جس صفت پر تہماری صفات تھیں کہ ان میں تم کو یہ طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان نہرین کی بھی ہو گئی کہ تم جیسا چاہو گے ان کو ویسا ہی بناؤ گے دنیا میں بھی اسکی نظیر موجود ہے دیکھو چو کہ معنی تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اس طرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تہسکار اختیار میں ہوتی ہے اور تہسکارا بچہ تہسکارا شاہ یا پرتی ہے اور گو یا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ میں آپک دی جنہوں جسکو آپ نے رحم ماد میں محفوظ کیا تھا لہذا آپکو مجھ پر وہی اختیار حاصل ہے جو اس پر تھا جس طرح تہماری صفات دنیا میں تہسکارے قبضہ میں تھیں یوں ہی جنت کی نہرین بھی تہسکار کہنے میں ہو گئی۔ علی ہذا درخت بھی تہسکار طبع ہونگے کیونکہ وہ بھی پہلے ولے تہماری صفات و افعال ہی سے ہوئے ہیں پس غلام یہ کہ جب تہسکار صفات و افعال تہسکار کہنے میں ہیں تو آخرت میں جو انکی جزا ہوگی وہ بھی تہسکار کہنے میں ہوگی۔ اب سو کہ جس طرح افعال جس سے نتائج حسنہ پیدا ہوتے تھے یوں ہی افعال سیئہ بُرے نتائج پیدا ہوتے ہیں مثلاً جب تہسکار ہاتھ کسی کو زخم پہنچتا ہے تو اس سے دوزخ میں زخم کا درخت پوتا ہے اور جب پیٹھ کسی کو دوسرے کے دل جلاتے ہو تو اسکی تم دوزخ کا اسندھ بنتے ہو اور جو نہ دنیا میں تہسکار غصہ کی آگ لوگوں کے دلوں کو جلاتی تھی ایسے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوتی ہے۔ نہیں جلائیگی۔ اور جبکہ تہسکار غصہ کی آگ لوگوں پر ملے کہ قہری

تو اس سے جاگ بیدار ہوگی وہ خود کو محسوس کرے گی اور تمہاری باتیں جو سانپ چھو کی طرح غصہ بن گئیں
وہ سانپ چھو کر تمہارا لگا دباؤ میں لگی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار میں رکھتے ہو
اس لئے انتظار قیامت کا باز تم پر پڑ گیا اور یہ آجکل کے دعوے انتظار قیامت کی صورت میں ظاہر ہو کر
اور تم کو اس طویل طویل دن میں دھوپ اور صلب میں رہ کر آخری نتیجہ کا اس لئے انتظار کرنا پڑ گیا کہ تم
آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل چلوں گا کل چلوں گا کا بیج بونے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی
نصیحتوں پر آجکل آجکل کرتے تھے بس اتم آنکو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو سمود
عل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہونا تو ظاہر ہے پس تم ان سب کو منتظر رکھتے
کی جزا میں اس انتظار میں مبتلا ہو گے اب سو کہ تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا غصہ دوزخ
کا بیج ہے پس تم کو اس دوزخ کو ٹھنڈا کرنا چاہئے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی
کرو گے تو ضرور مصائب میں پھنسو گے اور یہ آگ اسی وقت بجھ سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کہ
نور دین ہی میں آتش دوزخ کے بھانسی کی خاصیت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جب تیل صراط سے
گزرے گا اس وقت دوزخ بھے گی جز یا مومن فان لورک الفاناری واللہ اعلم بالصمیم
اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ تم کو یہ نور حاصل ہے پس تم کو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو
کہ اگر نور دین حاصل نہ ہو اور کسی اور طرح سے تم علم حاصل کرو تو یہ سمجھنا کہ آگ نبی نہیں ہے بلکہ را کہہ
چھپی ہوئی ہے جہاں را کہہ بیٹی وہ چکی یہ تکلیف اور تسر ہے نہ کہ بھنا کیونکہ نور دین کے علاوہ
کوئی چیز اس آگ کو بھنائی ہوئی ہے ہی نہیں پس جب تک تم اپنے دل میں نور دین نہ دیکھو
اس وقت تک یہ خوف ہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہوگی پس نور دین کو اس آگ
کا پانی سمجھو اور اسے پٹھو اور جب تمہارا پاس پانی ہو اس وقت تم کو آگ سے ڈرنے کی ضرورت
نہیں کیونکہ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کر گئی ہے یعنی
ان مرکبات کو جلانی چھو نکلتی ہے جن میں پانی کو دخل ہے مثلاً نباتات اور وغیرہ اب تم کو یہ فکر
ہوگی کہ وہ پانی کیونکر ملے جس سے یہ آگ فنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم انھیں کی مرغیوں
راہل اللہ کے پاس چند روز رہو وہ تم کو اس آب حیات میں غوطہ دینگے اور اس سے بعد پھر آگ
آگ سے تم کو کچھ بھی خطر نہ ہوگا یا کہو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت میں یکساں نظر

آئے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے اُن میں تباہی ہوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پانی اور تیل کہ دونوں ساٹل ہیں مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنا والا اور ہر ایک اپنی اصل پر چل رہا ہے پس تکوینت اسکیا کر فی چاہئے اور دھوکے بازوں سے بچنا چاہئے اسنے کہ دونوں صورت میں بہت ملتے جلتے ہیں جس غلطی کا قوی احتمال ہے اور اُن میں وہی ہے جو کہ دوسو سو اور الہام میں کہ دونوں اور عقلی و غیر محسوس میں مگر بھر بھی باہم فرق ہے دوسو سو اور الہام دونوں بازار باطن کے دلال ہیں اور ہر ایک اُس میں سے کچھ کچھ لیتا ہے پس اگر تم صرف دل جو تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ دوسو سو یا الہام اور صبر و بردہ و خوش اچھے بُرے مال میں تمیز کرتا ہے اس صبر و بردہ میں تم ان دونوں نکر و دن میں تمیز کرو اور اگر تم خود ان دونوں کو نہیں پہچان سکتے تو کہہ دو لاغلا تہ اور اس خیال پر عمل کرنے میں جلدی مت کرو اور کسی صفت کو کہلا لو جب وہ ایک شے متعین کر دے اسوقت اس پر عمل کرو اور بلا کہلائے نکر و تاکہ تمہاری جان تردد میں نہ پھنسے اور تمہارا تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبیری

الحذر ای مرگ بینان دار عوا العجل و حشر بینان سا عوا

یعنی اے موت دیکھنے والو! بچو اور اے حشر دیکھنے والو! جلدی کرو مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ۔ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت آنکے پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑھیں اور جلدی کریں اور فرماتے ہیں کہ۔

الصلا ای لطف بینان افرحوا البلا ای قہر بینان اترحوا

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو! خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو! ہلاک ہو جاؤ یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اُس سے خوش ہو اور جو کہ اسکو قہر سمجھتے ہو وہ اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کر دوش خدا ہر کہ گرش دید برگشت از خدا

یعنی جسے کہ موت کو یوسف دیکھا تھا سیرجان خدا کر دی اور جسے اسکو گرگ دیکھا وہ بدیہت برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر ایک ای پھر ہرنگ دوست پیش دشمن دشمن و برد دوست است
یعنی لے لوگے ہر ایک کی موت اُسکے ہرنگ ہے دشمن کے اُسکے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی
جیسے اُسکے حالات ہوتے ہیں اُسکے موافق اُس کی موت ہی ہوتی ہے اُسکے مثال ہے کہ
پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است پیش زنگی آئینہ ہم زنگی است
یعنی ترک کے اُسکے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک
ہی شے ہے مگر جو ترک اُس میں دیکھے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اُس میں دیکھے
تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہو جاتا ہے تو اُس آئینہ میں تو کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ اس راوی میں خرابی
ہے تو کسی طرح موت فی نفسہ تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی میں خرابی ہوتی
تو یہ ناگوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے اُسکے فرماتے ہیں کہ -
آنکہ می ترسی ز مرگ اندر فرار ترست از خویش است ای جان ہوشیار
یعنی وہ کہ تو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے لے جان ہوشیار بلکہ
مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈرادی صورت سے ڈر رہا ہے یہ موت خوف نہیں بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات
سے ہے اسلئے کہ یہ رشتہ اور یہ خرابی جو موت میں پیدا ہوئی ہے یہ تمہارا سبب حالات ہیں تو گویا کہ
اپنی سے ڈر رہے ہو۔

زشت روئی زشت و زخا مرگ جان تو ہچمون درخت مرگ برگ
یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ زخا موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہیں -
تو جیسا درخت ہو گا ویسے ہی پتے ہونگے - علی ہذا جیسی تمہاری حالت ہو گی ویسی ہی تمہاری موت ہو گی
از تو رست است از نکلویت ابد است ناخوش و خوش بر ضمیرت از خود است
یعنی اگر نکل ہے اور اگر بدی ہے (سب) نکل ہے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اچھا اور بُرا تیرے دل پر تیری
ہی طرے سے ہے۔

گر بخارے خستہ خود کشتہ در حریر و قزوری خود رشتہ
یعنی اگر کسی کا منہ سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بولا ہے اور اگر حریر و قزوی ہے تو تو نے خود ہی کا تاج
مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور آخر ہے ایسا کہ کیسے شہ ہو گا اگر بچو

دورخ میں جلایا جاوے گا (تو دنیا نہ) تو جتنے تو دنیا میں کیو آگ میں نہ جلایا تھا پھر یہ اُس کے ہرنگ کہاں ہوا
اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

لیک بنو فعل ہرنگ جزا یہیچ خدمت نیست ہرنگ عطا
یعنی لیکن کوئی فعل ہرنگ جزا کے نہیں ہوتا اور کوئی خدمت ہرنگ عطا کے نہیں ہے مطلب یہ کہ اعمال پر
جو حرامتی ہے وہ ان کے ہرنگ نہیں ہوتی کہ جیسا عمل ہو جیسے دسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اُس کا اثر ہوتا ہے
جیسے دسی ہی نہیں ہوتی اُس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

مزدور دوران نمی ماند بکار کان عرض دین جو ہرست پائندار
یعنی مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جو ہر
اور پائندار ہے (پھر دین کیسے کہاں ہوئے دونوں الگ الگ ہیں)

آن ہم سختی و زور دست عرق دین ہم سیم دست ز دست ملین
یعنی وہ (کلم) تو باطل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) باطل چاندی ہے اور سونا ہے
اور ملین ہے (تو دیکھو عمل کے ہرنگ جزا نہیں ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

گر ترا آید ز جائے تہمت کرد مظلومت دعا در محنت
یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت میں دعا کی ہے۔

تو بھی گوئی کہ من آزادہ ام برکے من تہمت نہادہ ام
یعنی تو کہتا ہے کہ میں تو آزاد ہوں میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے

تو گناہ ہے کردہ شکل دیگر دانہ گشتی دانہ کے ماند بہ بر

یعنی تو نے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تو نے دانہ بویا تو دانہ پیل کے کب مشابہ ہوتا ہے
مطلب یہ کہ خطا لگو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر میں پڑے کہ میں نے تو کیسے تہمت لگائی نہیں ہے
جسکے بدلہ میں مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ تم کیسے تہمت ہی لگایا کرو بلکہ کہنے
کوئی اور گناہ کیا ہے اُس کا یہ بدلہ ہے۔

اوز ناگرد جزا صد چوب بود گوید ادمن کے زدم کس والحد
یعنی اُسے نہ ناکیا اور جزا سو لکھ مان تھیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کو ب لکڑی مارا ہے

نہ جبکہ ان زمانہ بود این بلا چوب کے ماند ز نارادر جبر
یعنی کیا اُس زمانہ کی جزا یہ بلا تھی تو لکڑی جزا ہونے میں زمانہ کے کیشا یہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جزا
افعال کے مشابہ اور مماثل نہیں ہوتی مگر اُن دونوں میں تناسب ہوتا ہے کہ اُس تناسب کی بدولت وہ
جزا جزا ہوئی آگے اُسکی نظر پر بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار کے ماند عصا را اے کلیم درد کے ماند دوارا اے حکیم
یعنی سانپ لکڑی کے کیشا یہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کیشا یہ ہے اے حکیم یعنی دیکھو عصا اور
مار میں کوئی قائل نہیں مگر مناسبت دو اور مرض میں کوئی تشابہ نہیں مگر مماثلت ہے۔

تو بجائے اُن عصا آب منی چون بیفکند می شد آن شخص سنی
یعنی تو نے بجائے اُس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا۔

یا رشدا مار شد آن آب تو زان عصا چونست این اعجاب تو
یعنی وہ تیرا آب منی مار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اُس عصا یہ تیرا اعجاب کیا ہے مطلب یہ کہ اُس آب منی کا
یہ اثر اور بدلہ ہے مگر اُس میں اور اس میں کیا مشابہت ہے خود فرماتے ہیں کہ۔

ہیج ماند آب آن فسر زندرا ہیج ماند نے شکر مر قندرا
یعنی کیا لوگ اُس پانی کے کیشا یہ ہے اور کیا شکر قند کے کیشا یہ ہے تو دیکھ لو جزا میں اپنے اصل
اعمال کے مشابہ نہیں ہیں آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

چون سجودے یار کو عہ مرگشت شد دران عالم سجودا و بہشت
یعنی جب کوئی سجدہ یار کو عہ کسی نے بویا تو اُس عالم میں اُس کا سجود بہشت ہو گیا،
چونکہ پدید از دہانش حمدی مرغ جنت ساقش رب الفلق
یعنی جبکہ اُسکے منہ سے حمدی نکلی تو اُسکو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا۔

جس پویش نم اند مرغ نا گر لطف مرغ بادست دیوا
یعنی اُسکی حمد ہیج مرغ کے مشابہ نہیں ہیں اگر لطف مرغ کا باد ہے اور باد بعض جاؤردن کو
سنا ہے کہ کسی نے جنتی کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہیں اُسی سے لطف
قرار پاتا ہے تو اسطرح فرماتے ہیں کہ اگرچہ اُس کا لطف باد ہوا ہے مگر یہ بھی مستدجج اُس

مرغ جنت کے مشابہ نہیں ہے

چون زو سست رست ایثار و زکوۃ کشت از دست آن طرف نخل و نبات
یعنی جبکہ ہر بار ہفتہ سے ایثار و زکوۃ اگلا تو اس ہاتھ نے اُس طرف نخل و نباتات بودے
آپ صبرت آپ جوئے غلہ شد جوئے شیر خلد ہر سست و دور
یعنی تہا آپ صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور غلہ کی جوئی شیر تہا ری محبت اور الفت ہے (تو
دیکھو تامل تو نہیں مگر مناسبت سب میں ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین مستی و شوق تو جوئے خمر میں
یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہو گئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خمر دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو
چونکہ انگبین میں اور ذوق طاعت میں ایک مناسبت تھی اور مستی اور جو ش میں اور شراب میں مناسبت
تھی تو منت ہر شے کی جزا اور اس کے مناسب ہوئی کہ جوئے خمر تو مستی اور جو ش کے بدلے میں ملی
اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا میں ملی اور صبر کے بدلے میں جوئے آب اور محبت اور الفت
حق کے بدلے میں جوئے شیر ملی غرض کہ ہر شے کی جزا میں اُس کے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے
لیکن تامل نہیں ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

این سببہا آن اثر ہا را نماند کس نداند چو نش جاؤ آن نشانند
یعنی یہ اسباب اُن اثرات کے مشابہ نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اُس (اثر) کو اُس
ر سبب کی طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب و اثرات میں چونکہ تامل اور تشابہ
نہیں تھا اس لئے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے
تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

این سببہا چون بفرمان تو بود چارہ جو ہم مرترا فرمان نمود
یعنی یہ اسباب جب تیرے اختیار میں تھے تو چاروں دنیاویوں نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ
اسباب دنیاوی و عقلی صبر و ہر وغیرہ کے جب تمہارے اختیار میں تھے اور تم اُن کو اپنے اختیار سے
بجالاتے تھے تو جو دنیاوی کہ ان اسباب کے اثرات تھیں وہ بھی جنت میں تمہارے اختیار اور تمہارے
کہنے میں ہو گئے کہ جہاں چاہو اُن کو لجاؤ۔

ہر طرف خواہی روئش می کنی ان صفت چون بد چنانش می کنی
یعنی تم میں ہر طرف چاہو انکو رہا کر لیتے ہو مگر اس طرح اسکو کر لیتے ہو مطلب یہ
مگر وہ سب اور صفت تمہارے کہنے میں تھی اور انکو اپنا اختیار تھا پس ہر طرف وہ اثرات ہی
تمہارے اختیار میں ہونگے کہ جہاں چاہو انکو لجا اسکو گے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

چون منی تو کہ در فرمان تست نسل آن در امر تو آید جست
یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم میں ہے تو اسکی نسل تیرے کہنے میں جست و جلاک ہوتی ہے
می دو دہر امر تو نسر ز ند تو کہ منم جزوت کہ کر دلش گرد
یعنی تیرے حکم پر تیرا کادوڑتا ہے اور بزبان حال کہتا ہے کہ میں تیرا جزو ہوں جبکہ کہ تیرے گردی
کیا تھا مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ اسکو جو وقت چاہو جہاں چاہو
ڈال دو تو اس منی سے آئے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے
کہ تجھے پکارا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ می آتا تو اس کا اس طرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے
کہ جس شے کا کہ وہ اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے میں تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب
تمہارے اختیار میں تھے اسلئے انکی جزائیں بھی تمہارے اختیار میں ہوئیں۔

آن صفت در امر تو بود این جہاں ہم در امر تست آن جو بار و آل
یعنی وہ صفت اس جہاں میں تمہارے کہنے میں تھی تو وہ دنیاں بھی تمہارے حکم کے موافق
روانہ ہوئیں۔

آن درختان مر ترا فرمان بر نند کان درختان از صفات با بر نند
یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہیں کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے
با نمر ہیں۔

چون بام تست اینجا این صفات پس در امر تست آنجا آن جزات
یعنی جب تیرے حکم میں اس جگہ یہ صفات ہیں تو اس جگہ وہ تیری جزائیں (بھی) تیرے حکم میں ہیں
مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار میں تھے اور تو انکو با اختیار خود بجالاتا تھا تو جنت
کی وہ جزائیں اور انکے بدلے بھی تیرے کہنے میں اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چون ز دست زخم بر مظلوم دست آن درخت گشت آزان ز قوم دست
یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اسے ز قوم آگاہ۔
چون ز شمع آتش تو دور دہلازدی مایہ ناز چہ ہم آمدے
یعنی جبکہ تو نے غصہ آگ دلوں میں لگائی تو تو ناچہ ہم کا پونجی ہوا۔

آتش نہ تھا جو آدم سوز بود انچہ از دے زاد مرد افروز بود
یعنی تیری آگ جو اس ملک آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھ اُس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلائیو والا ہوا
آتش تو قصد مردم می کند نازک ز دے زاد مرد مردم زند
یعنی تیری آگ آدمی کا قصد کرتی ہے اور جو آگ اُس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔
آن سخنہا چو مار و کر و دمت مار و کر و دمت گشت می گیر و دمت

یعنی وہ تیری سانپ بچہ جیسی باتیں سانپ بچہ ہو گئیں اور تیرا دم پکڑنے لگین۔ مطلب یہ کہ نیک
کاموں کی جزا تو ویسی ہی تھی کہ جو سب تمہارے کہنے میں جویں اور سب اشیاء عمدہ اور آرام بخش
اور جو اعمال تمہارے کئے اُن کی جزا بھی ویسی ہی تھی جیسے کہ تم نے کسی پر ظلم کیا تو اُس سے آخرت میں
ایک درخت پیدا ہوا جس کا پھل ز قوم جیسی بُری چیز تھا علی ہذا تمکو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی
لہذا اُس سے آتش دوزخ میں تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب اور دوس
کو جلاتی تھی تو اب اُسکی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ تمکو جلائے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگوں کو
سخت و سست باتیں کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی میں سانپ بچہ کی طرح تھیں تو ان کی
جزا بھی سانپ بچہ کی طرح ہوئیں جو کہ تمکو ڈسنے لگین اور تمکو انہوں نے خوب درست کر دیا
آگے بھی اسکی وہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اولیا و اراداشے در انتظار انتظار استخیرت گشت بار

یعنی تو دوستوں کو انتظار میں رکھا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہو گیا۔

وعدہ فردا و پسند دے تو انتظار حشرت آمد وائے تو

یعنی تیرا کل کا اور پرہیز کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہو گیا۔ افسوس ہے تجھ پر۔
نظر مانی دران روز دراز در حساب و آفتاب جان گداز

یعنی تو اس روز در زمین حساب اور آفتاب جا ٹکرا زمین منتظر رہے گا دیکھو نہ!
 کا سماں را منتظر می داشتی تخم فردارہ روم می کاشتی
 یعنی کہ (اہل) آسمان کو تو منتظر کہا کرتا تھا اور فردارہ روم کا بیج بویا کرتا تھا (آسمان سہمرا اور
 اہل آسمان میں ظرف بول کر مطرف مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ تو اہل حقوق سے اُنکے حقوق ادا
 کرنے میں دیکھ کر مل اور پرسوں کے کیا کرتا تھا اور انکو ٹھایا کرتا تھا اور منتظر کہا کرتا تھا
 البس سیرج تم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت میں منتظر کھڑے رہو گے اور اس
 وقت اس انتظار میں رہنے کا بدلہ تم کو ملے گا۔

خشم تو خشم سیر و دوزخ است ہین بکشن این دوزخ کا این فحشست
 یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے ارے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ
 تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بچھا کیونکہ یہ آتش
 غضب اُس دوزخ کیلئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کرتا ہے تو اسی طرح تمہارا یہ
 غضب آتش دوزخ کو بڑھا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجھانے کی
 تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

کشتن این نار نمود جسز بنور نورک اطفا نار ناخن الشکور
 یعنی اس آگ کو بجھانا بخیر نور کے نہیں ہو سکتا۔ (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن تیری
 نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔) (تو گزر جا) ہم مشکور ہیں مطلب یہ کہ اس نار کے بجھانے
 کیلئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تک نور باطن حاصل ہو جاوے گا اس وقت یہ نار جاتی رہے گی اور
 دلیل اس کی نور سے یہ ناز بھجوا دیں یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے اوپر
 ہو کر پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ بیکار ہو جائے گی کہ جز یا مومن فان نورک اطفا نار کی کہ اے
 مومن جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے
 نار دوزخ بجھنے لگی تو اسی طرح اگر تم نور باطن حاصل کر لو گے تو تمہاری نار غضب بھی بجھ جائے گی۔
 آگے فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ نور باطن حاصل ہے ہم اُسکے دوزخ کو گدہ میں ادا
 اس حدیث کی سند ضعیف ہے

گر توبے نور آوری حلے بدست آفت زندها ست و در خاکست

یعنی اگر توبے نور کے علم حاصل کر لگا تو تیری آگ زنده ہے اور راہ میں ہے

آن تکلف باشد و در پوشش ہیں نار رانہ کشد بغیر نور دین

یعنی ہاں وہ تو تکلف اور در پوشش ہو گا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بجھانا نہیں مطلب

یہ کہ اگر نور دین تکو حاصل نہیں ہے اور تھے یہ تکلف علم اپنے اندر پیدا کر بی لیا تب بھی

سمجھ لو کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے، کیونکہ تکلف کب تک رہے گا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹے گا

اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہو جاوے گی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راہ میں آگ دباؤ کہ بظاہر تو آگ

معلوم نہیں ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راہ میں آگ ہو جاوے گی بس وہ علم تکلفی

اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاوے گا اور پھر وہ نار ظاہر ہو جاوے گی۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ بجز نور

دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرو کرنے والی نہیں ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تاناہی نور دین مباحش کاتش پنہان بود یک ز فاش

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھو یعنی خوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی

مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہ ہو اسوقت تک اس نار غضب سے بچو خوف مت ہو کیونکہ جو

علم کہ یہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن نازل ہو گا اور آتش غضب پھر ظاہر ہوگی لہذا نور

دین ہی حاصل کرو۔

نور آجے دان دہم بر آب حیس چو نکہ داری آب آتش مہترس

یعنی نور تو دھپ پانی جالو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو

مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ باق آگ کو بجھا دیتا ہے اس طرح یہ نور ایمانی آتش

غضب کو بجھا دیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو بھرم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ

آب آتش کشد آتش بخو می بسوزد نسل فرزدان او

یعنی پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت میں اس پانی کے رٹکوں کی نسل کی جلا دیتی

ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور پانی میں تو فہم نہ پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ اس پانی کی

رٹکوں کی نسل کہ جو کہ درخت میں جلا دیتی ہے بس اس طرح وہ نور ایمانی اس آتش غضب کو بجھا دیتا

اور جہاں غضب ہوتا ہے وہ اُس ذریعہ کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلا دیتا ہے
لہذا تم ذریعہ کی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکل مٹا ہو جاوے آگے اُس نور کے
حصول اور اُس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

سوئے آن مرغابیان روروز چند تا ترا در آب حیوانی کشند

یعنی اُن مرغابیوں کی طرف چند دن کیلئے جاتا کہ تجھے آب حیوانی میں گھسیں (مرغابیوں سے مراد)
اولیاء اللہ ہیں کیونکہ اس قبل نور ایمانی کو پانی سے تشبیہ دی تھی اور اولیاء اللہ کو جنکو کہ وہ نور ایمانی
حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہیں (مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت میں جا کر
رہو تاکہ وہ کو آب حیات پلا دیں اور اس آگ کو بجھا دیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند لیک ضد اند و آب و روغن اند

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہیں لیکن آپس میں اُمتد ہیں اور آب و روغن کی طرح
ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر میں سب ایک طرح کے ہیں لیکن ہر ایک
نہ کہا جاتا کہ غیر اولیاء اللہ کے پسینے میں جاپڑو کیونکہ ظاہر میں تو دونوں ایک ہیں لیکن حقیقت میں
اور اصل میں دونوں ضد ہیں ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔

ہر یکے بر اصل خود را نندہ اند احتیاط کن بہم مانندہ اند

یعنی ہر ایک اپنے قاعدہ پر چلتے ہیں تو تو احتیاط کر کہ سب آپس میں مشابہ ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ
اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہیں سب بظاہر صورت یکساں ہیں اور ہر ایک کا طبع اور مشرب علیحدہ ہے
لہذا در احتیاط ہی رہنا کہ میں اولیاء اللہ کے دھوکہ میں نہ پڑوں اور غیر اولیاء اللہ اور گمراہوں کے پستکد میں نہ
پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہم چمنان کہ و سوسہ و وحی ہست ہر دو مقبول اند لیکن فرق ہست

یعنی جس طرح کہ و سوسہ اور وحی کہ دونوں عقلی ہیں لیکن (باہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام)
مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور و سوسہ دونوں امور باطنیہ اور احوال قلب میں سے ہیں لیکن ہر ایک
دوسرے میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے اسی طرح
الہام اللہ اور اولیاء اللہ میں بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ بظاہر وحی

اھو سو سہی یکسان ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہر دو دلا لان بازار ضمیر رختہ رانی ستانند اے امیر

یعنی دونوں بازار قلب کے دلال ہیں اور اے امیر اسبابوں کے لیے لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دونوں دل کے بازار کے دلال اور دونوں اسباب کو چھین لیتے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے ایک تو عمدہ اسباب کو چھین لیتے ہیں اور دوسرے خراب کو چھین لیتے ہیں اس لیے احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکر شناس فرق کن سر درد فکر چہن نحاس

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور بردہ فروش کی طرح اپنے دو فکر میں فرق کر لے مطلب یہ کہ اگر تم خود کہوٹے ہرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کو نسا فکر تھا یا از قبیل الہام اور قابل عمل ہے۔ اور کو نسا از قبیل دوسم اھو غیر قابل عمل ہے۔

وہ دانی این دو فکر از گمان لاغلابہ گوئی وفتاب و مران

یعنی اگر تم ان دونوں فکر دن کو ترد کی وجہ سے نہ جانو تو لاغلابہ کہدو اور دوزخ اور چلاؤ مت۔

تاما ندر قفس کر جان تو غبن ناید بر تو و بر خوان تو

یعنی تاکہ تیری جان فکر میں نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ اگر تم خود تھاؤں میں جو ایٹم دوسم اھو الہام میں فرق نہیں کر سکتے ہو تو اس وقت خود رسد سلوک کا طے نہ کرو بلکہ لاغلابہ (یعنی دہو کہ نہیں ہے) کہدو تاکہ بر غبن وغیرہ میں تم مبتلا نہ ہو اور نفس و شیطان کو دہو کہ اور غبن نہ دے سکیں۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاغلابہ کہدو آگے اس لاغلابہ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

<p>آن کیے یار پے حبیب سر ابلفت کہ منم دیہا یا غبن جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد پچو سحر ست و زراہسم می برد گفت در بیع کہ تر سے از غرار شرط کن سر و ز خود را اختیار</p>	<p>آن کیے یار پے حبیب سر ابلفت کہ منم دیہا یا غبن جفت مگر ہر کس کو فروشد یا خرد پچو سحر ست و زراہسم می برد گفت در بیع کہ تر سے از غرار شرط کن سر و ز خود را اختیار</p>
--	--

که تانی هست از یزدان یقین
پیش سگ چون لقمه نان انگنی
او به بینی بو کند ما با خرد
با تانی گشت موجود از خدا
ورنه قادر بود کز کن فیکون
آدمی را اندک اندک آن هم
گر چه قادر بود کاندرا کفیس
بود عیسی را دمی کز یک دعا
خالق عیسی نه بتواند که او
این تانی از پے تعلیم تست
جو یک کو چک که دائم می رود
زین تانی زاید اقبال و سرور
باش تا اعضا تو چون بیضا
بیضه مارا چه ماند در شبه
دانی لے عاقل که ماند سین شین
دانه آبه بدانه سیب نیز
برگها هم رنگ باشد در نظر

هست تجلیت ز شیطان لعین
بو کند و ال را خورد لے مقتنی
هم بیویشن لعنت منتقد
تا به شش روز این زمین دین چرخها
صد زمین و چرخ آورد برون
تا چهل سالش کند مرد تمام
از عدم پیران کس نبه کس
بے توقف بر جهاندمی مرده را
بے توقف مردم آرد تو بتو
که طالب هسته باید بے شکست
نہ نجس گردنه گنده می شود
این تانی بیضه دولت چون طیلور
مرغها را پسند اندر انتہاء
بیضه کج شک را در دست ره
در نوشتن لیک اندر نقطه بین
گر چه ماند فرقه ادا ان لے غریز
میو با هر یک بود نوع دگر

برگہ کے جسم ہا مانندہ اند	لیک ہر جانے برلیے زندہ اند
خلق در بازار یکسان می روند	آن یکے در ذوق دیگر در دست
ہمچنان در درگ یکسان می رویم	نیم در خسران و نیمے خسریم
این سخن پایان ندارد و بازگو	از بلال و از بلال و کار او

دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور میں خرید و فروخت میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ لاپرواہی سے دیکھ کر تائب کہ مجھے منافطین آجانا پڑتا ہے آپ نے فرمایا کہ جس بیع میں تنکدھیکہ کا اندیشہ ہو اس میں دوسرے شخص سے یہ کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہیں دینا میں دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات میں شبہ ہو ان میں توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا بُرا دیکھو جب تم کتے کے گتے رقمہ ڈالتے ہو تو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کہا تا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور کچھ پرکھی ہوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہئے اور دیکھو حق تعالیٰ نے توقف کیساتھ چھ دن میں زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سوز زمین و آسمان بنادیتا علی ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت میں کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں پچاس مکمل انسان عدم سے وجود میں لے آئے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک پھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ ایسا نہیں کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانوں کو عدم سے وجود میں لے آئے ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب ہے وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب جین آہستگی چاہئے مگر سلسلہ منقطع ہونا چاہئے قید عدم انقطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو جو جی ہنرا آہستہ چلتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی اسلئے نہ وہ ناپاک ہے نہ سڑتی ہے لیکن اگر جرم ان رک جاوے تو جس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تاق سے خوش آجانی اور خوشی پسند ہوتی ہے تانی گویا کہ ایک بیض ہے اور دولت اس کا بچہ تم تانی کر و اور

آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر میں بیفنون کی طرح تمہارا انصاف سے کیسے کیسے بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضا صورت میں سب کیساں ہیں مگر ان سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کیسا تھا ان میں فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا اندام صورت میں چڑیا کے اندام سے ملتا ہوا ہے مگر یا ان میں ان میں بون لبعیہ اور ہر ایک کی استعداد میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے علی ہذا تم سمجھو کہ سین و شین میں صورت میں تشابہ ہے مگر لفظوں کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف درختوں کے پتے ہمشکل ہوتے ہیں مگر ان کے میوے مختلف ہوتے ہیں پس یوں ہی اجسام بھی متشابہ ہیں لیکن ان کی احوال میں مختلف پیداواروں کیسا تھو زندہ ہیں کسی میں کچھ پیداوار ہوتی ہے کسی میں کچھ اور دیکھ لوگ بازار میں چلتے پرتے ہیں مگر باوجود تماثل صوری کے معنوی تفاوت بھی ان میں بہت کچھ ہوتا ہے مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہو تلہ ہے - دوسرا طویل اور رنجیدہ اسی طریقہ سے تم موتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک ہی طرح مرتے ہیں مگر پھر بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ میں ہوتے ہیں اور بعض بادشاہوں کی طرح راحت و عیش میں خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب بلال کی حالت اور ان کا واقعہ بیان کرنا چاہئے -

شرح شبیری

خرید و فروخت میں غبن سے بچنے کا حیلہ

آن کے یار پیغمبر گفت کہ منم در بیجا با غبن جفت
یعنی اس ایک صحابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیوع میں غبن کیسا تھا ہوں
مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خرید و فروخت میں اکثر لوگ دھوکہ دیدیتے ہیں -
مگر ہر کس کو فروشد یا خرد
یعنی ہر اس شخص کا کہ جو کہ خریدے یا بیچے جاوے کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی
ہر شخص کا کہ جو بھول جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیدیتے ہیں -

گفت در سبب کہ ترسی از غرار
شرط کن روز خود را اختیار
یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سبب میں تمکو دھوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے
لئے تین روز کیلئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از رحمان یقین ہست تعجیلت ز شیطان بعین
یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف سے
مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میان جب خرید و فروخت کیا کرو اور اُس میں تمہیں
خوف ہو کہ اس میں دھوکہ کیا جاوے گا تو اُس میں خیار شرط کر لیا کرو تو پھر تین دن میں اپنے نفع
لفضان کو تم خوب سوچ سمجھ کر گے اور اطمینان سے کام ہو گا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو
حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کرنا شیطان کا کام ہے لہذا اطمینان سے خوب سوچ
سمجھ کر کام کیا کرو حدیث میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اذ خدع
فی البیوع فقال اذا بالعت فقل لا خلاۃ ولا خیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہاں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کیلئے فرمایا کہ لا خلاۃ کہیسا کرو تو البس سیرج مولانا فرماتے ہیں کہ دھوکہ
سے بچنے کیلئے لا خلاۃ کہیسا کرو۔ آگے اطمینان سے کام کرنے والوں کی مثالیں اور فائدے
بیان کرتے ہیں کہ

پیش سگ چون لقمہ نان فلکی بوکند انکہ غرور دے مقتدی
یعنی کہ آگے جب تم روٹی کا ٹکڑہ ڈالو گے تو وہ (اول) سونگے گا اور اسوقت اسکو
کہا دیگا لے خوش چین۔

او بہ بینی بوکند ما با خرد رو بہ پیش خوش بعقل منتقد
یعنی وہ تو ناک سے سونگتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اُسکے سونگنے سے پرہیز والی عقل تک جا
مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کہتے کو ٹکڑہ ڈالتے ہو تو وہ اسکو سونگ لیتا ہے جب کہا تا ہے کیونکہ
وہ سونگنے سے اُسکے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اُسکو معلوم کر لیتا ہے لہذا ڈالتے ہی کہا نہیں جاتا بلکہ اطمینان
سے کہا تا ہے البس سیرج تمکو چاہئے کہ جس طرح وہ ناک سے سونگتا ہے اور ہر شے کے عیب و
صواب کو معلوم کر لیتا ہے البس سیرج تم ہر شے کے عیب و صواب کو عقل سے معلوم کر لو۔ اور

خوب اطمینان سے سوچ سمجھ کر کام کرو جلدی مت کرو آگے فرماتے ہیں کہ
 باتانی گشت موجود از خدا تا بہ شش روز این زمین چرخها
 یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین و آسمان چھ دن میں اطمینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)
 ورنہ قادر بود او از کن فلکون صدر زمین و چرخ آورد و برون
 یعنی ورنہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فلکون سے سیکڑوں زمین و آسمان باہر آتے مطلب
 یہ کہ حق تعالیٰ کو باوجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سیکڑوں آسمان
 و زمین پیدا فرمادیتے لیکن حق تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ روز میں جو پیدا کیا تو بظاہر اس کا
 ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندوں کو اطمینان سے کام کرنا سکھایا جائے۔

آدمی را اندک اندک آن ہمام تا چہل سالش کند مرد تمام
 یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔
 گرچہ قادر بود کا نہر یک نفس از عدم پیران کند پنجاہ کس
 یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم میں عدم سے پچاس آدمی آزاد دیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ
 انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہیں اور اسکے بعد اُسکی انسان کامل بناتے ہیں
 اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اسپر بھی قادر تھے کہ ایک دم میں اور ایک
 حکم کن میں پچاس آدمی کو پیدا فرمادیں۔

بود عیسے را دے گز یک عا بے توقف زندہ کرد مردہ را
 یعنی عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ایک چھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلا توقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے
 خالق عیسے نہ بتواند کہ او بے توقف مردم آرد تو بتو
 یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلا توقف تہ بتہ آدمی نہیں کر سکتے (لیکن)
 این تانی از پئے تعلیم تست کہ طلب ہستہ باید بی شکست
 یعنی یہ اطمینان تمہاری تعلیم کو واسطے ہے کہ طلب ہستہ اور بے انقطاع کے چاہئے مطلب یہ کہ
 دیکھو عیسے علیہ السلام ایک چھونک میں مردہ کو باذن حق زندہ فرمادیتے تھے تو کیا خالق تعالیٰ صلی علیہ
 السلام کو اتنی ہی قدرت نہ ہو گی کہ وہ ایک دم میں کسی کو پیدا فرمادے ضرور اس سے بھی کہیں زیادہ

قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیگر گناہ صرف بندوں کی تعلیم کیلئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے اُنکے تو حکم کن میں کل کام ہوتے ہیں لہذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب میں لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کر نیکی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

جو یکے کو چک کہ دائمی روزِ نخس گرد و نہ گندہ می شود
یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو بخس ہوتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نخس اور گندہ نہیں ہوتا۔ پس طرح تم آہستہ آہستہ طلب میں لگے رہو گے اور طلب چھوڑو گے نہیں تو ہمیشہ آرام سے پاک و صاف رہو گے۔

زمین تانی زرا اقبال و سرور این تانی بیضہ دولت چہرین طہور

یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تو اندڑے جیسی ہے اور دولت و اقبال پرندوں کی طرح ہیں تو جس طرح اندڑے سے جالور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس اطمینان سے کام کر نیکی برکت دولت و سرور پیدا ہوتا ہے اب یہاں کوئی اعتراض کرتا ہے کہ پہلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مرغ کے ماند بہ بیضہ او عنید گرچہ از بیضہ ہی آید پدید

یعنی ارے معاند جالور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح مرغ اور بیضہ میں کوئی تاثر اور تشابہ نہیں ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تانی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ لظاہر کوئی ان میں جوڑ نہ ہو۔

باش تانہ اعضائے تو چون بیضہا مرغماز زند اندر انتہا

یعنی ہر تا کہ تیرے اعضاء بیضوں کی طرح آخر میں بہت سے مرغ جنیں مطلب یہ کہ جلدی بہت کم ذرا ٹھہرا کہ تیرے یہی اعضاء آخر میں دولت و اقبال کو جمع کر لینے جیسے کہ آخر میں اندرون میں سے جالور نکلتا ہے اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے نوگ اطمینان سے

کام کرتے ہیں لیکن انکو اقبال و سرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب ہے کہ۔

بیضہ مارا رچہ ماند در شبہ بیضہ کنجشک را دورست رہ

یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت میں چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے

دانی لے عاقل ماندیشین درنوشتن لیک در نقطہ بہ بین

یعنی لے عاقل تو جانتا ہے کہ سین بخین کہنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ میں دیکھ۔

دانہ آبی بدانم سیب نیز گرچہ ماند قصبہ دان او غریزہ

یعنی ہی کا دانہ سیب کے دانہ کے اگرچہ مشابہ ہو تلبے (لیکن) لے غریزہ فرق جانو۔

برگہا ہرنگ باشد در نظر میوہا ہر یک بود فروع دیگر

یعنی پتے دیکھنے میں ہرنگ ہوتے ہیں (لیکن) میوے ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہیں

برگہائے جسمہا مانند اند لیک ہر جانے بریجے زندہ اند

یعنی جسمہ کے پتے (بھی) مشابہ ہیں لیکن ہر جان اپنی آمدنی سے زندہ ہے

خلق در بازار یکسان می روند آن یکے در ذوق و دیگر درمند

یعنی مخلوق بازار میں یکساں چلتی ہیں وہ ایک تو مزہ میں اور دوسرے درد مند ہیں۔

سچنان در مرگ یکسان می یوم نیم در خسران و نیمے خرویم

یعنی اس طرح موت میں ہم سب ایک طرح ملتے ہیں (لیکن) آدھے خسران میں ہیں اور آدھے

خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزوں میں ایسا تفاوت ہے کہ جسکی وجہ سے ہر

شخص کیلئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ

اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہیں لیکن بچے مختلف نکلتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہی اوریسیکے دانے

صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ایک سے ہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سب پیدا ہوتا ہے

غرض کہ ہر شخص کیلئے اثرات یکساں ظاہر نہ ناضرہی نہیں ہے اس طرح اور سب مثالوں کو منطبق

کر لیا دے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہیں کہ روح کے نکلنے سے سب مر جاتے

ہیں لیکن کوئی وہاں جا کر خوش رہتا ہے اور کوئی خاسر و نامراد رہتا ہے۔

این سخن پایاں ندارد بازگو از بلال و از بلال و کاراد

یسی بات تو انہما جنہیں رکھتی تو پھر بلال اور بلال اور اس کے کام سے بیان کرو مطلب یہ کہ اس امر کا بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاموش رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلالؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے اُن کا خوشی سوجان دینا معلوم ہو۔ اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

چون بلال از ضعف شد همچون بلال	رنگ مرگ افتاد بر روی بلال
جفت او بدیش بگفتا و احرب	پس بلال شرف گفت نے و اطرب
تا کنون اندر حرب بودم ز نیست	تو چه دانی مرگ چه عیش است چیست
این بھی گفت و خوش در عین گفت	ز گس و گل برگ و لاله می شکفت
تاب رو و چشم پر الزار او	می گواہی داد بر گفتار او
ہر سیه دل خود سیم دیدے ورا	مردم دیدہ سیه آمد چہرا
مردم نادیدہ آمد و سیاہ	مردم دیدہ بود و مرأت ماہ
خود کہ بیند مردم دیدہ ترا	در جہان جز مردم دیدہ فرا
چون بغیر مردم دیدہ اش ندید	پس بغیر او کہ در نگشاید
پس جز او جملہ مقتدا آمدند	در صفات مردم دیدہ بلبند
گفت جفتش لفراق لے خود خصال	گفت نے الوصال ست این فصال
گفت جفت امشب غریبی روی	از تبار و خویش غائب می شوی

گفت نه نه بلکه امشب جان من
گفت ای جان و دلم و احسرتا
گفت رویت را کج بینیم ما
حلقه خاشن بتو پیوسته است
اندر آن حلقه زر العیالمین
گفت ویران گشت اینخانه دروغ
کرد ویران تا کند معمور تر
من چو آدم بودم اول حبس کرب
من گدا بودم درین خانه چو چاه
قصر با خود مرشهبان را نالست
انبیا و اراتنگ آمد این جهان
مردگان را این جهان بنمود فر
گر نبودی تنگ این افغان چیست
در زمان خواب چون آزاد شد
روح از ظلم طبیعت باز رست
این زمین و آسمان لبس فراخ
چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ

می رسد خود از غریبی در وطن
گفت نه نه جان من وادولتا
گفت اندر حلقه خاص خدایا
اگر نظر بالا کنی نه سوائی پست
انور می تا بد چو در حلقه نگیں
گفت اندر مه نگر منگر به میغ
قوم انبه بود خانه مختصر
پیشد اکنون نسل جانم شرق و غرب
شاه گشتم قصر بایده پشاه
مرد را خانه و مکان گوری نیست
چون شهبان رفتند اندر ابلهان
طاہر شرفست و بمعنی تنگ تر
چون دو تاشد هر که در روی پیش نیست
زان مکان بنگر که جان چون شد
مرد زندانی ز فکر حبس جست
سخت تنگ آمد بهنگام مناخ
خنده او گریه فخرش جلالتنگ

همچو گرما به که نفسیده بود
 گرچه گرما به عریض است و طویل
 تا برون نمانی نه بکشاید دلت
 یا که کفش تنگ پوشی و غوی
 آن فراخی بیابان تنگ لشت
 هر که دید او مر تر از دور گفت
 او نمیداند که تو چون ظالمان
 خواب تو آن کفش بیرون کردست
 اولیا خواب ملک است ای فلان
 خواب می بینند و آنجا خوابی
 خانه تنگ درون جان چنگلیک
 چنگلو کم چون جنین اندر جسم
 گزینا شد در دوزخ بر ما درم
 مادر طعم ز درد مرگ خویش
 تا چو در آن بره در صحرا سبز
 و در دوزخ گریخت آستان بود
 حامله گریبان ز زه کاین المناس

اندر آبی جانست نچسیده بود
 زان پیش تنگ آیدت جان و طویل
 پس چه سود آمد فراخی منزلت
 در بیابان فراخی می روی
 بر تو زندان آمد آن صحر او دشت
 که در آن صحرا چو لاله بر شکفت
 از برون در گلشن جان در فغان
 که زمانه جانست آزاد از قناعت
 همچو آن اصحاب کهف اندر زمان
 در عدم در می روند و باب نه
 کرد ویران تا کند قصر ملوک
 نه همیشه شد این نفلان هم
 من درین زندان میان آدم
 میکند زه تار هر بره زمیش
 این رحم بکشا که گشت این بره گز
 بر جنین اشکستن زندان بود
 و آن جنین خندان که پیش آمد خلاص

ہر چیز پر چرخ ہستند امہات	از جماد و از ہیم فہ نبات
ہر یکے از درد غیہ غافل اند	خبرک نے کہ نبیہ عاقل اند
انچہ کو سہ داند از خانہ کسان	بنمہ از خانہ خودش کے داند آن
انچہ صاحب دل بداند حال تو	تو ز حال خود ندانے لے عمو
انچہ بندہ در حینت اہل دل	کے بہ بینی در خود می از خود خجل

جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپؐ کے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایان ہو گئے، انکی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اے ہم تو ٹٹ گئے اسپر حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ ہمیں نہیں یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اب تک تو میں اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت میں تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اس کے گہرائی میں ہو۔ تمہیں کیا معلوم کہ موت میں کسی راحت اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اسوقت ان کا چہرہ رنگس اور گل برگ اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا، انکے چہرہ اور پر نور اور انکھیں کی رونق انکے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہ سبیل لوگ انکو فرس یاہ رنگ بخشی دیکھتے تھے اسلئے انکو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر ہم ان احقون سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھ کی پٹلی سی شریف اور عزیز چیز کیوں سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہیں بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلالؓ کو کیوں محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کور بان ہیں وہ گو گو رہے رنگ کے ہون مگر حقیقت میں سیاہ ہیں اور صاحب بصیرت گو سیاہ و رنگ ہوں مگر حقیقت میں وہی سبب نہ کا ائینہ ہیں اب حضرت بلالؓ کو خطاب فرما کر کہتے ہیں کہ اے صاحب بصیرت یا اے آنکھ کی پٹلی بلالؓ تمہیں بجز اہل کمال کے جو دوسروں کی بصیرت بڑے ہانیو اے یا خود کمال بصیرت رکھتے ہاے ہیں دوسرا کون دیکھ سکتا ہے اور اسکو آپ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ اب خطاب بصیرت کی طرف التفات فرما کر کہتے ہیں کہ جب اُنکو بجز ارباب بصیرت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو انکی رنگت کی نہ کو بھی دوسرا نہیں بھونچ سکتا۔ اور اسکی قدر نہیں کر سکتا۔ دیکھنے والے تو

اور باب بصیرت ہی میں لیکن اگر اُنکے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اُسکے
 کلمات کا معتقد ہو تو مقلد ہو گیا۔ نہ کہ محقق اس قدر ادنیٰ غفلت کو ختم فرما کر بصر قصہ کی طرف عود فرمائی ہیں
 اور کہتے ہیں کہ اُنکی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم میں جبرائی ہو نہ پائی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں
 یہ اصلی جبرائی نہیں بلکہ یہ جبرائی حق سبحانہ کیساتھ وصال ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ گہرا
 بے گہر ہو گئے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزوں سے غائب ہو گئے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ آجکی
 رات تک میری روح گہر سے بے گہر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن میں پھونچ گئی اُن کی بیوی نے کہا کہ لمبے میری
 پیارے سخت افسوس ہے کہ آپ انتقال فرمائے کو ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں افسوس
 کی کوئی بات نہیں یہ تو بڑی دولت ہے اُنکی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپکا چہرہ کہاں دیکھیں گے انہوں نے
 فرمایا کہ خدا کے حلقہ خاص اور اسکی آغوش رحمت میں اگر تم یکہو کہ وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہو سکتی ہو
 تو یاد رکھو کہ اگر تم عالی نظری اختیار کرو اور لپٹ بہت نہ بنو دنیا پر لات مارو تو وہ حلقہ سے بہت ہی قریب ہے
 اور تم بہت جلد وہاں تک پہنچ سکتے ہو اُس حلقہ رحمت میں حق سبحانہ کا نور یوں چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کے
 حلقہ میں اُس کا نگینہ پس وہ نور میرے دیکھنے کا ذریعہ بن جائیگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سرمد
 گرد وہ اہل اللہ ہو اسوقت کہ وہ اہل اللہ میں حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ تمام اہل اللہ
 چونکہ صفات میں متشابہ ہوتے ہیں اسلئے انکا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ ہی ہو سکتی
 ہے کہ اس حلقہ میں انکو قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اس حلقہ میں پہنچ کر دیکھ سکتے ہو اُنکی بیوی نے کہا کہ
 مائے ہمارا گھر اُڑ گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو اور کوئی کہو جسکی جسم کی حالت دیکھنے کے
 قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابلِ لحاظ ہے یاد رکھو کہ بیوی کے سوال میں ایک لفظ میں ادا معنی ہوتے
 ہیں اور حضرت بلال کے جواب میں اُسکے دوسرے معنی یا بیوی کے گفتگو کا نشا اور ہوتا ہے اور حضرت
 بلال کے جواب کا مینی دوسرا۔ اور یہ افسوس ہے جیسے دیعلو ناع عن الالهة قل هو اقدس
 لنا سر الطح۔ یا مثل سوال کا محملہ علی الادھر وجواب مثل الامیر محیل علی الادھر و
 الاشعب اور اول سے ہی روشنی ملتی ہے چنانچہ یہاں بیوی نے گہر سے ممکن متعارف ہو لیا
 اور حضرت بلال نے اُسکو خانہ تنہا کیلئے کہا کہ جواب دیا تہنبلہ (حق سبحانہ نے میرے خانہ تنہا کیلئے
 اسلئے دریاں کیا ہے کہ اُسکو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (اور اوقات) زیادہ ہو گئے تھے اور گہر

چھوٹا تھا۔ اس میں انکی گنجائش تھی پہلے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف میں مقید تھا جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بربائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشمے اُبے تو انکی کثرت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مشرق و مغرب اُن سے پُر ہو گئی پس یہ جہاں ہمیر تنگ ہو گیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو میں مغلس تھا اور اس کنوین کی طرح تنگ مکان دنیا میں رہتا تھا اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں۔ لہذا میں اس تنگ مکان میں نہیں رہ سکتا میرے لئے تعینات یہی ہے وسیع مکان کی ضرورت ہے بادشاہوں کا جی تو محلات ہی میں لگتا ہے رہے مردے اُنکے رہنے کیلئے گور کافی ہے پس اس عالم میں اہل دنیا ہی رہ سکتے ہیں میں نہیں رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور وہ انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اسلئے اُنہوں نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہ ہو کر طرح طرح کے مکان میں رہنے لگے۔ رہے مردے اہل دنیا سو انکو یہی جہاں باشوکت و شان نظر آیا جو لظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت میں نہایت تنگ اسلئے اُنہوں نے میں رہنا پسند کیا۔ ہمیں اس جہاں کو حقیقت میں تنگ اسلئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ نہ ہو تا تو یہ پریشانی۔ شور و شیون نالہ و فغان جرات دہن ہم اس مکان کے رہنے والوں میں دیکھتے ہیں کیوں ہو تا اور یہ کیوں ہو تا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان میں رہتا ہے اُس قدر اُسکی کمزور جھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت و مسرت ہے نہ کہ موجب اُلام و ہجوم پس معلوم ہوا کہ یہ جہاں واقع میں تنگ ہے اور اسکی تائید اس سے ہو سکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹ کر اُسکو عالم غیب سے تعلق ہو تلے تو اُسکی ساری کدورتیں مٹ جاتی ہیں اور وہ تروتازہ اور خوش و خرم ہو جاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف۔ اور روح طہیث و نفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیلخانہ کی طرح رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اور نکی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانہ اقامت دنیا میں یہ لظاہر نہایت کشادہ آسمان و زمین فی حقیقت نہایت تنگ ہیں اور نکی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بند ہی ہے اور اُس کا ردنا حقیقت میں ہنسی ہے اور اسکا خرقہ حقیقت میں تنگ۔ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے حسین تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اُکڑ جاتی ہے جیسے گرم ہو کر پوستیں اُکڑ جاتا ہے۔ دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اُسکی

گرمی سے تمہاری جان تنگ اور زچ ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہاں سے نکلنے نہیں
 تمہا باجی خوش نہیں ہوتا۔ اور تمہاری طبیعت نہیں کھلتی پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس
 کام کی پس زادہ کا عدم ہے اور تنگی اسکی قابل اعتبار دلحاظ ہے لہذا اگر اسکو یوں کہا جاوے کہ عام
 فراخ نہیں بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یوں کہو کہ تم تنگ جو تا پہنکر ایک وسیع میدان میں
 چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہو جاتی ہے اور وہ حق و درق و چکل تمہارے
 لئے جلیبی ہو جاتا ہے مگر جو شخص تنگ و در سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ
 اور نہایت راحت میں ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ تم ظالمون کی طرح بظاہر تو خوش و خرم ہو مگر تمہاری
 روح مصیبت میں گرفتار ہے پس جبکہ تم جگتے ہو تے ہو اسوقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے
 جیسے کہ وہ شخص جو میدان میں تنگ جو تا پہنکر چلتا ہے اور جب تم سو جاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے
 جیسا کہ وہ جو نا نکال دیا گیا کیونکہ اسوقت تمہاری جان آلام و ہوم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو
 حالت تمہاری خواب میں ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم میں ہوتی ہے لہذا یہ دنیا ہی اُن کے لئے
 خواب ہے۔ اُنکی حالت ایسی ہے جیسے کہ صحاب کھف کہ وہ دنیا میں بہن مگر سوتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ
 حقیقہ سوتے ہیں اور حقیقہ نہیں سوتے بلکہ سیر اللہ کی میں عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بدن و دوز
 موت و خواب کا عالم میں پھونچ جاتے ہیں جبکہ یہ استطراوی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلال رضی
 اللہ عنہ کی گفتگو سننا انہوں نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس میں ایڑن ہو رہی ہے اسنے
 حق سبحانہ نے اسے دیران کیا تاکہ میرے لئے حشر ہو تیار کرے میں اس مکان میں یوں لیٹا
 ہوا ہوں جیسے کہ رحم میں چھب چو کہ میں تو ہینہ کے پھر کی طرح اس مکان کو چھڑنے کے قبل
 ہو گیا ہوں اسنے قفل مکانی میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری مان کو دروزہ نہ ہو تو میں لامحالہ اسیں خانہ
 میں سیر قرار ہو نہ گا پس ضرور ہوا کہ میری مان یعنی طبیعت کو دروزہ کی تکلیف ہو لہذا وہ اپنی موت کی تکلیف
 سے گویا کہ دروزہ میں مبتلا ہے تاکہ میری روح اس سے جدا ہو۔ اور تاکہ وہ اس سے جدا ہو کر عالم غیب کے
 فیوض سے مخفی ہو پس اسکو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ پھر بڑا ہو گیا ہے اسکو ضرورت ہے کہ میری
 جدا ہو تاکہ میری طبیعت کو نزع کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جس طرح کہ عالم کو دروزہ
 کی تکلیف ہوتی ہے اور پھر کئے وہ جیخانہ کا ڈھانپنا ہوتا ہے عالم کو دروزہ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی

اور ہائے اللہ میں کیا کروں ہائے اللہ میں کہاں جاؤں کہتی ہے اور بچہ ملا خوش ہوتا ہے کہ اُسکو قیامت سے رہائی ہو تی ہے اس پر بے مضمون سے تین باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ اہل عالم تنگی میں ہیں اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر اہل دنیا انکی تکلیف کا احساس نہیں کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ اہل دنیا کی تکلیف کا احساس نہیں کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں امر مستبعد ہیں اسلئے مولانا کلام آئندہ سے اسکی استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ بقدر مائیں کیا جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہیں علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں رکھتیں بجز انکے جو عاقل اور بیدار مغز ہیں اور بے ریش لاکا بقدر دوسرے لوگوں کے گمروں کی اندرونی حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اُس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ۔ اتنا لمبی ڈاڑھی والا احمق خود اپنے گہر کی حالت نہیں جانتا۔ اس سے تینوں مستبعد دفع ہو گئے اُسکے بعد ایک ضروری امر کو تفریع کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ بقدر ہتھاری حالت سے واقف ہو سکتے ہیں اسقدر تم خود اپنی حالت نہیں جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ جو حالت وہ جان سکتے ہیں تم اُسکو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتے پس تم کو ان کی تکلیف دہی چاہئے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے۔ اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

شرح شبیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیسا تھو وفات پانا
چون بلال وضعف شد یحیون بلال رنگ مرگ اختیار بر روئے بلال
یعنی بلال جب ضعف کی وجہ سے ہلال کی طرح ہو گئے اور بلال کے جہرہ پر موت کا رنگ پڑا۔
جفت او دیرش بگفتا و احرب پس بلائش گفت نے نے و اطرب
یعنی انکی بیوی نے دیکھا تو بولیں کہ افسوس ہے تو بلال نے ان سے کہا کہ نہیں نہیں خوشی ہے۔
تاکنون اندر حرب بوم ز زلیست تو چہ دانی مرگ چہ عیش است جیت
یعنی تا وقتیکہ میں زندگی کی وجہ سے افسوس میں تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے۔
ابن بھی گفت و زخشی عین گفت زگر گس و گل برگ و لاله می شکفت

یعنی یہ فرماتے تھے اور ان کا چہرہ مبارک عین گفتگو کی وقت نہ کس اور گل برگ اہل اللہ کو ہلکا رہا تھا۔

تاب رود چشم پر الزار او می گو ای داد بر گفتار او

یعنی انکی چہرہ پر تیر تیر کی اور انکھوں کی رونق ان کی باتوں پر گواہی دے رہی تھی مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر آثار موت ظاہر ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ انتقال فرما جاوینگے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ فرماتے لگے کہ ہمیں نہیں خوشی کا مقام ہے اور فرحت کا وقت ہے کیونکہ میں تو اس زندگی کی وجہ سے مصیبت میں تھا کہ یہ جب ناسوتی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اب میں روح ہو کر اور اس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق میں زیادہ ہو جاؤں گا۔ اور فرماتے لگے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ موت میں کیسی شش ہے اور کیسے مزے ہیں وہ تو ایک بہت ہی عمو شے ہے جو کہ محبوب و محب میں از دیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کا کہنا صرف زبان ہی ہے نہ تھا بلکہ وہ ان باتوں کو دل سے کہہ رہے تھے اور اس گفتگو کی وقت انکے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتیں سچی ہیں اور یہ دل سے کہہ رہے ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر سیہ دل خود سیہ بیند ورا مردم دیدہ سیہ آمد چرا

یعنی ہر سیہ دل انکو (موت) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیوں سیاہ ہے مطلب یہ کہ جو ایک سیاہ دل ہیں انکو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اندر کا نور نظر نہیں آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک شے ہیں اور انکے اندر جبکہ وہ سیاہ ہیں تو کہاں سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں باوجود اسکے سیاہ ہونیکے نور کیوں ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونیکے منافی نہیں ہے بلکہ

مردم نادیدہ آمد و سیاہ مردم دیدہ بود مرآت ماہ

یعنی بے پتلی کے آدمی وہ سیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص میں وہ سیاہ پتلی نہیں ہوتی وہ وہ سیاہ اور اندھا کہلاتا ہے اور جو میں وہ ہوتی ہے اسکو بینا اور روشن چشم کہتے ہیں غرض کہ سیاہ منافی نورانی ہونیکے نہیں ہے۔ آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ۔

خود کہ بیند مردم دیدہ نرا در جهان جز مردم دیدہ فرا

یعنی اے آنکھ کی پتلی تلو خرو جہان میں کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑا نیوٹا آدمی کے۔
مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اشتر نفس کے جو کہ مبصر ہوا اور آنکھ والا ہو
اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتے ہیں وہ دو کے کسی شخص کو تو خبر ہی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تلو صورت ایک
حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چون بغیر دم دیدہ اش ندرید پس بغیر او کہ درنگش رسید
یعنی جب سوائے آنکھ کی پتلی کے اُسکو کسی نے نہیں دیکھا تو پھر اُس کے سوا اور کون ہو گا جو اُس کے
رنگ میں بھونچا۔

پس جزا و جملہ مقلد آمدند در صفات مردم دیدہ بلند
یعنی سوائے اُس کے سب مقلد ہیں صفات میں مردیک دیدہ کے بلند مطلب یہ کہ جب حضرت بلال رضی کی
حقیقت کو بجز اُس بصیرت والیکے اور کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو پھر اُس بصیرت والیکے سوا جس نے بھی اُسکو دیکھا ہے
صورت رنگ ہی رنگ دیکھا اور اُسکو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلال رضی کی بیوی کا متولہ ہے۔
گفت جفتش الفراق اذ خوشخصال گفت نے نے الوصال میں فصل
یعنی اُن کی بیوی نے کہا کہ اے خوشخصال فراق ہے تو اپنے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ جدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ
یہاں سے جدا ہو کر قرب حق اور وصل نصیب ہو گا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)۔

گفت جفت امشب غریبے میردی از تبار و خویش غائب می شوی
یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آج کی رات تم سفر میں جا رہے ہو اور عزیز و اقارب غائب ہو رہے ہیں۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من می رسد خود از غریبی در وطن
یعنی حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن میں بھونچ ہی ہو
مطلب یہ کہ آج تو اُسکو نارغانی سے علیحدگی کے بعد وطن اصلی میں جگہ ملیگی اور یہ وہاں جادے گی پھر
سفر میں جانا کہاں ہوا بلکہ میں تو وطن اصلی میں جا رہا ہوں پھر کیا غم ہے اور اُس کا وطن اصلی ہونا ظاہر ہے
گفت اسی جان و دلم و احسرتاہ گفت نے نے جان من داد و تہا

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان بدل افسوس ہے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ نہیں نہیں
میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب اُن کی بیوی صاحبہ ان کے انتقال پر افسوس کرنے لگیں

تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ افسوس مت کرو۔ کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب و مل حق تھا۔

گفت رویت را کجا بینیم ما گفت اندر حلقہ خاص خدا
یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کے چہرہ (سبک) کو کہاں دیکھیں گے تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حلقہ خاص میں۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ چہرہ کہاں نظر آوے گا اور کس طرح اسکو دیکھ سکیں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب متوجہ بنی ہوگی اسی وقت تمکو میرا چہرہ نظر آجائے گا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے مقصود یہ ہوا کہ چونکہ میں اب خدا تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں لہذا تم جب متوجہ بنی ہوگی تو تمکو میرا قرب حاصل ہو جائے گا۔ اور تمکو تسلی ہو جائے گی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حلقہ خاص تجو پیوستہ است گر نظر بالا کنی نے سونے پست
یعنی حق تعالیٰ کا حلقہ خاص تم سے ملا ہوا ہے اگر تم بظہری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم متوجہ بنی ہو اور اس طرف اپنی توجہ کر دوگی اور اس دنیا سے دنیا پر لات مار دوگی تو انشاء اللہ تمکو میرا قرب اور تسلی ہو کہ مقصود قرب ہے حاصل ہو جائے گی کیونکہ

اندر ان حلقہ زرب العالمین نور می تابد چہ در حلقہ نگین
یعنی اس حلقہ میں رب العالمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی میں نگینہ مطلب یہ کہ حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بنی ہوگی تو تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور اس نورانیت سے تمکو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اس نور سے تمہارے قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور اس صفائی سے تمکو تکشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کر دو گے بغرض کہ حاصل یہ کہ توجہ بنی کرنے سے تمکو قرب یا قرب جو مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہو جائے گی۔ آگے بیوی صاحبہ کا مقلوبہ ہے۔

گفت ویران گشت این خانہ دین گفت اندر مہ نگر منگر بہ منبع
یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا تو حضرت بلال رضی نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو اور کویت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گہرا جڑ گیا ویران ہو گیا تو انہوں نے تو ظاہری گہرا کو مراد لیا تھا جیسا کہ مراد ہے اور جیسا کہ اوپر سے اُنکے کلام سے تمام

ہی ظاہری اشیاء مراد ہیں لیکن اوپر سے ہی اہم ہاں بھی حضرت بلالؓ ان کے الفاظ کو دوسرا
معنی کی طرف لیکے یعنی انہوں نے مکان سے مراد تن لیا تو ان کے جواب میں فرمایا کہ تم چاہتے ہو دیکھو
اب رکبت دیکھو مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو مت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے
یادیران ہو رہا ہے بلکہ اسپر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ آرام اور راحت اور
پسین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری
کے موت سے دیران کر دینے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ موت کے ذریعے اس تن
ظاہر کو کیوں دیران کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہً سکایہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ
تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اس لئے روح کو اس تن سے جو کہ اُسکے بجائے گہر کے
تھا الگ کر دیا گیا تاکہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور ان کو ترقی دے سکے
اور اس تن کی کوٹھری میں مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہً کتاب اصل کو سنئے

بدن کے موت سے دیران ہو جانے کی حکمت

کرد دیران تاکند معمور تر قوم انبہ بود و خانہ مختصر
یعنی دیران کر دیا تاکہ خوب عمدہ کو دین کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم
و معارف ہیں) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہوں تو اس مکان کو توڑ کر
دوسرا مکان اُس سے بڑا بنایا کرتے ہیں تاکہ سارے آدمی اُس میں سما سکیں۔ البس سیرج
چونکہ علوم و معارف زیادہ تھے اور یہ بدن اُن کے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو دیران کر کے
دوسرا مکان بنایا گیا تاکہ وہ سب علوم اُس میں رہ سکیں۔ اور روح اُن میں اور ترقی کر سکے تو
اس بدن کے دیران کرنے میں یہ حکمت ہوئی کہ روح کیلئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور
خوب صورت اور عمدہ بنایا جاوے گا اُن کے پھر مقولہ حضرت بلالؓ کا ہے فرماتے ہیں کہ۔

من چو آدم بودم اول جس کرب پُر شد اکنون نسل جانم شرق و غرب
یعنی میں آدم کی طرح اول جس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرفاً غریبا پر ہو گئی۔ مطلب
یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت آدمؑ اول تو آب و گل میں مجوس رہے اور انکو جسم عظامہ ہوا تو وہ

اُس حالت میں تنگ ہو رہے تھے اس طرح میں بھی اس دنیا میں رہ کر تکلیف میں تھا اور تنگ ہو رہا تھا پھر بعد میں جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم غصری عطا ہوا اور اُس کے ذریعہ سے اُن کی اولاد شجرہ قافرا پھیل گئی اِلس طرح اب میں اس دنیا سے نکل کر جو روح ہو گیا ہوں تو میرے علوم و معارف پر ہی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تمام میں پھیل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

من گدا بودم درین خانہ چو چاہ شاہ گشتم قصر باید ہست

یعنی کہ میں اس کنوین جیسے گھر میں فقیر تھا اور اب میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو بادشاہ کیلئے تو محل کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ چونکہ میں اس دنیا میں تو علوم و معارف خالی اور ان کا محتاج تھا تو میرا دل اس دیرانہ میں اور تنگ چھوڑی میں یعنی دنیا میں لگتا تھا لیکن اب جو میں بادشاہ ہو گیا ہوں اور مجھے علم و معارف کا مال و دولت مل گیا ہے تو اب مجھ کو ضرورت ہے کہ میں محل میں رہوں اور میر و لائق محل یہاں ہے نہیں لہذا ضروری ہوا کہ میں کسی ایسے مقام پر جاؤں جہاں وہ محل مجھے ملے اور وہ تمام علم ہے لہذا اب دین جانا ضروری ہوا۔

قصر باخود مر شہان را مانس است مردہ را خانہ و مکان گور و قبر است

یعنی محلات خود بادشاہوں کے اُنس کی جگہ ہے اور مرد کیلئے گہراور مکان ایک گور کا فی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہوں کا دل تو محلات ہی میں لگتا ہے اور مردوں کیلئے ایک گور کا فی ہے وہی اُن کا مکان اور وہی اُن کے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردوں کی مثل ہیں لہذا انکو یہ دنیا ہی کہ مکان اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

انبیا را تنگ آمد این جہان چون شہان گشتند اندر الامکان

یعنی یہ جہان انبیا علیہم السلام کیلئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہوں کی طرح الامکان میں چلے گئے مرد کا نرا انجمن ان بنمود فر ظاہر شرف و توبہ معنی تنگ تر

یعنی مردوں کیلئے اس جہان نے شوکت و کبرائی تو اُس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ جو مطلب یہ کہ دیکھو انبیا علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے اُن کا دل اس دنیا کے تنگ چھوڑے میں نہ لگا اور وہ یہاں جب تک رہے پریشان ہی رہے لہذا وہ یہاں سے نکل کر عدم میں چلے گئے اور وہاں اپنے محلات میں رہے اور چونکہ اہل دنیا مردہ ہیں لہذا انکو اسی میں راحت حاصل ہے اور یہ

اسی کو رنج و فراخ خیال کرتے ہیں حالانکہ اسکی حالت یہ ہے کہ ظاہر میں تو غروب ہوا ہے اور اصل میں بالکل تنگ ہے۔ اسی آگے اُسکے تنگ ہونیکو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ دے تنگ این افغان نصیحت چون در دما شد بر کہ روزی بیش نیست
یعنی اگر یہ تنگ نہ ہوتا تو یہ شور و غل کسٹے ہے اور جو شخص کہ کچھ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوبرائیوں ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہ ہوتی تو اسکے رہنے والے گھبرا یا کیوں کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تھکرات میں غلطان و بیجان ہے اور پھر یہ کہ جہاں کسیکو دراز زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بیچارہ دوبہرا ہو کر چھک گئی تو آخر یہ کم کون چھک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جسکی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ روز تک اس میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنوں میں اسکے حالات سے تنگ آکر اور تھک کر چھک جاتا ہے جس سے اسکی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمان خواب چون آزاد شد زان مکان تنگ کہ جان چون شاد شد
یعنی خواب کے وقت میں کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا غافل ہے لیکن اس میں ہوا کہ انسان کیا کچھ خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اُسکو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پھر ظاہر ہے کہ کیسا کچھ عیش حاصل ہوگا آگے بھی اسی راحت و آرام کی شرح فرماتے ہیں کہ دیکھو خواب میں یہ نعمت ہوگی ظالم از ظلم طبیعت باز رست مرد زندانے ز فکر جس حبست
یعنی ظالم تو طبعی ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب میں جا کر ظالم تو اپنی اُس ظلم طبعی سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کیلئے وہ ظلم سے باز آگیا اور قیدی ہے اُسکو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ وہ خواب میں جاتے ہی ایسا ہو گیا گو یا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس فراخ سخت تنگ آمدیہ سنگام منازخ
یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سوئیے وقت ہیچ نہ تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اُسکو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہیں بالکل تنگ معلوم ہوتے ہیں

جیسا کہ اکثر خواب میں ہوتا ہے تو جب نمونہ عدم میں جا کر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہیں تو اصل علم کے مقابلہ میں تو کیوں تنگ نہ ہونگے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جیو پڑا معلوم ہوگا۔ چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ خندہ اوگر یہ فخرش جملہ تنگ یعنی یہ ایک نظر بند ہی ہے کہ وسیع ہے اور بید تنگ ہے اس کی ہنسی رونما ہے اور اس کا فخر بالکل تنگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان میں عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر میں وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل میں جو بید تنگ ہے اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونما ہی رونما ہے اور اس میں جو عزیزین کہ مایہ فخر ہیں وہ اصل میں بالکل شرم اور تنگ کی باتیں ہیں۔ آگے دنیا کے ظاہر میں وسیع اور باطن میں تنگ ہو چکا۔ مثالوں سے واضح فرماتے ہیں

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر میں وسیع ہو اور باطن میں تنگ ہو اور

خواب کی شبیہ موت جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

بچو گر مابہ کہ تفسیدہ بود اندر آئی جاننت پخسیدہ بود یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھٹنے لگے۔

گر چہ گر مابہ عریض است و طویل زان پیش تنگ آیدت جان کلیل

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اس پیش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے

تاہر دل نائی نہ یکشاید دلست پس چہ سود آمد فراخے منزلت

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تو یہ ادل نہ گئے پھر کہ کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو

ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اس میں

گہرے لگا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل بھگانے لگے گا۔ اور اس میں رہتے ہوئے

تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اس حمام کا مکان خوب وسیع و فراخ ہے تو بس طرح جو حضرات کہ اس

دنیا کی برائیوں پر نظر رکھتے ہیں ان کا دل بھی موجود اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہیں گتا اور وہ اس میں

پریشان ہی رہتے ہیں آگے کسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ

یا کہ کش تنگ پوشی اے غوی دریا بان فراخی می روی
یعنی یا کہ تو لے کشن تنگ جو تا پہنہ اور ایک وسیع جھل میں تو چلے۔

آن فراخی بیابان تنگ گشت بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت
یعنی وہ بیابان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جھل اور میدان تجھ پر قید خانہ ہو گیا۔
ہر کہ دید اور مر تر از دور گفت کو دران صحرا چو لالہ پر شکفت
یعنی جس نے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جھل میں لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

اونی داند کہ تو چون ظالمان از برون در گشتے جان و رفقان

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہیں جانتا کہ تو ظالموں کی طرح باہر سے تو گشتن میں ہے اور جان مصیبت میں ہے
مطلب یہ کہ دوسری مثال ... یوں سمجھو کہ تم ایک تنگ جو تا پہنہ ایک وسیع جھل میں چلو تو دیکھنے والا
تو یوں سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کی ساتھ اس ق و ورق جھل میں بے رکاوٹ کے چلے جا رہے
ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ سخت مصیبت میں ہو۔ اور وہ ق و ورق دلیبا چڑا جھل تمہارے لئے کچھ
بھی فرحتیں نہیں ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح دنیا میں رہنے والوں کو یوں
سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام میں ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جسے دیکھو وہ مصیبت میں ہے جسے
دیکھو کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب مثال دیتے ہیں کہ۔

خواب تو آن کشن بیرون گردنت کہ زمانے جانت آزاد از تن است

یعنی تمہاری نیند اس جو تہ کو نکال ڈالتا ہے کہ ایک زمانہ کیلئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ
تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اس جو تہ کو اتار دے کہ چو نکہ کچھ دیر کیلئے تن سے اور اس
عالم سے غفلت ہو گئی ہے اس لئے راحت و آرام میں ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاوے گی اس
وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کر لو کہ کیسا کچھ آرام اور کسی کچھ راحت ہوگی۔ آگے
فرماتے ہیں کہ

اولیا را خواب یک است لے فلان ہچو آن اصحاب کف اندر جہان

یعنی نیت اولیا واللہ کیلئے بادشاہی ہے لے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کف کیلئے جہان میں مطلب
یہ کہ اولیا واللہ کو نیت رجبے بادشاہی کے ہے اس لئے کہ ان کو نیند میں چو نکہ اس جہان سے علیحدگی

ہو جاتی ہے گو یا کہ اُنکو بادشاہی ملگئی۔ اُنکو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بیند و آنجا خواب لے در علم در میر و ند و بابائے
یعنی خواب دیکھتے ہیں اور اُس جگہ خواب نہیں ہے علم میں جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے مطلب یہ کہ
بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہد کرتے ہیں اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہیں وہ بے سوئے ہوئے
اُن کا مشاہد کر لیتے ہیں۔ اور عالم عدم میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ظاہر میں کوئی دروازہ نہیں بلکہ بندلیہ
کشف کے اُنکو اس عالم کا مشاہد ہو جاتا ہے۔ اور وہ سب چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں غرض کہ ثابت
ہو گیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اس میں اہل شد کا دل گیر آتا ہے۔ اب آگے یہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا
مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

خانہ تنگ و درون جان چنگلوک کرد ویران تا کہ قصر ملوک
یعنی گہر تنگ تھا۔ اندر جان اسیر ہو رہی تھی۔ تو ویران کر دیا تا کہ بادشاہی محل بناوے مطلب
یہ کہ اُنہوں نے فرمایا کہ میرٹھی اس تنگ بدن کے مکان میں گہٹ رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ
نے ویران کر دیا تا کہ اُسکو محل شاہی بنا دے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

چنگلوکم چون چنین اندر جسم نہ جستم شد این استقلال ہم
یعنی میں ایسا اسیر نہ ہوا ہوں جیسے کہ بیٹ میں بچہ اور میں نو مہینے کا ہو گیا ہوں تو یہ منتقل ہونا
ضروری ہوا مطلب یہ کہ اب میں علوم و معارف حاصل کر کے کامل ہو چکا ہوں جیسے کہ بچہ بیٹ میں
گوشت پوست حاصل کر کے پورا ہو جاتا ہے تو جس طرح کامل ہو جائیے بعد نکلتا چاہتا ہے اور
اُس رجم کو جو اس عالم کی نسبت کر تنگ ہے چھوڑ کر اس عالم میں آنا چاہتا ہے بالکل سیرج میں بھی
اب کامل ہو گیا ہوں۔ میں بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ عالم اُس عالم اخروی کے مقابلہ
میں رجم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہاں سے نکلتا ضروری ہوا۔

گر نباشد در دوزہ بر مادرم من درین زندان میان آذر
یعنی اگر میری ماں کو دوزہ نہ تو میں اس جیل میں آگ میں ہوں۔
مادر طعم زرد مرگ خویش می کند زہ تار ہر برہ ز میش
یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دوزہ کرتی ہے تاکہ بچہ ہیڑ سے چھوٹ جاوے۔

تا چہ در آن برہ در صبح سبزیں
 ہین چرخش کہ گشت آن برہ گزین
 یعنی تاکہ وہ چرخ سبز جنگل میں چرے ارے رحم کہول دو کو نہ خوشیہ ڈابل ہو گیا ہے مطلب یہ ہے
 کہ دیکھو اگر ماں کو درد زہ کی تکلیف ہو تو وہ پیچا رہ پھٹ میں سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہیں
 گہٹ ہلکے مر جاوے تو جب اس کو درد زہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ بچہ نکلا کر سبزیں جنگل
 میں چرتا ہے اور پھر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذرا سی کلفت
 ہو تو بغیر یہ روح جو اس میں پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کس طرح علیم و معارف کہ حامل کرد
 یہ تو جب ہی حاصل کر سکتی ہے جبکہ اس تن غصری کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس کی الگ ہو جائے گا
 کمال اور جمال دیکھو۔

درد زہ گر سنج آستان بود
 بزین کشستن زندان بود
 یعنی درد زہ اگر چہ حاملہ کیلئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) بچہ پر قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔
 حاملہ گریان زہ کا یں الخاص
 وان چنین خندان کہ پیش از خلاص
 یعنی حاملہ تو درد زہ سے رو رہی ہے کہ چہ نکارا کہاں ہے اور وہ بچہ خوش ہے کہ چہ نکارا اسلئے آگیا
 مطلب یہ کہ حاملہ کیلئے تو درد زہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے
 لیکن بچہ کو اس کی خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ چہ نکارے کا وقت آگیا۔ اور اب اس قید خانہ
 سے چہ نکارا ہو گا تو اسی طرح جو حضرات کہ کامل ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں گہراتے ہیں اور جب
 نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو ان کی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس
 سے چہ نکارا ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ زیر جہنم ہستند اہمات
 از جلا و از بہیمہ و ز نبات
 یعنی آسمان کے نیچے جو مائیں ہیں جادات سے اور جانور دن میں سے اور نباتات میں سے
 ہر یکے از دروغیکہ غافل اند
 جز کسانیکہ نہیہ و عاقل اند
 یعنی کہ ہر ایک دو کس کے درد سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہیں مطلب
 یہ کہ دنیا میں جتنے مائیں ہیں انکو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت
 سے چھوٹنا چاہتی ہیں۔ باقی انکو دوسرے کے درد اور مصیبت کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بس وہ تو یہ

جانتی ہیں کہ ہم جو مصیبت سے وہ جاتی رہے اگرچہ بچہ کو اندر کسی ہی مصیبت ہو یا ان جو حضرات کہ
عاقل ہیں انکو دوسروں کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے۔ اور وہ اُسکا بھی خیال کرتے ہیں۔
انچہ کو سہ دانہ از خانہ کسان بلکہ از خانہ خودش کے دانہ ان
یعنی بے ڈاڑھی والا آدمی دوسرے لوگوں کے گھر کی جن چیزوں کو جانتا ہے دارمی والا آدمی خود اپنے
گھر کی چیزوں کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے دارمی والا آدمی چہ نہ گہروں کے اندر جاتا ہے
اُسکو تو دوسروں کے گہروں کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا دارمی والا آدمی ہو جاتا ہے اُسکو
اپنے گھر کی بھی بعض چیزوں کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور
باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود
یہ ہو کہ عاقل آدمی (یعنی اہل شد کہ اصلی عاقل دہی ہیں) تو دوسروں کے درد کی اور تکلیف کی
بھی خبر رکھتے ہیں۔ اور جو بیوقوف ہیں (یعنی اہل دنیا) انکو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی
بھی خبر اچھی طرح اور پوری طرح نہیں ہوتی۔

اچھا صہ دل بد اند حال تو تو ز حال خود ندانی اے عمو
یعنی صاحب دل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہیں جانتا۔
اچھیند و جینت اہل دل کے بہ بینی در خود از خود گل
یعنی جو بات تیری پیشانی میں اہل دل دیکھتا ہے لے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے
اندر کب دیکھے گا مطلب یہ کہ تیری حالت کو جستہ کہ اہل دل جانتے ہیں اور وہ پہچان لیتے ہیں
تو اُس قدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہیں سکتا کیونکہ تجھے اس قدر سمجھ اور عقل ہی نہیں ہے آگے
اُسکی وجہ سے ہیں کہ اہل دل کیوں سمجھ لیتے ہیں اور غیر اہل کو کیوں خبر نہیں ہوتی۔

شرح حبیبی

بنیاد و اسرار را بے هیچ

نہ ثبوت نے سایہ باشد نہ ملک

غفلت از تن بود چون تن روح شد

چون زمین بر خاست از جو فلک

<p>ہر کج سالیہ ت و قبا یا سائیکہ دود پیوستہ ہم از ہمیں نرم بود و ہم افت در خطا و در غلط ہر گرائی و کسل خود از تن است رو و سرخ از کثرت خوں ہا بود رو سفید از قوت بلغم بود در حقیقت خالق آثار اوست مغز کو از پوست ہا آوارہ نیست چون دم بار آدمی زادہ بزاد علت اولیٰ نہ باشد دین او می پرد چون آفتاب اندر افق بلکہ بیرون از افق و در چہر ہا پس عقول ماست سایہ ای و عمو</p>	<p>از زمین باشندہ اذ افلاک و مہ نے ز آتش ہما مستجم بود عقل بان شدہ اصابت ہا فقط جان ز رخت جملہ در پردین است رو و زرد از جنبش صفرا بود با شد از سودا کہ رو ا دہم بود لیک جز علت نہ بیند الیٰ العست از طبیب علت او را چارہ نیست پائے خود بر فرق علت ہا نہاد علت اخریٰ نہ اند کین او باعروس صدق و صفت در تنق بے مکان باشد چار و اح و نہی می فتد چون سایہ در پاہائے او</p>
---	--

یہاں سے مولانا اسل مرکی وجہ سے لانا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگوں کے احوال کہوں معلوم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشا جہل و غفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فکاک کے سر پر روح ہو گئے ہیں اسلئے لامحالہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہیں دیکھو اگر وسط فلک سے زمین معلوم ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو توڑ سے ہر وقت عمود رہے گا پس یہی حالت بالحق جسم و روح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تار کی جہل کا نام نہ رہے گا

اور اس نور علم ہی ہوگا (مگر اس سے کیونکہ یہ شبہ ہو کہ جب تاریکی چل نہ رہی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیا کا بحیث لا یضرب عنہ متقال ذرۃ علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس مقصود اس چل کی نفی ہے جس کا منشا جسم تھا ورنہ تاریکی و ظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے۔ اور کل اہل اللہ و انبیاء و حقہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیا و مخفی رہیں اس کا منشا ہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم اُمید ہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شے رفع ہو جائیں گے جو مولانا کے بیان سے ازل شرکے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کیلئے دو قسم کی تاریکیاں ہیں ایک ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے۔ دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور نامکن الزوال ہے جس میں چل کا منشا ظلمت جسمانی ہو وہ چل فکے جسم سے مرتفع ہو جائیگا۔ اور جس چل کا منشا ظلمت امکان ہو وہ فنا کے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت و ضعف ہے اسلئے اس میں بانارۃ حق و افاضہ علوم کی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلۃً نازل نہیں ہو سکتی پس انبیاء علیہم السلام اور کل عرفاء کو جو باوجود فنا و تن کے بعض اشیا کا علم نہیں ہوتا اس کا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس میں بعد انارہ حق و افاضہ علم کی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کیلئے ایک حسی مثال سے سمجھتے ہیں۔ ایک شخص ہے کہ اُس کے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اس وقت وہ شخص بیرونی اشیا کو نہیں دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اُسے جالی دار بنادیا جاوے تو اب وہ اُن اشیا کو دیکھ لے گا جن کو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر اُن اشیا کو اب بھی نہیں دیکھ سکتا جن کو اُس کی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دور بین یا خوردبین یا مجلی بصرداؤن کا استعمال کرے تو اس سے اُس کی نظر اور زیادہ ہوگی اور جو چیزیں پہلے نہ دکھلائی دیتی تھیں اب دکھلائی دینے لگیں گی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود رہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب بھی اُس کو نہ دکھلائی دینگیں۔ لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دور بین یا خوردبین یا مجلی بصرداؤن کا استعمال کرے گا تو اُس کی نظر اور تیز ہوگی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیا اب

بھی اسکو کہلاتی نہ دیکھی غرض کہ اسکی نظر پرستی تو ضرور ہے گی مگر ہر تہہ محدود ہی رہی کسی وقت
 بھی اسکی قوت بینائی غرض نہیں ہو سکتی۔ پس یہی حالت تم اہل اللہ کی سمجھ لو کہ فناء جسم
 یعنی تجلّی جسم کے بعد بھی انکی قوت مدد کہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضہ علوم و معارف سے
 اُس میں ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے۔ واللہ اعلم! پس جہان کہیں سایہ
 ہے یارات ہے یا محل سایہ ہے اسکا منشا زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند ہواں جو ایک
 تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا
 نہیں ہوتا پس چل عارضی جسم ہی سے پیدا ہوگا۔ نہ کہ روح سے اور غلطی وہم کہ تا ہے
 جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے
 تمام اشیاء کا ادراک نہیں کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے۔ رہی جان
 سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی میں ہے یہ اسباب مذکورہ سببات مزیدہ کا یوں ہی
 سبب ہیں جس طرح کہ کثرت خون سے چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور بیجان صفر سے چہرہ زرد
 ہو جاتا ہے قوت بلغم سے منہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے منہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب
 ان آثار کے پیدا کرنے والے نہیں پیدا کرنے والے حق سبحانہ ہی ہیں ہاں عادتاً ان اسباب کو
 خلق آثار میں دخل ضرور ہے۔ لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ مؤثر حقیقی کو نہیں دیکھتے
 بلکہ اعتقاداً علما علی ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ادواح کہ اجسام سے علیحدہ
 نہیں ہیں اور اجسام کو موزن فضا نہیں کر چکی ہیں اُنکے لئے اراض یعنی حاجات بھی ضروری ہیں۔ اور انکے
 دفع کیلئے طیب یعنی اسباب عادیہ بھی لا بدی نہیں مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پور ہفتا
 حاصل کرتا ہے اسوقت وہ علتوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل بعیدہ کا معتقد ہوتا ہے اور
 نہ علل قریبہ اسکو ضرر پہنچاتی ہیں بلکہ وہ تو یوں بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق میں اور وہ
 تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کیساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ توافق اور آسمانوں سے
 بھی اوپر اور عقول و انہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اسکی نظر بالذات غیر اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ اسکا
 مطمح نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہیں وہ حقیقتہً اُہی کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جو کثیر
 دخل مانتا ہے وہ بھی اس طرح کہ ان کا دخل بھی محکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی

چیزیں جیکہ اسکی رفعت شان کی یہ حالت ہے تو ہماری عقل اس کے سامنے یوں ہی بے حقیقت اور
ضعیف اور اس کے یوں ہی تابع ہیں جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ جو کچھ غفلت اور کاہلی اور تارکی ہر سب تن میں ہے

غفلت از تن بود چون تن روح شد بیندا و اسرار را بے هیچ بد
یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی اطلاع کے دیکھ لیا مطلب کہ
یہ غفلت تو جس قسم غصہ کی وجہ سے ہے کہ اُس عالم کیلئے یہ وہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب
اولیاء اللہ کے جسم میں بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو انہوں نے جسم ہی سے ان اشیاء کو
دیکھ لیا اور ان کا مشاہدہ کر لیا جبکہ اگر روح کر سکتی ہے۔ پس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم
پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہیں اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہیں لہذا
وہ تو مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ہر کوئی نظر نہیں آتا۔ آگے اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ
چون زمین بر خاست از جو فلک نے شب و دن سایہ با شدر نے دلک

یہی جب زمین جو فلک سے اٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو اور جو کہتے ہیں زمین
فما سمان کے درمیانی میدان کو

ہر کجا سایہ است و شب یا سایہ از زمین باشد نہ از آفتاک و مہ

یعنی جہاں کہیں سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ آفتاک
اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ میں سے زمین ہٹ جاوے تو کل اشیاء
مشاہدہ ہو جائیں نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزیں سامنے زمین کی سی طرح
اگر یہ صفات جسم نہ رہیں تو پھر سب چیزیں سامنے ہی رہیں اور روح کو علوم و معارف کا مشاہدہ
ہو تا رہے کوئی ضروری شے اُس سے غائب نہ ہو۔ یہ غیبت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اُس
عالم کے اشیاء کے مشاہدہ کے اور اس شخص کے درمیان میں مائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دو دنیویہ سوئے ہم از ہم نرم بود کے ز آتشہا و مستی ہم بود
یعنی دھواں لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے و بکٹی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو جس طرح جو
حضرات روشن ہو گئے ہیں ان میں یہ کیفیت چیزیں نہیں ہیں اچھا بھی لکڑی کی طرح ہیں اور دھواں نہیں ہوگا
ان کے اندر یہ کیفیت چیزیں موجود ہیں۔)

وہم افتدہ خطا و در غلط عقل باشد در اصابتہ فقط
یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں پھر پختہ کیلئے ہوتی ہے۔ مطلب کہ
وہم جو کہ غلط عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو
حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم
ہی میں رہیں گے۔

ہر گرائی و کسل خود از تن است جان ز خفت جملہ در بریدن است
یعنی تمام گرائی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سبک ہو جانے سے اڑنے میں ہے
مطلب یہ کہ گرائی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور
آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

روئے شمرخ از کثرت خونہا بود روئے زرد از کثرت صفر بود
یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفر کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رو سفید از قوت بلغم بود باشد از سودا کہ روا دہم بود
یعنی سفید بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو
مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے
تو سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو بالکسی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے
کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہوگا۔ اور اگر دینی اثر ہوگا تو ویسا حال ہوگا۔

حقیقت خالق آثار است لیک جز علت نہ بینا ہاں است
یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے
مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پیدا تو ہوتے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے

حکم سے پیدا ہوتے ہیں۔ تو جو اہل ظاہر ہیں ان کی نظر تو صرف اُن آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں وہ اُس خالق کو دیکھتے ہیں اور اُن آثار سے اُس کے وجود باوجود پر استدلال کرتے ہیں اُن کے فزیتے ہیں کہ۔

مغز کو از پوستانہ آوارہ نیست از طیب و علت اور چارہ نیست
یعنی جو مغز کہ پوست سے علوحہ نہیں ہے طیب اور مرض سے اُس کے لئے علاج نہیں ہے مطلب یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہیں ہے اور جس میں کہ اوصاف بشری غالب ہیں اُس عقل کو طیب اور مرض سے چٹکارا نہیں ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اس کو طیب کی ضرورت ہے۔
چون دم بار آدمی زاده بزاو پائے خود بر فرق علتہا نہاد
یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اُسے اپنا پائوں علتوں کے سہ پر رکھا۔
علت اولیٰ نسباً شد دین او علت آخری ندارد دین او

یعنی علت اولیٰ اُس کا دین نہیں ہوتا۔ اور علت آخری اُس کا کین نہیں رکھتا۔ (علت اولیٰ سہ مراد علت بعیدہ ہے کیونکہ اُس شخص کی نسبت تو وہ اولیٰ ہے لیکن اصل میں بعید ہے اور علت آخری سے مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف بشریہ سے نکل کر اُس کے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہیں تو اُس کی نظر علت بعیدہ پر نہیں رہتی بلکہ علت قریبہ پر اُس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اس کی سمجھتا ہے اور وہ خالق تعالیٰ ستانہ ہے کہ وہی اصل میں بشری کی علت ہے اور وہی علت قریبہ میں اور جب اُس کی نظر اُس علت قریبہ پر ہوتی ہے تو اُس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

می پرد چون آفتاب اندر افق با عود سے صدق و صفیت در تنق
یعنی وہ آفتاب کی طرح افق میں اُٹھتا ہے صدق و صفات کی عکس کیسا تہ پردہ عیسیٰ میں ذوق اُس پردہ کو کہتے ہیں جو عکس کے اُس کے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص بہر پردہ کرتا ہو اور صدق و صفات کیسا تہ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حیلہ ہو جاتا ہے اور اس کی پردہ بہت ہی عالی ہو جاتی ہے۔

بلکہ میر دل از افق وز خجسہ بے مکان باشد چو ارواح و نہی

یعنی بلکہ آفت سے اور آسمانوں سے باہر یہ مکان عقول اور ارواح کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اس
 شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقول اور ارواح کی طرح لامکانی ہو جاتا ہے
 کیونکہ ان کے اندر صفات روح و عقل ہی غالب ہوتے ہیں لہذا اسکی پرواز کل مکانات سے بلند
 ہو کر لامکان تک پہنچتی ہے لیکن ہر جہ سے عروج نہیں ہوتا تاہم جو دیکھ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اسکی
 وجہ سے تین کہ

پس عقول ہست سایہ اعمو می فتد چون سایہ دہا ہائے او

یعنی خنے چھا ہمارے عقول سایہ ہیں اہا اسکے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب
 یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں انکی عقل کی سایہ ہیں اسلئے جہاں تک خود انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہاں
 تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہاں انکی عقل ہوتی ہے وہاں عقل پہنچ ہی نہیں سکتی۔ آگے اسکی
 ایک مثال دیتے ہیں فلاسف اس کا یہ ہے کہ دیکھو اصل حکام کے قیوت کیلئے نص ہے اہا اسکے بعد
 قیاس مجتہد ہے تو جہاں نص ہوتی ہے وہاں قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں ہے اور وہاں تک
 قیاس کی رسائی نہیں ہے اسے طرح چونکہ ہماری عقل کا مدد جہاں انکی عقل کے بعد ہے لہذا ہماری
 عقل کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ انکی عقل کی رسائی ہوتی ہے یہ تو خلاصہ تھا
 اسباب بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

اندر ان صورت نیندیش قیاس
 از قیاسی نجا نماید عبتے
 وان قیاس عقل خبری تحت این
 روح اورا کے شود زیر نظر
 زان اثر آن عقل تدبیر کند
 کویم کہ کشتی و طوفان روح

مجتہد ہر گز کہ باشد نص شناس
 چون نیاید نص اندر صورتے
 نص وحی لوح قدسی وان یقین
 عقل از جان گشت بالدارک و فر
 لیک جان در عقل تاثیر کند
 نوح دارا صدمتے زو بر تو روح

عقل شرار سحر چندان دارد و لیک
زان بقرصه سالک خورشید شد
زانکه این نور یک اندر سافل است
مانکه اندر قرص دل درو باشد و جا
نه سحابش ره زند نه خود غروب
این چنین که عقلش از افلاک بود
زانکه خاک را نباشد تاب آن
گر زنده بر خاک دائم تاب خور
دائم اندر آب کار مایی است
لیک در که مار بائے پرفتن اند
مکرشان گر خلق را شنید کنند
و اندرین یک ماهیان پرفتن اند
گر تو ماری شوقین ماهیان
ماهیان قهر دیا ئی حبلال
پس محال از تاب ایشان حال شد
زهر آبخارفت و کمر شد یقین
خاک ز شد سنگ گوهر یا دهر

نور خورشید از قرص خود دست نیک
تاز نورش سوس قرص افکند شد
نیست دائم روز و شب و افلاک است
غرقه آن نور باشد دائم
دارم سید او از فراق سینه کوب
یا مبدل گشت گر از خاک بود
که زنده بروی شعاعش جاودان
آنچنان سوزد که ناید ز و ثمر
مار را با او کجا هم راهی است
اندرین یک ماهیه می کنند
هم زده یا تابشان رسوا کنند
مار را از سحر راهی می کنند
تا شوی چون ماهیان دریم روان
بجشن آن مختصر سحر حلال
تخت رسفت و نیکو فال شد
سنگ آبخارفت و گوهر شد ثمین
می نه بیند چشم بشر

تاقیامت کر بلویم زین کلام	صدقیامت بگذرد وین نامام
---------------------------	-------------------------

اب مولانا عقول ناقص کلام ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ پوندو سے انڈانے سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً مقدرہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہو تو ہے تو اس صورت میں وہ قیاس نہیں کرتا۔ اور جبکہ اسکو نص نہیں ملتی اسوقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے کیلئے ثابت کرتا ہے۔ اسکو معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اس حالت میں جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے حالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نص وہاں عام ہے جو ارواح کا ملکہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے ادنیٰ ہو گا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی۔ دینا ہوا مدعی۔ نیز عقل کو جو کچھ اصطلاح و شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے۔ پس روح اسکی محکوم کیسے ہو سکتی ہے اور جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اسکو روح سے کیا نسبت۔ اس سے بھی ارواح کا ملکہ کا تقوین بر عقل ناقص واضح ہو گیا۔ عقل روح میں تصرف نہیں کرتی بلکہ روح خود عقل میں تاثیر کرتی ہے جسکے باعث عقل تدبیر کرتی ہے۔ اب مولانا عقل کو مخاطب کر کے اسکی کمی کو ظاہر فرماتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ لے عقل اگر روح نے جو کہ مثل لوح ۴ ہے لوح ۴ کی طرح تیرے اعداد تاثیر کی ہے اور تجھے کیسے پانے رنگ میں رنگا ہے تو اس سے تو اسکی ہمسری کا دعویٰ ذکر کرنا۔ کیونکہ دیا کشتی اور طوفان لوح یعنی وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جن سے تو لوح و روح کی ہمسری مستحق ہو۔ یہاں ایک اہ بات مستلذا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب روح عقل میں تاثیر کرتی ہے تو وہ اس آخری کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن یہ اسکی غلطی ہے آخر اور شے ہے مؤثر دوسری شے۔ نور آفتاب اور قمر آفتاب میں بہت فرق ہے۔ اب مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل فرماتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ آخر اور چیز ہے اور مؤثر اور۔ اور آفتاب اور ہے اور اس کا نور اور۔ اسی وجہ سے سالک نے آثار قدرت حق پر قناعت نہیں کی اور ذات کا طالب ہوا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت کو ذات کا پھر جی کیا کہ نہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم میں ہیں فانی ہیں اور ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں

نیز جو شخص کہ قرص خود شید میں اپنا مسکن بنا لیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نور میں غرق رہتا ہے نہ ابراہیم کی رہنمائی کر کے اُسے اُس نور سے جدا کر سکتا ہے نہ غروب - غرق نہ وہ مفارقت سے جس کا نتیجہ جبریت کو ہی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اُسکو حق سبحانہ سے محجوب نہیں کر سکتا۔ لہذا وہ مہال ابدی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداء ہی ملکوتی الاصل ہو تلے یا کسبے اُسکو یکمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداء وہ ماسوقی الاصل ہو تلے ہر کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ سمجھنے کیونکہ کہ اُس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ خاک ہر اُسکو یہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاک میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کر سکے۔ آفتاب حقیقی کی روشنی ان دفعہ داخل ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اُسپر ہمیشہ اپنی شعاعیں ڈالتا رہے تو وہ یوں بسیم ہو جاوے کہ اُس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک محررین اور سمندر میں ہمیشہ مچلی بھی رہ سکتی ہے جو کہ مانی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اُس میں نہیں پھر سکتا یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر ہر یک کمال مذکورہ حاصل نہیں کر سکتا مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہو سمندر میں نہیں رہ سکتا جسکا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل میں جب تک کہ اُسکی کایا پلٹ نہ ہو مہال حق سبحانہ کی قابلیت نہیں لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ کوہ عالم میں بڑے بڑے چلاک سانپ پڑے ہوئے ہیں جو اسنخر حقیقی کی پہلی ہونا ظاہر کرتے ہیں یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہیں مگر اُن کا دھوکہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پیہمے میں لے بھی آئیں گے تو کیا ہے پانی سے انکی وحشت ان کی حقیقت کہو لندگی۔

یعنی ان سے افعال و اقوال و احوال ایسے صادر ہو گئے ہیں سے ارباب بصیرت ان کی بناوٹ کو سمجھ جاویں گے اور اسکی سادہ ہی یہی جان لو کہ جہاں یہ بنے ہوئے لوگ ہیں وہی حقیقی ہا و رہے اہل اللہ بھی ہیں تم سب کو ایک کڑی سے نہ بانگ نہ لوگ ایسے کمال ہیں کہ اپنے اثر سے اہل ہونکو اہل مجاہدین کو عارف سانپو نکو چھلی بنا سکتے ہیں پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان چھلیوں (اہل اللہ) سے قریب ہو تاکہ تو بھی انکی فیض محبت سے دیا میں چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہو سکے۔ یہ لوگ جو عمر طلال کی تہ تک پھونچنے والی چھلیاں ہیں انکو مخر حقیقی (حق سبحانہ)

نے ملال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہیں۔ پس انکے پر تو سے وہ چیز جو
بادی النظر میں محال معلوم ہوتی ہے محقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہاں شخص کو بھی جا کر سبید
ہو جاتا ہے وہاں زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہاں پھونپکا ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہاں مٹی
سونا اور پتھر موتی اور یاؤن سر ہو جاتا ہے غرض کہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ
ایسے صاحب کمال ہیں مگر عوام انکو اپنی ہی مثل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ان ہذا الا بشر مثلنا
خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی میں تفصیل کرتا رہوں گا۔ تب بھی ناتمام ہی رہیگی
لہذا اسکو ختم کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس و شبیہ و مینا

مجتہد ہر کہ کہ باشد نص شناس اندران صورت نیندیشد قیاس

یعنی مجتہد جو وقت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اُس صورت میں قیاس کو نہیں سوچتا مطلب یہ کہ
جب مجتہد کو کسی صورت میں نص مل جاتی ہے تو وہ اُس صورت میں قیاس سوچتا ہی نہیں بلکہ
اُسی نص پر عمل کرتا ہے۔

چون نیاید نص اندر صورتی از قیاس آنجا نماید عبرتے

یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں پاتا تو قیاس سے اُس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی
صورت میں نص نہیں ملتی تو اُس وقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ اُگے فرماتے ہیں کہ۔

نص و حی روح قدسی والیقین وان قیاس عقل جزوی تحت این

یعنی نص کو یقیناً روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اُسکے نیچے ہے (وحی روح
قدسی سے مراد علوم فوقیہ ہیں اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبیہ ہیں) مطلب یہ ہے کہ علوم
فوقیہ تو مثل نص کے ہیں اور علوم کسبیہ قیاس کی طرح ہیں تو جہاں علوم فوقیہ کی رسائی ہوتی
ہے وہاں علوم کسبیہ کی رسائی نہیں ہو سکتی کیونکہ۔

عقل زجہاں گشت باوراک و فر روح ادراکے شود زیر نظر

یعنی عقل جان سے ہی تو باادراک و فرہونی ہے تو روح اُس کے زیرِ نظر کرب جو سستی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھ حاصل ہوا ہے یہ روح ہی کا توکل ہے اور اُسی کا تو اثر ہے پھر ہلا عقل روح کو کرب احاطہ کر سکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اُس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو فرہ اُسی کا فیضان ہے۔

لیک جان در عقل تاثیر رکند زمان اثر آن عقل تدبیر رکند
یعنی لیکن جان عقل میں کوئی تاثیر کرتی ہے تو اس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے مطلب کہ
عقل پر روح اجا پڑ توڑا لیتی ہے اور کچھ اثر اس میں کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھ تدبیر کرتی
لگتی ہے۔

نوح و ابراہیم و عیسیٰ علیہ السلام
یعنی نوح کی طرح مگر چھ کوئی اثر روح نے تمہارے اندر کیا بھی تو کہاں دیا اور کہاں کشتی اور کہاں
طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل میں روح نے کچھ اثر کر بھی دیا لیکن پہلا وہ افعال روح
کہاں آئیں گے۔ یعنی اس اثر سے وہ اصلی افعال روح تو پیدا نہیں ہو سکتے۔ تو پھر پہلا کہاں
وہاں تک رسائی ہو سکتی ہے۔

عقل ترار روح پندار و ولیک نور خود از قرص خود در صفت نیک
یعنی عقل تر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خود شید کی ٹکین سے بہت دور ہے
مطلب یہ کہ عقل کی رسائی اُن آثار تک قہر موجداتی ہے اور وہ اُن آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے
لیکن پہلا کہان وہ آثار اور کہان وہ روح اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کو اور آفتاب کو
ایک سمجھ لیا کہان خود آفتاب اور کہان اسکی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہیں کہ -

زنان بقرص سے لکے خود سہند شد تاز نورش سو قرص انگلند شد
یعنی ایک سالک اسلئے قرص پر راضی ہو گیا تاکہ اُس کے نورِ نکلیا کی طرف پہنچا لیا ہو جاوے
(قرص اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قرص ثانی سے مراد ذات حق)
مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہو گیا اسکی وجہ صرف یہ ہے
کہ تاکہ یہ نورِ قرص خود اُس قرص تک اُسکو پہنچا دے یعنی یہ افعال حق ذات حق تک رسائی کرنا
اور یہ راہ سہو ہو جاوے۔

زائکہ این نورے کہ اندر ساقی است نیست دایم روز شب و اقل است

یعنی اس لئے کہ نور جو کہ ساقی میں ہے دایم نہیں ہے رات دن غروب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑتا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ہر گزری غروب اور زائل ہوتا ہے اور وہ قمر خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اسکو غروب نہیں ہے بلکہ وہ کسی کسی جگہ ظاہر ہوتی رہتی ہے تو بعض کہ ان افعال کے مشابہ میں ہوگا جو کہ نور خورشید کی مانند ہیں۔ تو ہمیشہ زوال میں رہیگا۔

واکہ اندر قمر و اور دباش و جا غرقہ آن نور یا شد داما
یعنی اور جو شخص کہ قمر میں ہوگا نہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اس نور میں ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سجالش رہ زند نے نور غروب وار ہیدا و از فراق سینہ کوب
یعنی نہ بادل اُس کے لئے رہزن ہو اور نہ نور غروب وہ فراق سینہ کو بے جبر ٹا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گدردہ خود ذات باری تعالیٰ کے قرب میں آگیا اسکو اب افعال سے استقلال کی ضرورت نہیں رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت نور ہی نور میں غرق رہے گا اسکو کبھی بھی زہل نہ ہوگا۔ اور جو صرف آثار ہی پر رہا اور اس کو اثر پر اس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال میں رہے گا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

این چنین کس صلتش از افلاک بود یا سبد گشت گر از خاک بود
یعنی ایسے شخص کی اصل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زائکہ خاکے را نہ باشد تا باین کہ زند بر دے شمعش جا و دان
یعنی اس لئے کہ خاکی کو اس کی تاب نہیں ہوتی کہ اس پر اس نور شمع کی شمع ہمیشہ پڑتی رہے مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اس پر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ تھا تو غلبہ عناصری کا لیکن اس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہو گیا اب اُس کے اندر یہ بات پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہو تو اس نور افغانی کی تو وہ تاب بھی نہیں لاسکتا۔ آگے اُس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر زند بر خاک طعم تاب غور آنچنان سہد کہ ناید ز وثر

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اس طرح جلجاوے کہ اُس سے پہلے نہ آوے
مطلب یہ کہ اگر زمین پر ہمیشہ دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جلکر سیاہ ہو جاوے
اور پھر نہ اُس میں کوئی حرکت ہو سکے اور نہ کوئی پھل پیدا ہو سکے۔ تو اس طرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی
ہی میں رہے تو وہ بھی جلجاوے اور پختک جاوے۔ اور وہ بھی اسکی تاب نہیں لاسکتا۔ اگر ایک
دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندر آب کار ماہی است مادر ابا و کجا بہر ماہی است
یعنی ہمیشہ پانی رہنا چھلی کا کام ہے سانپ کو اسکی ساتھ کب بہر ماہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اولیاء
ہیں ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہیں اور اُنکے اندر اس قدر تحمل ہو سکتا ہے ورنہ جو عوام ہیں وہ اس
تجلی کو ہر وقت برداشت نہیں کر سکتے۔ آگے مکاروں کے مکر کو کہوتے ہیں کہ۔

لیک در کہ مار ہائے پرفرن اند اندرین یم ماہیہا می کنند
یعنی لیکن پہاڑ میں بہت سے مکار سانپ ہیں جو کہ اس دریا میں چھلی بن کرتے ہیں۔
مکرشان گر خلق را شید کنند ہم ز دریا تا شش رسوا کنند
یعنی اُن کا مکر اگر مخلوق کو شدید کرے تو اُن کا دیا سے گہرا نانا نکور سوا کر دے گا۔ مطلب
یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہیں جو کہ ظاہر میں صوفی صافی اور زہد و متقی بننے ہیں اور ہوتے
ہیں مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا بھی لیگا لیکن جب شریعت
کی کسوٹی پر کہہ کر اُنکو پر کہا جاویگا تو آخر ان کی قلبی کھیل جاوے گی۔ اور معلوم ہو جاوے گا کہ اُن کی
کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے اُن کا دل گہرا دیگا اس کی صاف
معلوم ہو جاوے گا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

داندورین یم ماہیہا تو سن اند مار از سر ماہی می کنند
یعنی اور اُس دریا میں بڑی زبردست چھلیاں ہیں جو کہ سانپ کو جادو سے چھلی
بنا لیتی ہیں

گر تو ماری شو قرین ماہیاں تاشوی چو ماہیاں در یم روان
یعنی اگر تو سانپ ہے تو تو چھلیوں کے قریب رہ تاکہ تو چھلیوں کی طرح دریا میں روانہ ہو۔

مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا میں بکا و بہت ہیں اس طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہ عوام کو اولیاء اللہ بنا دیں تو اگر تم عوام میں سے ہو اور تم کو قرب حق حاصل نہیں ہے تو تم ان حضرات کے قرب و جوار میں رہو اس سے تم کو قرب حق نصیب ہو جاوے گا۔ آگے ان حضرات کی صفت کرتے ہیں کہ

ماہیان قہر دیا نے جلال بحشان مہر ختم سحر حلال

یعنی وہ (وہ) دریا نے جلال کے گڑھے کی چھلیاں ہیں اور دیا نے انکو سحر حلال سکھا دیا ہے بس مجال زتاب الشان حال شد

یعنی بہت سے ناممکن امور انکے فیض سے ممکن ہو گئے منجھوس اس جگہ گیا اور نیکو فال ہو گیا زہر آجارت و شکر شد یقین

یعنی دبان زہر گیا اور یقیناً شکر ہو گیا اور دبان پتھر گیا اور قیمتی موتی ہو گیا۔ سنگ آجارت شد در فین

خاک ز رشہ سنگ گوہر پاؤں سر ہو گیا اور چشم انسان سوا و بشر کو کیسکو می نہ بیند جز بشر چشم بشر

یعنی خاک سونا ہو گئی اور پتھر موتی ہو گیا اور پاؤں سر ہو گیا اور چشم انسان سوا و بشر کو کیسکو نہیں دیکھتی مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریا نے جلال حق کے چھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ نے انکو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کیسے اوپر ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام انجام دیتا ہے

تو چاہتے ہیں کہ ان حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اسلئے کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزیں وجود میں آگئیں۔ اور ہر ان کی

برکت شکر کی طرح خوشگوار بن گیا اسلئے ہذا اور چیزیں کہ وہ فریقین لیکن ان حضرات کی برکت سے وہی چیزیں بے ضرر بلکہ مفید بن گئیں لیکن جب کو صفات روح حاصل نہیں ہیں

اور صرف بشر ہی ہے وہ تو انکے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو صرف انکی صفت بشریت ہی پر نظر کریگا اسکو کسی بات کی بھی انکے کمالات میں سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کھار

کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہیں جیسے ہم میں ویسے ہی ہیں۔ کہا نا کہاتے ہیں۔ پاجی پیچے ہیں تو انکو سوائے اسکے اور انکے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے

فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت گر گویم زین کلام
قصبت بگذرد وین ناتمام
یعنی اگر میں اس کلام کو قیامت تک بیان کروں تو سیکڑوں قیامتیں گزر جائیں اور یہ ناتمام
ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کریں تب بھی ختم نہیں
ہو سکتیں۔ لہذا اب ہم انکے بیان کو بند کرتے ہیں۔ اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن ہے
کہ کسی کو ان کا سننا ناگوار ہو اور سمجھے کہ یہ مضامین تو بار بار بیان ہو چکے ہیں اور پھر
ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہیں اور اسلئے کوئی اکتا و سہ تو آگے اُن آداب کو بیان
فرماتے ہیں جسکا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کی وقت ضروری ہے۔

شرح جلیبی

نزد من عمرے مکرر بردن است	بر ملولان این مکرر کردن است
خاک از تاب مکرر زر شود	شمع از برق مکرر بر شود
از رسالت بازمی ماند رسول	گر ہزاران طالب اند ویک ل
مستحق خواہند اسرافیل خو	این رسولان ضمیر رازگو
چاکری خواہند از اہل جہان	نخوتے دارند و کبر و چون شہان
از رسالت شان چگونہ بر خوری	تا ادبہا شان بجاکہ ناوری
تا نباشی پیش شان راکع دو تو	کے رسانند آن امانت را بتو
کا مند ایشان ز الوان بلند	ہر ادبشان کے بھی آید پسند
از تو دارند لے مزید منتے	نے گدایانند کز ہر خدمتے
صدقہ سلطان بیفشان داگیر	لیک یا بی رغبتہاے ضمیر

<p>در ملولان منکر و اندر جهان اس پیش اندر خدق آتش جہد کہ کند آہنگ اوج آسمان ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ آتش اول در پشیمانی زند چون بہ بیند گر مئے صاحب قدم</p>	<p>اسب خود راں اور رسول آسمان فرخ آن ترکے کہ استیزہ نہند گرم گر داند فرس را آہنجان چشم را از غیر و غیرت دوختہ گر پشیمانی بر و غلبے کند خود پشیمانی نہر ویدار عدم</p>
---	--

لوگ ان مضامین کو بار بار سنا کرتا گئے ہیں اسلئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو
اکتائے دلوں کو تو مکر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔
تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہو سکتی ہے اسلئے خسوسات میں بھی ایسی
نظیر موجود ہے اسلئے کہ شمع لگا تار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے۔ اور آفتاب
کی گرمی کے لگاتار چھونچنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے یہ سب کہہ لیں اگر سوا طلب ہوں اور
اُن میں ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو چھونچا تا ہے اُس کی طبیعت
رُک جاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہیں کر سکتا۔ اور راز اسکا یہ ہے کہ یہ پیغامبر جو اسرار الہیہ
کے بیان کر نیوالے اہل دل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ سننے والا یوں بہن تن گوش ہو جیسے سرِ فلک
حکم نفع سننے کیلئے بہن تن گوش کھڑے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ انکے دماغ شامانہ
ہوتے ہیں اور یہ نہایت غیور ہوتے ہیں اسلئے شامانہ ذلت کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہ
چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے محتاج ہوں اور غلامانہ برتاؤ کریں بس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب
نہ بجالاؤ گے اسوقت تک تم ان کی پیغامبری سے متمتع نہیں ہو سکتے۔ اور جب تک تم ان کے
سامنے نہ جھکو گے اسوقت یہ امانت خداوندی تمکو نہیں دے سکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب
بھی انکو پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصدر پرستی سے آئے ہیں اسلئے ان کا دماغ بھی

نہایت عالی ہے پس ناممکن ہے کہ ایک شخص کو تمام ادب سمجھ کر اس کے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔
اس لئے ادب وہ چونا چاہئے جسکو وہ ادب سمجھیں۔ یہ لوگ کچھ بھیگ مانتے والے نہیں ہیں کہ جو
خدمت تم کرو وہ شک کر لیا تھا اسکو قبول کر لیں بلکہ یہ نہایت مستحق ہیں اس لئے خدمت ان کی مرضی
کے موافق ہونی چاہئے۔ یہاں تک بھونچکے بھولانا خوش ہوا اور مارتے ہیں کہ لے حسام الدین مانا
کہ لوگ بول ہیں اس لئے آپکا جی نہیں چاہتا کہ اسرار بیان کریں لیکن آپ خدا کیلئے اوپر سے ہی
دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہیں اور لے آسمانی قاصد آپ انجام
کئے چلے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور
اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق میں ڈال دے اور اپنے گھوڑے کو اس قدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ
آسمان پر بھونچنے کا قصد کرے۔ یعنی کیا کہنا ہے اُس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام
میں مصروف رہے نہ غیر اللہ کو خاطر میں لائے اور نہ غیرت ناقدہ دانی کو کام میں لائے بلکہ آگ کی
طرح درجہ توجہ میں تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔ اگر ناقدہ دانی کو سبب
پیشانی اُس پر ملا مت کرے اور کہے کہ تو نے ان ناقدہ دہوں کے سامنے یہ گفتگو کیوں کی تو سب سے
پہلے اس پیشانی ہی کو آگ لگائے یہ گفتگو بطور فرض و تقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو
مطلع نظر نہ پایا جاوے گا اور پیشانی اُس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کرے گی تو وہ علم ہی
وجود ہی میں نہ آئیگی کیونکہ حق سبحانہ تو پیشانی کے دشمن ہیں اور ہر چیز اپنے دشمن کو پہچانتی ہے
لہذا ناممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل میں حق سبحانہ مطلع نظر ہوں اور اُس فعل پر پیشانی ہوتے تو یہ
اس وقت ہے جبکہ صاحب قدم کو بکسر قاف پڑ یا جاوے لیکن اگر اسکو بفتح قاف پڑ یا جاوے تو
معنی یہ ہونے لگے کہ جب اُس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھیں تو پیشانی وجود ہی میں نہ آوے گی
آگے اسکی تائید رہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو پہچانتی ہے اور فرماتے ہیں اسب ۱۵ نہ
بانگ دیوئے شبیرا الخ

شرح شبیری
شیخ کی زبان سے حکمت کے فیضان کی وقت سننے والے

اور مریدوں کے لئے آداب

برطولان یان مکر گفتن است نزد من عمرے مکر بردن است

یعنی اُکتانے والوں پر مکر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لیجنا ہے۔ مطلب کہ لوگ جن مضامین کو مکر سمجھ کر ان سے اُکتاتے ہیں اور میرے نزدیک ان سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عرصہ حاصل ہو گئی اور نئی زندگی مل گئی۔

شمع البرقی مکر بر شود خاک از تاب مکر زرد شود

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑھتی ہے اور خاک مکر تپش سے سونا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اُس میں دیا سلائی لگاتے رہو تو اُسکی روشنی زیادہ ہوتی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علیٰ ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہو جاتی ہے تو اس طرح جن مضامین کی تکریر سے قلب میں نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر ہزاران طالب اندوکیل از رسالت بازمی ماند رسول

یعنی اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک اُکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول بازرہ جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر جمع میں ایک اُکتا نیوالا ہو اور ہزاروں سائل ہوں تو اُس اُکتانے والے کا اثر پڑے گا اور وہ رسالت سے عاجز ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضعیف را از گو مستمع خواہند اسرافیل خو

یعنی بدلے میں اُن کو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ جو الیہ اللہ ہیں جو کہ دل راز گو کے رسول ہیں اور اُس کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ بھی یوں چاہتے ہیں کہ ہماری باتوں کا سننے والا الیہ مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

خبرتے دارند و کبری چون شہان چاکری خواہند از اہل جہان

یعنی ایک خبرت اور کبری بادشاہوں کی طرح رکھتے ہیں اہل جہان سے ملاست چاہتے ہیں

تلاویہا نشان بجا کہ نادر می از رسالت شان چگونہ بر خوری
یعنی جب تک کہ اُنکے آداب کو توحید اور بجا آنکی رسالت سے کس طرح پہل کہاویگا۔

کے رسانند ان امانت را بتو فانہ پاشی پیش نشان را کس دو تو

یعنی وہ امانت کو تو تکمیل کب پہنچا دین گے جب تک کہ تو اُنکے آگے دوہرا نہ پہنچے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل تشیع جب اپنا فیض پہنچاتے ہیں تو اُن کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس یہ تم کو بخش ہو جاوے اور اُنکے پاس جو طالب ہو کر جاوے اُسکی آواہیں اور طلب کے دیکھنے کیلئے وہ اول اول ظاہر اخوت اور تکبر کرتے ہیں اور استغنا سے کام لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کسکو طلب کیا جو کہ یا وجہ ہماری استغناء بخفی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کو طلبکار ہیں۔ جو کہ طلب پر طالت کرے اور جو وقت تک کہ طلب معلوم نہ ہوگی اسوقت تک وہ اُس امانت کو جسکو وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تم تک نہ پہنچا دیں گے وہ اپنی خدمت کے طلب کار نہیں ہوتے اُن میں تکبر نہیں ہوتا یا اُن اول طلب دیکھتے ہیں اور یہی اُنکے آداب میں سے ہے کہ اول طلب پیدا کر لو۔ پھر دیکھئے اُنکے آداب وہ نہیں ہیں جیسے کہ اور لوگوں کے آداب جو تو ہیں بلکہ اُنکے آداب میں سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے بس پھر کوئی غم نہیں ہے آگے اُسکیو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر اوشان کے ہمی آید پسند کا مدند الیشان ز ایوان بلند
یعنی ہر ادب اُنکو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہیں۔

نہ گدایا نند کہ ہر خدمتے از تو دارند لے مزد منتے

یعنی وہ فقیر نہیں ہیں کہ ہر خدمت کی وجہ سے لے طالب وہ تیرا احسان لیں۔ مطلب یہ کہ اُنکے لئے ہر ادب کا فی نہیں کہ بعض لوگ اُنکے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہیں تو اُنکو یہ ادب پسند نہیں آتا بلکہ اُنکو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقر تو ہیں نہیں کہ جو اُسکی عمر بھر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ ذرا سی خدمت سے بھی تھکوا مسنون ہو اُن کی خدمت تو جب تک اُن کی مرضی کے موافق ہوگے وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتے لہذا یہ ہے کہ اہل اللہ کی خدمت اسی طرح کریں جس سے اُنکو راحت ہو اور جو خدمت کہ اُنکو

پسند کو دے دیا یہی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے اُنکو اتنی کوفت ہو غرض کہ اُنکے کلام کے وقت کا دبا یہی ہے کہ ہم جن گوشس ہو جاؤ۔ اب یہ قاعدہ تو اس امر کو متفق تھا کہ مولانا آگے کچھ دیکھیں کریں کہ وہ لوگ اُنکے لئے عین مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

لیک بابے رغبت ہائے ضمیر صدقہ سلطان بیفشان و انگیر
یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقہ سلطان نثار کرو اور سیمینیت مطلب یہ کہ
باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بند مت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خود رہاں لے رسول آسمان در ملولان منگر و اندر جہان
یعنی لے رسول آسمانی اپنا گہوڑا چلاؤ۔ اُنکے لئے والوں میں اور جہان میں مت دیکھو۔ کیونکہ
فرخ آن تر کے کہ استیزہ نہند اسپش اندر خندق آتش جہد
یعنی مہلک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اُس کا گہوڑا آگ کی خندق میں کودے
گرم گرد اندر فرس را آنچنان کہ کند آہنگ او ج آسمان
یعنی گہوڑے کو اب گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ لے رسول
غیبی تم اپنے فیوض کو روکو مت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے ہو کیونکہ اصل ہوا
تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گہوڑا خندق آتش میں جا رہا ہے لیکن اس پر عجز ہے تو بس تم بھی اُن
لوگوں کی بے رغبتی اور طال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے ہو کیونکہ یہ تو صدقہ سلطان
ہے پھر کیوں کسی سے نہ بغیر کہتے ہو تم تو سبکو دو اب جب کادل چلے لے اور جو عروم ہے
اُسکو رہنے دو اُسکی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں عروم کیا جاوے تہا دی تو یہ حالت
ہونی چاہئے کہ۔

چشم از غم و غیرت دوختہ ہچچو آتش خشک و تر را سوختہ
یعنی غم و غیرت سے آنکھ کی طرح خشک و تر سبکو آگ لگائے ہوئے۔
گریشمانی برد عیبے کند آتش اول در پشیمانی زند
یعنی اگر پشیمانی نہادے تو ایک عیب کرتا ہے۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگا دے۔

خود پشیمانی نہ روید از عدم چون بہ بیند گرمی صاحب دم

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب دم کی گرمی کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی توبہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرے بس خدا کی واسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کیسے نفع ہوا ہے یا نہیں کہ اسی سے توبہ پشیمانی ہوگی کہ افسوس پہنے غمخوار ہی محنت کی بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کر رہا ہے۔ ہاں اور خدا تو اب دیگا۔ تو پھر خواہ کوئی سنے یا نہ سنے تو اب بے پروا گا۔ پھر پشیمانی کیسی بیکار ہوگی کہ سرگرمی سے کام میں لگا ہو اور تو پھر اس کے پالش پیمانی بھی نہیں آتی پشیمانی بھی اُن ہی کے پاس آتی ہے جو کہ دھل مل لگتے ہیں تو بے خبر ہو۔ بس کام میں لگے رہو اور خوب علوم و معارف کو بیان کرو کیسے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام بھونچا ہو اور خدا اُس کام کو اجڑ دیگا۔ وہ ہر وقت میں تلو ملیگا خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ خوب سمجھ لو۔ ایسا کہ کیسے شبہ ہو کہ بھلا پشیمانی کو کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہے اور یہ لا پرواہی سے جو وہ ان حدوں میں فرق کر لے گی۔ اور سرگرمی والے کے پاس نہ آوے گی اور دوسرے کے پاس آوے گی اُگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذی عقل ہونیکے اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہیں اور دشمن دوست میں فرق کرتے ہیں تو اس میں پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہ رہ کر اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اس کی بیان فرماتے ہیں۔

قد تم الریح الثالث من الفتر الثالث من المشوق الحق والله الحمد